منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا تقابلی مطالعہ

and
ngs\HOME\Desktop\Ji
34_243942041961_32
not found.

مقالہ نگار: جمیلہ خانم

نگراں مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

شعبۂ علوم اسلامی

جناح یونیورسٹی برائے خواتین

۵۔سی ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰۔ پاکستان

۲۰۱۲

منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا تقابلی مطالعہ

and
ngs\HOME\Desktop\Ji
134_243942041961_32
not found.

مقالہ برائے حصول سند پی۔ایچ۔ڈی

کلیہ فنون

مقالہ نگار: جمیلہ خانم

نگراں مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

شعبۂ علوم اسلامی

جناح یونیورسٹی برائے خواتین

۵۔سی ناظم آباد، کراچی، ۷۴۶۰۰۔پاکستان

۲۰۱۲

پی۔ایچ۔ڈی

منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا تقابلی مطالعہ

جمیلہ خانم

۲۰۱۲

بسم الله الرحمن الرحيم

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ امیدوار جمیلہ خانم بنت عبدالوحید خاں نے اپنا تحقیقی مقالہ بعنوان "منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا تقابلی مطالعہ" میری زیرِ نگرانی پی ایچ۔ڈی کی سند کے حصول کی غرض سے مکمل کرلیا ہے۔میری اطلاع کے مطابق یہ مقالہ اصلی ہے اور اسکا کوئی بھی حصہ کسی دوسرے مضمون یا افکار سے مسروقہ نہیں ہے۔میرے مطابق یہ مقالہ پی ایچ۔ڈی کی ڈگری کے حصول کے لئے مناسب ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

(ریسرچ سپروائزر)

شعبہ علوم اسلامی جناح یونیورسٹی برائے خواتین، کراچی

اقرار نامہ

میں جمیلہ خانم بنت عبدالوحید خاں اقرار کرتی ہوں کہ مقالہ ھذا بعنوان "منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا تقابلی مطالعہ" میری اپنی نگارش ہے اور کہیں سے بھی سرقہ نہیں کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں سے کوئی اقتباس یا کوئی مواد اخذ کیا گیا اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ تحقیقی مقالہ پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد شعبہ علوم اسلامی، جناح یونیورسٹی برائے خواتین، کراچی، پاکستان کی زیر نگرانی پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔

جمیلہ خانم

شعبہ علوم اسلامی

جناح یونیورسٹی برائے خواتین

کراچی ۔۔ پاکستان

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں جس کے خاص فضل وکرم سے یہ مقالہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل ہوسکی۔ اس کے بعد اپنے استادِ محترم نگرانِ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب کی بے حد مشکور ہوں جن کی پر شفقت رہنمائی اور معاونت کی وجہ سے میں یہ مقالہ پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوئی۔

یہ میری خوش بختی ہے کہ میرا حلقۂ احباب انتہائی مخلص اور معاون ومددگار افراد پر مشتمل ہے جنہوں نے ہر مرحلہ پر مجھ سے تعاون بھی کیا اور بہت سارے معاملات میں میری حوصلہ افزائی بھی کی۔ میں ان سب کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ میں وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد نعیم فاروقی صاحب کی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے مجھے مقالہ کی تیاری کے سلسلہ میں سہولت فراہم کی۔ شعبہ کی چیئر پرسن پروفیسر ثریا قمر کا تعاون مجھے ہمیشہ حاصل رہا جس کیلئے میں ان کی بھی شکر گزار ہوں۔ پروفیسر مبین الدین صاحب کی بھی تہہ دل سے مشکور ہوں، ان کا بھی علمی تعاون مجھے حاصل ہوا۔ کتب خانوں کی تگ ودو میں میرے ساتھ رہنے والی ڈاکٹر بشریٰ کی بے حد مشکور ہوں۔ سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر ریاض احمد ہاشمی کا ذکر نہ کرنا بڑی ناسپاسی ہوگی۔ انہوں نے یونیورسٹی میں ریسرچ کا آغاز اور سپروائزرز کا تقرر کیا۔ سب سے زیادہ شکر گزار میں اپنے رفیق حیات سردار عالم صاحب کی ہوں، جنہوں نے نہ صرف گھریلو امور میں تعاون کیا بلکہ علمی معاملات میں بھی میرے ساتھ رہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صاحبان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

جمیلہ خانم

انتساب

میں اپنے اس مقالہ کو اس عظیم ترین ہستی کے نام نامی سے منسوب کرتی ہوں جو فخر موجودات ہے، جن کی محبت باعث فوز و فلاح ہے، جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، کیونکہ ان کا ہر حکم درحقیقت اللہ کا حکم ہے، جو رحمت اللعالمین ﷺ ہیں، جو محمد مصطفیٰ ﷺ اور احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں، جو نبی رحمت ﷺ، جو سرور عالم ﷺ ہیں، جو رسول عربی ﷺ ہیں جو رحیق المختوم ﷺ ہیں۔ جن کی سیرت تمام عالم پر ضوفشاں ہے، جس کی روشنی میں ہر انسان اپنی سیرت کو صحیح کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو اس ہستی سے سچی محبت اور اس کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللھم صل علی محمد و بارک وسلم علیه

جمیلہ خانم

خلاصہ

مقالہ ھذا میں سیرت نبوی ﷺ پر تصنیف کی گئی دس منتخب کتب کا تحقیقی اور تجزیاتی موازنہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام کتب بیسویں صدی میں لکھی گئی ہیں اور اپنے وقت کی مقبول ترین کتابیں ہیں۔

مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرا باب قرآنی آیات کی روشنی میں حیات طیبہ کے واقعات پر مشتمل ہے۔ تیسرے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ سیرت النبی ﷺ کو مرتب و مدون کرنے کا آغاز کس طرح ہوا۔ اس باب کی بنیاد دراصل اس سے پہلے کا باب ہے جس میں حیات طیبہ کے واقعات کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سیرت طیبہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مدون فرمادی۔ پھر احادیث مبارکہ کے ذریعہ حیات نبوی ﷺ کے حالات وواقعات معلوم ہوتے ہیں اس کے بعد قرآن واحادیث کی روشنی میں مختلف زبانوں میں نبی ﷺ کی سیرت دنیا کے سامنے لائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے انتظامات فرمائے کہ دنیا بھر میں آپ ﷺ کا ذکر بلند ہوگیا۔ ایسے علماء کرام اور سیرت نگار پیدا ہوئے جو مسلسل سیرت طیبہ پر لکھتے رہے۔ اس تیسرے باب میں ان تحریروں کے آغاز اور ارتقاء کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں اردو زبان میں سیرت نبوی ﷺ لکھے جانے کا بتدریج ارتقاء بیان کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں منتخب دس کتب کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ چھٹے اور آخری باب میں منتخب کتب کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔

تقابلی مطالعہ کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ تمام محترم مصنفین کرام نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ساز، انقلابی اور رہمہ جہت شخصیت اور آپ ﷺ کے انقلاب آفرین پیغام کو واضح کیا جائے۔ کیونکہ یہی آفاقی پیغام ہر دور کے مسائل کو حل کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

منتخب کتب کے اجمالی جائزہ کے ساتھ ان کے مصنفین کرام کا مختصر اور جامع تعارف بھی پیش کیا گیا ہے تاکہ علمی میدان میں ان کا مقام بھی لوگوں کے سامنے آجائے۔

اس مقالہ کو تحریر کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اردو میں تحریر کی گئی کتب سیرت کا تقابلی مطالعہ اس انداز میں کیا جائے کہ جب کبھی اردو سیرت نگاری میں بنیادی کتابوں کا تجزیہ کرنا مقصود ہو تو تحقیق کاروں کیلئے آسانی فراہم ہو۔

مقدمہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان

یرجو اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا ○ [1]

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہر مسلمان کو اس بات کی دعوت فکر دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے اس پر غور کریں، اس کو سمجھیں، اس کا اتباع کریں اور اس سے سچی محبت کریں کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ [2]

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ط [3]

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

یآیھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ط [4]

ترجمہ: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی۔

ومآ ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ط [5]

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

مآ اتٰکم الرسول فخذوہ ج وما نھٰکم عنه فانتھوا ج [۶]

ترجمہ: جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

وما ینطق عند الھویٰ ○ ان ھو الا وحی یوحیٰ ○ [۷]

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ بلکہ وہی کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ان پر وحی کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو جاننا اور اس کی رہنمائی میں اپنے آپ کو چلانا ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیاد محبت اور اتباع ہے۔ آج جب ہم امت مسلمہ پر اس حوالے سے نظر ڈالتے ہیں تو محبت تو نظر آتی ہے لیکن اتباع میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ سیرت رسول ﷺ قرآن حکیم میں محفوظ ہے اور قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون۔ [۸]

ترجمہ: بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس طرح سیرت رسول ﷺ بھی قیامت تک کیلئے محفوظ ہو گئی۔ اس منبع رشد و ہدایت سے روشنی حاصل کرنے کیلئے آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ لازمی ہے۔ اس کیلئے سب سے پہلا ماخذ قرآن ہے، دوسرا احادیث مبارکہ ہیں۔ قرآن و احادیث کی روشنی میں سیرت طیبہ پر جو ابتدائی کتب مرتب کی گئیں وہ تیسرے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس طرح بعد کے لکھنے والوں کے لئے قرآن و احادیث کے علاوہ کتب سیر بھی مآخذ و منبع ثابت ہوئیں، جن سے فیضیاب ہوتے ہوئے سیرت طیبہ پر مختلف زبانوں میں بے شمار کتب تصنیف و تالیف کی گئیں، عربی کتب کے تراجم کئے گئے۔ اردو زبان بھی اس نعمت سے مالا مال ہے۔ منظوم اردو سیرت نگاری کا آغاز تو گیارہویں صدی ہجری یعنی اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہو گیا تھا لیکن نثری سیرت نگاری کا باقاعدہ

آغاز تیرہویں صدی ہجری یعنی بیسویں صدی عیسوی میں ہوا۔ اردو زبان میں سیرت کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کی پہلی مستند کتاب مولانا شبلی نعمانی کی سیرت النبی ﷺ ہے۔ کیونکہ اس سے قبل کی تصانیف پر کسی نہ کسی انداز میں ایسا تبصرہ ضرور سامنے آیا کہ اس کی سند مشکوک ہوتی نظر آتی ہے جبکہ شبلی کی کتاب پر ایسا کوئی تبصرہ نہیں ملتا۔ الّا یہ کہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی اور حکیم عبدالروٗف صاحب دانا پوری نے شبلی پر اپنے انداز فکر کے تحت کچھ اعتراضات اٹھائے ہیں۔ تقریباً اسی عہد کی قاضی سلمان منصور پوری کی ''رحمت اللعالمین'' ﷺ ہے۔ پھر سیرت طیبہ پر کتب کا ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلا۔

مقالہ ھٰذا کا یہ موضوع تحقیق کیلئے اس لئے منتخب کیا گیا کہ سیرت طیبہ پر لکھی گئی کتب کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔ اردو زبان میں بے شمار کتب تصنیف وتالیف کی گئی ہیں جن کا مطالعہ کرنے کیلئے ایک عمر درکار ہے لہٰذا چند کتب کا مطالعہ کیا گیا جو اپنے وقت کی اہم اور مقبول ترین کتب ہیں۔ ان کتب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ کیونکہ سیرت طیبہ کا اصل منبع و ماخذ قرآن حکیم ہے، اس کے بعد احادیث نبویہ ہیں اس لئے حضور اکرم ﷺ کے حالات و واقعات میں تو کوئی فرق ہو نہیں سکتا، البتہ سیرت نگاروں کے اخذ معاملات وواقعات کی صلاحیت اور انداز بیان کی مہارت سے ان کتب میں فرق آتا ہے۔ ہر مصنف کا انداز تحریر دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ہر وہ مسلمان جس کو تصنیف وتالیف کا شوق ہوتا ہے، سیرت طیبہ پر ضرور لکھنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اردو زبان میں سیرت نگاروں کی طویل فہرست ہے اور کتب سیرت کا طویل سلسلہ ہے جب ہم کسی قدیم کتاب کا موازنہ دور حاضر کی کتاب سے کرتے ہیں تو زبان وبیان میں فرق نظر آتا ہے جبکہ واقعات وہی ہوتے ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں جو چند کتب موازنے کیلئے منتخب کی گئی ہیں ان میں کوشش کی گئی ہے کہ ایک کتاب بیسویں صدی کے نصف اول کی ہو تو دوسری نصف آخر کی۔ موازنے کیلئے جن کتب کا انتخاب کیا گیا ہے ان کو اس طرح فصول میں ترتیب دیا گیا ہے:

فصل اول سیرت النبی ﷺ (مولانا شبلی نعمانی، سید سلمان ندوی) ضیاء النبی ﷺ (پیر کرم شاہ الازھری)

فصل دوم رحمت اللعالمین ﷺ (قاضی سلیمان منصور پوری)   سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ (شاہ مصباح الدین شکیل)

فصل سوم اصح السیر (حکیم عبدالرؤف داناپوری)   سیرت مصطفی ﷺ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

فصل چہارم نبی رحمت ﷺ (سید ابوالحسن علی ندوی)   الرحیق المختوم ﷺ (مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

فصل پنجم سیرت رسول عربی ﷺ (علامہ نور بخش توکلی)   سیرت سرور عالم ﷺ (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

مقالہ چھ ابواب اور پانچ فصول پر مشتمل ہے۔ پہلا باب سیرت کی تعریف، موضوع اور سیرت طیبہ کے مطالعہ کی ضرورت و اہمیت سے متعلق ہے۔ بقیہ پانچ ابواب میں سیرت سے متعلق دیگر عنوانات کو شامل کیا ہے اور منتخب کتب کا موازنہ پانچ فصول میں کیا گیا ہے۔ ابواب اور فصول کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

باب اول:

''سیرت النبی ﷺ کی تعریف، موضوع، اغراض و مقاصد اور ضرورت و اہمیت'' ہے۔ اس میں سب سے پہلے سیرت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد قرآن و احادیث میں لفظ ''سیرت'' کا استعمال بتایا گیا ہے۔ پھر سیرت کے مماثل الفاظ سنت، حدیث اور اسوۃ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور قرآن و احادیث میں ان الفاظ کا استعمال بتایا ہے۔ بعد ازاں سیرت کے موضوع پر بحث ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض و مقاصد اور اتباع سنت پر عقلی دلائل دیئے گئے ہیں۔ پھر مناہج سیرت بتائے گئے ہیں۔

باب دوم:

''سیرت النبی ﷺ اور قرآن کریم'' ہے۔ اس باب میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات کا قرآن حکیم کے ارشادات کی روشنی میں اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ نیز آپ ﷺ کے متعلق دیگر انبیاء کرام نے جو بشارتیں دیں ان کا مختصر بیان ہے اس باب میں تمام عنوانات کا جائزہ قرآنی آیات کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

باب سوم:

''تدوین سیرت النبی ﷺ کا آغاز وارتقاء'' ہے۔اس باب میں سیرت طیبہ کی تدوین وترتیب کے آغاز کے بارے میں بتایا گیا ہے۔قرآن حکیم اور پھر احادیث مبارکہ اولین مآخذ سیرت ہیں۔ پھر مختلف ادوار میں جو کتب تفاسیر لکھی گئی ہیں ان میں بھی سیرت طیبہ موجود ہے۔ بعد ازاں کتب سیر و مغازی و کتب رجال، کتب شمائل ودلائل، نیز معاصرانہ شاعری بھی ہے۔

باب چہارم:

''سیرت النبی ﷺ اور اردو زبان'' ہے۔اس باب میں اردو زبان میں سیرت طیبہ لکھے جانے کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔اس سلسلہ میں صوفیاء کرام کی خدمات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اردو زبان میں سیرت نگاری کی ابتداء مولود ناموں سے ہوئی، پھر عربی کتب کے تراجم بھی کئے گئے اور نثری سیرت نگاری بھی کی گئی۔ اس طرح اردو زبان میں کتب سیرت کا بیش بہا خزانہ تیار ہو گیا۔

باب پنجم:

''منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا اجمالی جائزہ''اس باب میں ان دس کتب کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے جو موازنہ کیلئے منتخب کی گئی ہیں۔ساتھ ہی ان کے مصنفین ومؤلفین کا تعارف بھی ہے۔

باب ششم:

''منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا تقابلی مطالعہ''اس باب میں دس کتب منتخب کر کے ان کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اس موازنہ کا مقصد کسی کتاب کو کم اور کسی کو زیادہ اہم ثابت کرنا نہیں ہے کیونکہ یہ کتب اس مقصد سے لکھی بھی نہیں گئی تھیں۔ ہر کتاب اپنے وقت کی مقبول اور اہم کتاب ہے۔اس موازنہ سے مقصود صرف یہ ہے کہ کس واقعہ کو کس طرح بیان کیا گیا ہے۔صاحب کتاب نے کس بات کو زیادہ

اہم سمجھا ہے، کس کو کم۔ اسلوب نگارش کیسا ہے۔ منتخب کردہ تمام کتب بیسویں صدی کی ہیں۔ بعض نصف اول کی اور بعض نصف آخر کی۔ عصری تفاوت بھی انداز تحریر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ نصف اول کی کتب کا انداز تحریر آج کے عام قاری پر کچھ گراں گزرتا ہے جبکہ نصف آخر کی تحریر میں روانی پائی جاتی ہے اور عام قاری بھی دلچسپی سے پڑھتا ہے لیکن صدی کے نصف اول کی کتب جن میں سیرت النبی ﷺ، رحمت اللعالمین ﷺ، سیرت رسول عربی ﷺ وغیرہ شامل ہیں، ان کی اہمیت مسلم ہے اور یہ کتب نئے لکھنے والوں کی رہنمائی کرتی ہیں۔

راقم نے اپنے اس علمی و تحقیقی سلسلہ میں حتی المقدور بہتر سے بہتر کام کرنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک ممکن ہوسکا اصل حوالہ جات تک رسائی حاصل کی گئی۔ بصورت مجبوری ثانوی حوالوں سے بھی استفادہ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب کا ذاتی کتب خانہ جہاں موضوع سے متعلق کتب کا عظیم ذخیرہ ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔

مقالہ میں غیر ضروری طوالت سے گریز کیا گیا ہے لیکن یہ کوشش کی گئی ہے کہ موضوع سے انصاف ہوسکے۔ امید ہے کہ میرا یہ مقالہ کسی نہ کسی انداز میں آئندہ کے محققین کیلئے رہنمائی کا کام انجام دے گا۔

جمیلہ خانم

امیدوار برائے پی ایچ۔ ڈی

شعبۂ علوم اسلامی، جناح یونیورسٹی برائے خواتین،

کراچی

حوالہ جات مقدمہ

۱۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱

۲۔ صحیح البخاری/محمد بن اسماعیل بخاری/بحوالہ: تفہیم البخاری (مولانا ظہور الباری) /کتاب الایمان، حدیث ۱۴

۳۔ القرآن/النساء، آیت ۸۰

۴۔ القرآن/النساء، آیت ۵۹

۵۔ القرآن/النساء، آیت ۶۴

۶۔ القرآن/الحشر، آیت ۷

۷۔ القرآن/النجم، آیت ۳،۴

۸۔ القرآن/الحجر، آیت ۹

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر

تصدیق نامہ	
اقرار نامہ	
انتساب	
اظہار تشکر	
خلاصہ/Abstract	
مقدمہ	۱
حوالہ جات مقدمہ	۷
باب اول: سیرت النبی ﷺ کی تعریف، موضوع، اغراض و مقاصد اور ضرورت و اہمیت	۸
سیرت کی لغوی تعریف	۸
سیرت کی اصطلاحی تعریف	۹
لفظ سیرت کا استعمال قرآن مجید میں	۱۲
لفظ سیرت کا استعمال احادیث میں	۱۴
سیرت کے مماثل الفاظ	۱۵
سنت	۱۶
سنت کی لغوی تعریف	۱۶
سنت کی اصطلاحی تعریف	۱۷
لفظ سنت کا استعمال قرآن مجید میں	۱۸
لفظ سنت کا استعمال احادیث میں	۲۰

حدیث	۲۱
حدیث کی لغوی تعریف	۲۱
حدیث کی اصطلاحی تعریف	۲۳
لفظ حدیث کا استعمال قرآن مجید میں	۲۵
لفظ حدیث کا استعمال احادیث میں	۲۷
اسوۃ	۲۹
اسوۃ کی لغوی تعریف	۳۰
اسوۃ کی اصطلاحی تعریف	۳۰
لفظ اسوۃ کا استعمال قرآن مجید میں	۳۰
لفظ اسوۃ کا استعمال احادیث میں	۳۱
سیرت کا موضوع	۳۲
سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض ومقاصد	۳۴
انسانی زندگی کے اغراض ومقاصد	۳۴
انسان کا نصب العین	۳۶
سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض ومقاصد	۳۷
رسالت کی ضرورت واہمیت	۳۷
سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت	۳۸
نمونۂ کامل ہونے کی شرائط	۴۱
تاریخی حیثیت	۴۱
کامل حیثیت	۴۲
جامعیت	۴۴

مناہج سیرت	۴۵
محدثانہ اسلوب	۴۵
مؤرخانہ اسلوب	۴۶
مؤلفانہ اسلوب	۴۷
فقیہانہ اسلوب	۴۷
متکلمانہ اسلوب	۴۸
ادیبانہ اسلوب	۴۸
مناظرانہ اسلوب	۴۹
حوالہ جات باب اول	۵۸__۵۰
باب دوم: سیرت النبی ﷺ اور قرآن کریم	۵۹
حضور اکرم ﷺ کے بارے میں پیشن گوئیاں	۶۰
حضرت عیسیٰؑ کی بشارت	۶۲
حضرت موسیٰؑ کی بشارت	۶۲
حضرت سلیمانؑ کی بشارت	۶۲
زرتشت کی کتاب سے بشارت	۶۳
حالات قبل از ولادت باسعادت	۶۳
سیاسی حالات	۶۳
مذہبی حالت	۶۴
معاشرتی حالت	۶۶
ولادت باسعادت	۶۸
تاریخ ولادت	۶۹

اسماءِ گرامی	۷۰
حیاتِ طیبہ کے چند منتخب واقعات	۷۴
معاہدات وغزوات	۷۴
معاہدہ اخوت	۷۴
میثاقِ مدینہ	۷۶
صلح حدیبیہ	۷۷
غزوات	۷۹
غزوہ بدر	۸۰
غزوہ احد	۸۰
غزوہ بدر ثانیہ	۸۱
غزوہ احزاب	۸۲
غزوہ حدیبیہ	۸۳
غزوہ خیبر	۸۴
غزوہ فتح مکہ	۸۵
غزوہ حنین	۸۵
نبی کریم ﷺ کے معاصر گروہ	۸۷
مشرکین و کفار	۸۸
یہود و نصاریٰ	۸۹
منافقین	۹۰
مومنین و صحابہ کرامؓ	۹۰
وصال مبارک	۹۱

حوالہ جات باب دوم	۹۴__۹۹
باب سوم: تدوین سیرت النبی ﷺ کا آغاز وارتقاء	۱۰۰
قرآن حکیم	۱۰۰
حدیث	۱۰۳
کتب تفاسیر	۱۰۵
عہد تابعین کی تفاسیر	۱۰۶
عہد تبع تابعین کی تفاسیر	۱۰۷
متاخرین کی تفاسیر	۱۰۷
کتب مغازی وسیر	۱۰۸
کتب تاریخ	۱۰۹
کتب رجال	۱۱۰
کتب شمائل	۱۱۲
کتب دلائل	۱۱۳
کتب آثار واخبار	۱۱۳
معاصرانہ شاعری	۱۱۳
حوالہ جات باب سوم	۱۱۷__۱۱۹
باب چہارم: سیرت النبی ﷺ اور اردو زبان	۱۲۰
اردو میں سیرت رسول ﷺ کے نثری نمونے	۱۲۲
تیرہویں صدی کی چند تصانیف	۱۲۳
اردو سیرت نگاری کا باقاعدہ آغاز وارتقاء	۱۲۴
روایتی کتب سیرت	۱۲۵

مغربی سیرت نگاروں کی تصانیف سیرت کے اردو تراجم	۱۲۶
مشرقی سیرت نگاروں کی تصانیف سیرت کے اردو تراجم	۱۲۶
اردو میں سیرت نگاری کے باقاعدہ آغاز کے محرکات	۱۲۶
اردو سیرت نگاری کا عہد زریں	۱۲۷
عہد حاضر کی چند مشہور اردو کتب سیرت	۱۳۰
رسول ﷺ نمبر	۱۳۱
حوالہ جات باب چہارم	۱۳۳_۱۳۴
باب پنجم: منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا اجمالی جائزہ	۱۳۵
سیرت النبی ﷺ (شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی) کا اجمالی جائزہ	۱۳۵
ضیاء النبی ﷺ (پیر محمد کرم شاہ الازہری) کا اجمالی جائزہ	۱۴۲
رحمت اللعالمین ﷺ (قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری) کا اجمالی جائزہ	۱۴۵
سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ (شاہ مصباح الدین شکیل) کا اجمالی جائزہ	۱۴۹
سیرت مصطفی ﷺ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی) کا اجمالی جائزہ	۱۵۳
اصح السیر (مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری) کا اجمالی جائزہ	۱۵۷
نبی رحمت ﷺ (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) کا اجمالی جائزہ	۱۶۰
الرحیق المختوم ﷺ (مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری) کا اجمالی جائزہ	۱۶۳
سیرت سرور عالم ﷺ (سید ابوالاعلیٰ مودودی) کا اجمالی جائزہ	۱۶۷
سیرت رسول عربی ﷺ (علامہ نور بخش توکلی) کا اجمالی جائزہ	۱۷۵
حوالہ جات باب پنجم	۱۷۷
باب ششم: منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا تقابلی مطالعہ	۱۷۸
فصل اول: سیرت النبی ﷺ اور ضیاء النبی ﷺ کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ	۱۷۹

مقصد تصنیف وتالیف	۱۸۰
قدیم تحریری سرمایہ	۱۸۲
اسلام سے قبل دنیا، بالخصوص عرب کے حالات	۱۸۴
عربوں کی خوبیاں	۱۸۶
عرب کی تقسیمات	۱۸۷
عرب کا رقبہ	۱۸۸
نسب پاک	۱۸۸
میلادِ مسعود	۱۸۹
حیات طیبہ کے مکی دور کے منتخب واقعات	۱۹۰
بعثت مبارکہ	۱۹۰
کفار کے ظلم وستم	۱۹۲
عام الحزن	۱۹۳
انصار مدینہ	۱۹۳
ہجرت مدینہ	۱۹۴
حیات طیبہ کے مدنی دور کے منتخب واقعات	۱۹۸
انتظامی معاملات	۱۹۸
تعمیر مسجد، مؤاخات، میثاق مدینہ	۱۹۸
دفاعی وخارجی معاملات	۲۰۱
سلسلۂ غزوات	۲۰۱
یہودیوں سے تعلقات	۲۰۳
صلح حدیبیہ	۲۰۴

سلاطین کو دعوت اسلام ۲۰۵
شرعی معاملات ۲۰۶
معجزات ۲۰۸
مستشرقین ۲۰۹
عمومی موازنہ ۲۱۴
فصل دوم: رحمت اللعالمین ﷺ اور سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ ۲۱۸
ابتدائیہ ۲۱۸
طباعت و اشاعت ۲۱۹
اسلام سے قبل عرب کے حالات ۲۱۹
حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے مکی دور کے عمومی واقعات کا تقابلی مطالعہ ۲۲۱
تاریخ ولادت باسعادت ۲۲۲
دیگر واقعات کا مختصر بیان ۲۲۲
ہجرت ۲۲۴
حیات طیبہ کے مدنی دور کے عمومی واقعات ۲۲۵
میثاق مدینہ ۲۲۷
مؤاخات ۲۲۷
غزوات و سرایا ۲۲۷
صلح حدیبیہ ۲۲۸
مختلف سلاطین کو تبلیغی خطوط ۲۲۸
سال وفود ۲۲۹
شرعی احکام ۲۲۹

دونوں کتب کا عمومی موازنہ	۲۳۰
انداز بیان	۲۳۰
وسعت موضوع	۲۳۱
فصل سوم: اصح السیر اور سیرۃ المصطفیٰ ﷺ کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ	۲۳۲
مقدمہ	۲۳۲
نسب مطہرہ	۲۳۴
آباءواجداد	۲۳۴
عربوں کی خصوصیات	۲۳۵
ولادت باسعادت	۲۳۵
اسم گرامی	۲۳۶
حیات طیبہ کے مکی دور کے منتخب واقعات	۲۳۶
بعثت مبارکہ	۲۳۷
سابقین الاولین	۲۳۷
دعوت وتبلیغ	۲۳۸
شعب ابی طالب میں محصوری	۲۳۸
عام الحزن	۲۳۹
سفر طائف	۲۴۰
واقعہ معراج	۲۴۰
بیعت عقبہ	۲۴۱
نماز جمعہ	۲۴۲
ہجرت	۲۴۳

پہلی نماز جمعہ	۲۴۵
حیات طیبہ کے مدنی دور کے منتخب واقعات	۲۴۵
مؤاخات	۲۴۶
میثاق مدینہ	۲۴۶
تعمیر مسجد	۲۴۷
تحویل قبلہ	۲۴۷
جہاد فی سبیل اللہ	۲۴۷
سلسلہ غزوات وسرایا	۲۴۹
صلح حدیبیہ	۲۵۰
سلاطین کو تبلیغی خطوط	۲۵۰
فتح مکہ	۲۵۱
عام الوفود	۲۵۱
حجۃ الوداع اور وصال نبی ﷺ	۲۵۲
دونوں کتب کا عمومی موازنہ	۲۵۳
فصل چہارم: نبی رحمت ﷺ اور الرحیق المختوم ﷺ کے منتخب موضوعات کا تقابلی موازنہ	۲۵۵
حالات قبل از اسلام	۲۵۶
عربوں کی خصوصیات	۲۶۱
حالات قبل از بعثت	۲۶۲
حیات طیبہ کے مکی دور کے چند واقعات (ولادت باسعادت سے آغاز نبوت تک)	۲۶۴
جنگ فجار اور حلف الفضول	۲۶۵
بعثت	۲۶۶

سابقین الاولین	۲۶۷
اعلان حق	۲۶۸
ہجرت حبشہ	۲۶۹
شعب ابی طالب میں محصوری	۲۷۰
عام الحزن	۲۷۱
سفر طائف	۲۷۱
بیعت عقبہ	۲۷۲
واقعہ معراج	۲۷۳
ہجرت مدینہ	۲۷۴
حیات طیبہ کے مدنی دور کے منتخب واقعات	۲۷۶
ہجرت کے وقت مدینہ کے حالات	۲۷۶
نئے معاشرہ کی تشکیل	۲۷۷
تعمیر مسجد	۲۷۸
اخوت	۲۷۸
میثاق مدینہ	۲۷۹
جہاد و قتال	۲۷۹
صلح حدیبیہ	۲۸۰
سلاطین کو دعوت اسلام	۲۸۱
عمومی موازنہ	۲۸۲
فصل پنجم: سیرت سرور عالم ﷺ اور سیرت رسول عربی ﷺ کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ	۲۸۴
حالات قبل از اسلام	۲۸۷

حیات طیبہ کے مکی دور کے منتخب واقعات	۲۸۷
حرب فجار اور حلف الفضول	۲۸۸
کعبہ کی تعمیر نو	۲۹۰
بعثت مبارکہ	۲۹۱
سابقین الاولین	۲۹۲
اعلانیہ تبلیغ	۲۹۳
ہجرت حبشہ (اول و دوم)	۲۹۴
شعب ابی طالب میں محصوری	۲۹۶
عام الحزن	۲۹۷
سفر طائف	۲۹۷
بیعت عقبہ	۲۹۸
اسراء و معراج	۲۹۹
ہجرت مدینہ	۳۰۱
عمومی موازنہ	۳۰۳
حوالہ جات باب ششم	۳۰۶
اختتامیہ	۳۰۷
کتابیات	۳۰۸

باب اول:

سیرت النبی (ﷺ) کی تعریف، موضوع، اغراض و مقاصد اور ضرورت و اہمیت

سیرت کی لغوی تعریف:

''سیرۃ'' عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ اسم ہے، جس کا مصدر ''سیرا'' ہے جس کے معنی ہیں چلنا۔ جبکہ سیرت کے معنی ہیں چال چلن۔ مختلف لغات میں لفظ ''سیرۃ'' کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

السیرۃ

السنۃ، الطریقۃ، المذھب. الحالۃ التی یکون علیھا الا نسان ھو ذوسیرۃ صالحۃ [1]

ترجمہ: سنت طریقے اور راستے کو کہتے ہیں وہ حالت جس پر انسان ہوتا ہے، اس کی سیرت صالحہ ہوتی ہے۔

۲) سار کا اسم ہے۔ عادت، طریقہ، طرز زندگی، ہیئت، سوانح عمری، لوگوں کے ساتھ برتاؤ کی کیفیت، سیرۃ کی جمع سیر ہے۔

من طابت سریرتہ حمدت سیرتہ۔ [2]

ترجمہ: پاک باطن خوش عادت ہوتا ہے۔

۳) السنۃ، الطریقۃ، الحالۃ التی یکون علیھا الانسان وسیرۃ النبویہ وکتب السیر: ماخوذۃ من السیر بمعنی الطریقۃ۔ [3]

ترجمہ: سیرت سے مراد سنت اور طریقہ۔ وہ حالت جس پر انسان ہوتا ہے۔ سیرت نبویہ اور کتب سیر (یہ دونوں) ماخوذ ہیں لفظ سیرت سے۔ اس کے معنی طریقے کے ہیں۔

۴) الطریقۃ یقال (سار) بھم سیرۃ حسنۃ [4]

ترجمہ: سیرت کے معنی طریقے کے ہیں کہا جاتا ہے۔ وہ اچھے طریقے پر چل پڑے۔

۵) سنت، طریقہ، سلوک، رویہ، برتاؤ، سیرت، طرز زندگی، سوانح عمری۔ [5]

۶) سیرۃالمعرکہ: (جنگ کی رفتار) ۶

۷) روش، عادت، سوانح عمری، جمع سیر ۷

۸) لفظ ''سار'' کا اسم ہے۔اس کے معنی ہیں طریقہ، طرز زندگی ہیئت۔''سیرۃالرجل'' کے معنی ہیں لوگوں کی سوانح عمری، لوگوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت۔ ۸

۹) لفظ (سیرۃ) دراصل سار، یسیر، سیرا و میرا سے ماخوذ ہے۔اور اس کے معنی ہیں جانا، روانہ ہونا، چلنا، طریقہ و مذہب، سنت، ہیئت، حالت، کردار، کہانی، پرانے لوگوں کے قصے اور واقعات کا بیان، بالخصوص آنحضرت (ﷺ) کے مغازی کا بیان اور پھر آپؐ کے طریقہ کا بیان جو غیر مسلموں کے ساتھ جنگ اور صلح میں آپؐ نے روا رکھا اور آخری صورت میں آپؐ کے تمام حالات کا بیان بمعنی سوانح عمری۔ ۹

سیرت کو انگریزی میں Character کہا جاتا ہے...

۱۰) Character: علامت، نشانی، گُن، خاصیت، خصلت، سیرت، چال چلن، کسی قوم یا شخص کی خصوصیّت، اخلاقی قوت، مستقل مزاجی، شہرت، ناموری، معروف آدمی، نقش کرنا، بیان کرنا۔ ۱۰

Character: (i) The combination of qualities that makes up a person's nature or personality.

ترجمہ: ایسے خصوصیات کا مجموعہ جو کسی فرد کی فطرت اور شخصیت کو بناتا ہے۔

(ii) Strong admirable qualities such as determination, courage, honesty etc.

ترجمہ: مضبوط، قابل تعریف خصوصیات کا اجاگر ہونا جیسے کہ بہادری، ایمانداری وغیرہ۔ ۱۱

سیرت کی اصطلاحی تعریف:

''لفظ ''سیرۃ'' کی مختلف تعریفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کسی بھی شخصیت کے حالات زندگی، جس میں اس کے عادات واطوار، اخلاق و کردار، کارنامے اور معمولات زندگی شامل ہیں، کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اس لفظ کے لغوی معنی میں چلنے پھرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔اس لئے ابتداء میں یہ لفظ غزوات کے لئے

استعمال ہوتا تھا، کیونکہ جہاد وغزوات میں جگہ کی تبدیلی کے لئے سفر لازمی ہوتا ہے بلکہ:

"اول امورھا السیرإلی الغزوہ" یعنی میدان جنگ کی طرف چل کر جانے سے جہاد و مغازی کی ابتداء ہوتی ہے۔" [۱۲]

لہٰذا جن کتب میں غزوات اور جنگوں کا بیان ہوتا تھا، انہیں "کتاب السیر" یا "کتاب المغازی" کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد اس لفظ کے مفہوم میں بڑی وسعت پیدا ہوگئی۔ اور مذہبی، معاشرتی معاشی غرضیکہ زندگی کے بیشتر امور اس کے مفہوم میں داخل ہوگئے۔ اسی لئے جب ہم سیرت النبی (ﷺ) کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں حضور اکرم (ﷺ) کے حسن اخلاق، طرز زندگی، حیات مقدسہ میں پیش آنے والے واقعات، منصب رسالت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا طریقہ، اس عظیم مشن کی تکمیل میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کی خاطر اگر ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آئی اور فوجی مہمات درپیش ہوئیں، ان کے احوال شامل ہوتے ہیں۔

نیز احادیث کی تمام اقسام سیرت النبی ﷺ کا حصہ ہیں، کیونکہ آپؐ کا قول، فعل اور آپؐ کا سکوت یعنی صحابہ کے اعمال پر خاموشی اختیار فرمانا بھی حدیث ہے۔ یہ تمام امور آپؐ کے عادات واخلاق کے بھی آئینہ دار ہیں اور آپ ﷺ کی پسند وناپسند کا اظہار بھی ان سے ہوتا ہے۔

مزید برآں لفظ "سیرت" کے مفہوم میں مزید وسعت پیدا کی گئی اور نبی کریم (ﷺ) کی حیات طیبہ کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تاریخ کی دوسری اہم اور مشہور شخصیات کی سوانح حیات کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً سید سلیمان ندوی کی "سیرت عائشہؓ" شاہ معین الدین احمد ندوی کی "سیرت الصحابہ"، شبلی نعمانی کی "سیرت النعمان" عبد السلام ندوی کی "سیرت عمرؓ بن عبدالعزیز" وغیرہ

ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے میں "تمام اشخاص کی سوانح حیات کو "سیرت" کہنا زیادتی ہے۔ سیرت کے لفظ کو اصولی طور پر آنحضرت ﷺ کے حالات ہی سے مخصوص سمجھنا چاہئے۔" [۱۳]

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ کی بنیاد رسالت پر ہے، آپؐ کا عمل قرآن حکیم کی تفسیر ہے، لہٰذا سیرت نبوی کے الفاظ محض چند تاریخی واقعات وسوانح ہی کو احاطہ نہیں بلکہ سارا قرآن، اس کی تعلیمات، عقائد و ارکان، عبادات، معاملات، معاشرت سب کچھ اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سیرت کا لفظ جب نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مفہوم انتہائی وسیع ہو جاتا ہے اور اس میں آپؐ کی ذات پاک کے حالات کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات، اہل بیت عظام، صحابہ کرام، حالات قبل از ولادت با سعادت بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

موجودہ دور میں لفظ سیرت انگریزی لفظ life کے معنی میں مستعمل ہے اور Life کو عربی میں ''حیاۃ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حسین ہیکل نے بھی سیرت النبی ﷺ پر جو کتاب تحریر کی ہے، اس کو حیاۃ محمد ﷺ کا نام دیا ہے۔ مختلف کتب میں ''سیرت'' کا اصطلاحی مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ا۔ ''اصطلاح میں ''سیرت'' سے مراد آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی اور اخلاق وعادات کا بیان ہے۔'' [۱۴]

۲۔ ''سیرت'' کے معانی میں خصوصیت سے آنحضرت ﷺ کے مغازی کا بیان اور بعد از اں آپ ﷺ کی زندگی کے حالات کا بیان شامل ہو گیا۔'' [۱۵]

۳۔ مغازی ان جنگوں کو کہتے ہیں جن میں حضور ﷺ خود شریک ہوئے۔ اس اعتبار سے ''مغازی'' کا دائرہ غزوات رسول ﷺ اور شریک جنگ اصحاب رسول ﷺ تک محدود رہنا چاہئے تھا لیکن اس اصطلاح کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اور عہد رسالت کے سارے واقعات پر کیا جانے لگا۔'' [۱٦]

۴۔ تیسری صدی تک جو کتابیں سیرت کے نام سے مشہور ہیں۔ مثلاً سیرت ابن ہشام، سیرت ابن عائذ، سیرت اموی وغیرہ۔ ان میں زیادہ تر غزوات ہی کے حالات ہیں، البتہ زمانہ مابعد میں مغازی کے سوا اور چیزیں بھی داخل کر لی گئیں۔ مثلاً ''مواہب لدنیہ'' میں غزوات کے علاوہ سب کچھ ہے۔'' [۱۷]

۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے غیر مسلموں سے امن وجنگ کے زمانے کے احکام کو بھی ''سیر'' قرار دیا ہے۔ [۱۸]

٦۔ قاری محمد طیب صاحب سیرت کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''سرکار دو عالم ﷺ، فخر بنی آدمؑ، رسول الثقلین کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں، بلکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی سیرت ہے، جو کسی شخص واحد کا دستور زندگی نہیں بلکہ جہانوں کے لئے ایک مکمل دستور حیات ہے۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا جائے گا اسی حد تک انسانی زندگی کی استواری و ہمواری کے لئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔''[19]

۷۔ ''آنچہ متعلق بوجود پیغمبر ﷺ وصحابہ کرام وآل عظام است واز ابتدائے تولد آنجناب ﷺ تا غایت وفات آں را سیرت گویند''[20]

جو کچھ ہمارے پیغمبر ﷺ، حضرات صحابہ اور آل عظام کے مبارک وجود کے ساتھ متعلق ہو اور آنجناب ﷺ کی پیدائش سے وفات تک واقعات پر مشتمل ہو، سیرت کہتے ہیں۔

۸۔ علامہ شبلی نعمانی سیرت اور صاحب سیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ''عالم انسانی اپنی تکمیل کے لئے ہمیشہ ایسے جامع کامل کا محتاج رہا جو صاحب شمشیر و نگیں بھی ہو اور گوشہ نشین بھی، بادشاہ کشور کشا بھی ہو اور گدا بھی، فرمانروائے جہاں بھی ہو اور سجہ گرداں بھی، مفلس قانع بھی ہو اور غنی دریا دل بھی، یہ برزخ کامل، یہ ہستی جامع، یہ صحیفہ یزدانی، عالم کون کی آخری معراج ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ عالم فانی کی کوئی چیز ابدی نہیں، اس لئے یہ ہستی جامع دنیا میں آکر ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ضرور ہے کہ اس کی زبان کا ایک ایک حرف، اس کی حرکات وسکنات کی ایک ایک ادا، اس کے حلیۂ وجود کے ایک ایک خط و خال کا عکس لے لیا جائے کہ مراحل زندگی میں جہاں ضرورت پیش آئے، رہنمائی کے کام آئے۔''[21]

لفظ سیرت کا استعمال قرآن مجید میں:

لفظ ''سیرۃ'' کا مادہ س ی ر قرآن کریم میں مختلف صیغوں کے ساتھ متعدد مقامات پر لغوی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ جبکہ لفظ ''سیرۃ'' قرآن حکیم میں صرف ایک مقام پر آیا ہے:

سنعیدھا سیرتھا الاولی [22]

ترجمہ: اب ہم اسے پھر پہلی حالت پر پھیر دیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ ''سیرۃ'' ہیئت، حالت اور شکل صورت کے معنوں میں آیا ہے۔ یہ اس واقعہ کا بیان ہے جب حضرت موسیٰؑ کا عصا اللہ کے حکم سے اژدھے کی صورت اختیار کر گیا تھا اور حضرت موسیٰؑ حیران و پریشان ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ سے فرمایا کہ خوف نہ کھاؤ۔ ہم اسے دوبارہ پہلی شکل میں لے آئیں گے۔

فلما قضیٰ موسی الا جل و سار باھلہٖ ؎۲۳

ترجمہ: پھر جب موسیٰ اس مدت کو پورا کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوئے (چلے)۔
اس آیت مبارکہ میں ''سار'' کا لفظ چلنے یا روانہ ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اولم یسیرو ا فی الارض ؎۲۴
ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں۔

اس آیت مقدسہ میں ''یسیروا'' کا لفظ آیا ہے اور سفر کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے کہ کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا حال ہوا۔

وتسیرو الجبال سیراً ہ ؎۲۵
ترجمہ: اور پھٹ پھٹ کر پہاڑ چلیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں س ی ر کا مادہ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے پہاڑوں کی حالت کے معنوں میں کہ وہ پھٹ جائیں گے اور پھر چلنے کے معنوں میں پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔

فاقرء و اما تیسر من القرآن ط ؎۲۶
ترجمہ: پس پڑھ لیا کرو قرآن جتنا تم سے آسانی سے ہو سکے۔

یہاں تیسر کا لفظ آیا ہے جو ایک کیفیت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی سہولت اور آسانی کی کیفیت۔

ان ہی معنوں میں سورۃ المدثر میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔علی الکفرین غیر یسیر ٥ (کافروں پر یہ دن (قیامت کا دن) آسان نہیں ہوگا)۔ ۲۷

لفظ ''سیرت'' کا استعمال احادیث میں:

احادیث مبارکہ میں بھی لفظ ''سیرۃ'' لغوی اور اصطلاحی دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔

۱. وعن جابر قال: قال رسول اللہ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر ۲۸

ترجمہ: میری مدد کی گئی ہے ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ذریعہ۔

اس حدیث مبارکہ میں ''مسیرہ'' کا لفظ استعمال ہوا، جس کے معنی فاصلے کے ہیں۔

۲۔ وعن جبیر بن مطعم بینما ھو یسیر مع رسول اللہؐ مقفلہ من حنین ۲۹

ترجمہ: جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ اس اثنا میں کہ غزوہ حنین سے واپسی پر وہ رسول اللہؐ کے ساتھ چل رہے تھے۔

یہاں ''یسیر'' کا لفظ آیا ہے جو چلنے کے معنی میں ہے۔

۳. وعن عائشۃ قالت: قال رسول اللہؐ یا عائشۃ! لو شئت لسارت معی جبال الذھب. ۳۰

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ! اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں) اس حدیث میں بھی یہ لفظ چلنے کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

۴. وانا علیٰ ناضح لنا قد اعیا فلا یکاد یسیر ۳۱

ترجمہ: میں اپنے ایک اونٹ پر سوار تھا۔ چونکہ وہ تھک چکا تھا اس لئے بہت دھیرے دھیرے چل رہا تھا۔

اس حدیث میں بھی چلنے کے معنی میں ہے۔

۵. قام علی علَی المنبر فذکر رسول اللہؐ فقال قبض رسول اللہؐ واستخلف ابو بکرؓ. فعمل بعملہ وسار بسیرتہ حتیٰ قبضہ اللہ عزوجل علَی ذالک ثم استخلف عمرؓ علی ذالک فعمل بعملھا وسار سیرتھما حتیٰ قبضہ اللہ علیٰ ذالک۔ ۳۲

ترجمہ: حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور رسول اللہ (ﷺ) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: جب

آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی تو آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلیفہ منتخب کئے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ جیسے کام کئے اور آپ ؐ کی سیرت پر چلے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کر لیا۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان دونوں جیسے کام کئے اور ان کی سیرت پر چلے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کر لیا۔)

اس حدیث پاک میں سیرۃ کا لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں آیا ہے۔

۶۔ عن ابی وائل قال: قلت لعبدالرحمٰن بن عوف کیف بایعتم عثمانؓ و ترکتم علیاؓ. قال ماذ نبی قد بر آت بعلیؓ. فقلت ابا یعک علیٰ کتاب اللہ وسنۃ رسولہ و سیرۃ ابیؓ بکر و عمرؓ قال فقال فیما استطعت قال ثم عرضتها علیٰ عثمان فقبلها۔ ۳۳

ترجمہ: حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ آپ لوگوں نے حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت عثمانؓ کی بیعت کیوں کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سیرت ابو بکرؓ و عمر پر تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ "میں ان میں سے جتنی بات کی استطاعت رکھونگا، اسے سر انجام دونگا۔" پھر میں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں یہی بات پیش کی تو انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔

"سیرۃ" کے مماثل الفاظ:

"سیرۃ" کے لغوی اور اصطلاحی معنی و مفہوم ملاحظہ کرنے کے بعد آیئے ہم اس کے چند مماثل الفاظ کا جائزہ لیتے ہیں:

لغوی اعتبار سے سیرت، حدیث، سنت، اسوہ، سبیل، صراط، یہ تمام الفاظ تقریباً ہم معنی ہیں اور ان کا مطلب ہے راستہ یا طریقہ۔ اصطلاحی لحاظ سے ان الفاظ کے معانی ایسا راستہ یا طریقہ ہے جو قرآن و سنت کے مطابق ہو۔

"السنة، والاسوة، والسبیل، والصراط، کلمات متقاربة فی المعنی، وهی عبارة عن الطریقة المتبعة فی الدین سواء أکانت من الکتاب أم من السنة۔ ۳۴

(۱) سنت:

سنت کی لغوی تعریف:

سنت کے لغوی معنی سیرت اور طریقہ ہے، خواہ اچھا ہو یا برا۔

مختلف لغات میں سنت کے معنی یہی بتائے گئے ہیں۔

(۱) السنة: السيرة حسنة كانت أؤ قبيحة۔ ۳۵

ترجمہ: سنت کے معنی سیرت ہے خواہ اچھی ہو یا بری۔

(۲) والسنة: في الاصل ليست مساوية للحديث، فانها تبعاً لمعناها اللغوى. كانت تطلق على الطريقة الدينية التي سلكها النبيؐ في سيرته المطهرة لان معنى السنة اللغة الطريقة۔ ۳۶

اصل میں سنت حدیث کے مساوی نہیں ہے بلکہ لغوی اعتبار سے یہ اس کے تابع ہے۔ اس کا اطلاق دین میں اس طریقہ یا راستہ پر ہوتا ہے جو نبی کریمؐ نے اختیار فرمایا اپنی سیرت پاک میں اس لئے لغت میں سنت کے معنی راستے کے ہیں۔

(۳) السنة، السيرة حسنة كانت او قبيحة. ۳۷

ترجمہ: سنت، سیرت کو کہتے ہیں خواہ اچھی ہو یا بری۔

(۴) ان السنة معناها في اللغة "الطريقة"، "والعادة" "والسيرة" سواء كانت سيئة او حسنة۔ ۳۸

ترجمہ: سنت کے لغوی معنی طریقہ، عادت اور سیرت کے ہیں خواہ وہ بری ہو یا اچھی۔

(۵) تطلق السنة في اللغة ويراد بها الطريقة، سواء كانت محمودة أو مذمومة۔ ۳۹

ترجمہ: لغت میں سنت کا اطلاق اور اس سے مراد طریقہ ہے۔ خواہ اچھا ہو یا برا۔

(۶) السنة: الطريقة المحمودة المستقيمة۔ ۴۰

ترجمہ: سنت عمدہ اور سیدھے طریقہ کو کہتے ہیں۔

(۷) وقیل هی بمعنی العادة۔ [۴۱]

ترجمہ: اور کہا گیا کہ اس کے معنی عادت کے ہیں۔

(۸) والسنة عندالفقهاء: ماثبت عن النبی(ﷺ) من غیر افتراض ولا وجوب. [۴۲]

ترجمہ: فقہاء کے نزدیک سنت وہ (احکام) ہیں جو حضور ﷺ سے ثابت ہوں اور جو نہ فرض ہوں اور نہ واجب ہوں۔

(۹) وعند علماء الحدیث: تطلق السنة علی ما اثر عن النبی(ﷺ) من قول أوفعل اوتقریر۔ [۴۳]

ترجمہ: محدثین کے نزدیک: سنت کا اطلاق حضور اکرم ﷺ کے اس قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے جو کہ حضور ﷺ سے منقول ہو۔

(۱۰) وأما عند علماء الاصول: فالسنة تطلق علی ماجاء منقولاً عن النبی(ﷺ) علی الخصوص ممالم ینص علیه فی اللکتاب العزیز من قول أوفعل أو تقریر من الامور الدینیة۔ [۴۴]

ترجمہ: اور بہر حال علماء اصول کے نزدیک: سنت کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو منقول ہو حضور اکرم ﷺ سے خاص طور پر جن احکامات کے بارے میں قرآن میں نص موجود نہ ہو خواہ قول یا فعل یا تقریر کی صورت میں ہو اور ان کا تعلق دینی امور سے ہو)۔

سنت کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاح شرع میں سنت سے مراد نبی کریم ﷺ کے افعال مبارکہ، اقوال اور آپ ﷺ کا سکوت ہے۔ یعنی وہ امور جو آپ ﷺ خود سرانجام دیتے تھے۔ ان میں روزانہ کے عمومی افعال شامل ہیں، یہ سنت فعلی ہے۔ سنت قولی میں آپ ﷺ کے فرمودات وارشادات داخل ہیں اور سکوت یا سنت تقریری میں وہ امور آتے

ہیں جو صحابہ کرام آپ ﷺ کے سامنے سر انجام دیتے تھے اور آپ ﷺ انہیں منع نہیں فرماتے تھے۔ گویا آپ ﷺ کی طرف سے ان امور کی اجازت تھی۔

شرع اسلام میں سنت کے لفظ کا اطلاق ان تمام امور پر ہوگا جو نبی کریم (ﷺ) سے منقول ہیں، اسی طرح ان دلائل پر بھی جو نبی کریم (ﷺ) سے قولاً یا عملاً ثابت ہوئے لیکن وہ قرآن نہیں یعنی وحی غیر متلو ''سنت'' ہے۔

(۱) فی الشرع فقد تطلق علی ماکان من العبادات نافلة منقولة عن النبی علیه السلام، وقد تطلق علی ما صدر عن الرسول من الادلة الشرعیة مما لیس بمتلو ویدخل فی ذالک اقوال النبیؐ علیه السلام و افعاله و تقاریره. ۴۵

ترجمہ: شریعت میں اس کا اطلاق ان نفلی عبادات پر ہوتا ہے جو حضور اکرم ﷺ سے منقول ہوں اور کبھی اس کا اطلاق ان ادلہ شرعیہ پر بھی ہوتا ہے جو کبھی وحی غیر متلو کی صورت میں حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمائے۔ اور اس طرح اس میں حضور اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر شامل ہیں۔

(۲) اذا اطلق لفظ السنة فی الشرع فانما یرا دبهاما امربه الرسول و نهی عنه و ندب الیه قولاً و فعلاً، وهذا یقال فی ادلة الشرع الکتاب و السنة، ای القرآن و الحدیث۔ ۴۶

ترجمہ: جب لفظ سنت کا اطلاق شریعت میں کیا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ اوامر و نواہی ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائے اور وہ قول و فعل جو کہ مستحب کے درجے پر فائز ہیں اسی لئے ادلہ شرعیہ سے مراد کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث ہے۔

لفظ سنت کا استعمال قرآن مجید میں:

قرآن کریم میں لفظ سنت کا استعمال طریقہ کے معنی میں ہوا ہے۔ یعنی اللہ کی حکمت کا طریقہ۔ یہ لفظ قرآن کریم میں متعدد بار اسی مفہوم میں آیا ہے:

(۱) قد خلت من قبلکم سنن ۴۷

ترجمہ:یقیناً تم سے قبل مختلف طریقے گزر چکے ہیں۔

یعنی مختلف طور طریقے اور ان طور طریقوں پر عمل کرنے والے یعنی گذشتہ امتیں اور قومیں۔ یہاں سنت کا لفظ جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے یعنی ''سنن''۔

(۲) یرید اللہ لیبین لکم و یھدیکم سنن الذین من قبلکم ۴۸؎

ترجمہ:اللہ چاہتا ہے کہ تم سے احکام کھول کر بیان کردے اور تم کو تم سے قبل والوں کے طور طریقے بتادے۔

یہاں بھی جمع کا صیغہ یعنی ''سنن'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(۳) لایومنون بہ وقد خلت سنۃ الاولینo ۴۹؎

ترجمہ:یہ اس (قرآن) پر ایمان نہیں لاتے۔ (یہ) دستور پہلوں سے چلا آتا ہے۔

یعنی گزشتہ اقوام کا دستور اور طور طریقے۔

(۴) ما کان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ ط سنۃ اللہ فی الذین خلو من قبل ط ۵۰؎

ترجمہ: نبی ﷺ کے لئے اللہ نے جو کچھ مقرر کردیا تھا، اس پر اس باب میں کچھ الزام نہیں۔ اللہ کا یہی معمول رہا ہے، ان پیغمبروں کے بارے میں جو آپؐ سے پیشتر ہو چکے ہیں۔

یعنی اللہ کی سنت سے مراد اللہ کا عمل ہے، اللہ کا معمول جو اپنے پیغمبروں کے ساتھ اس نے فرمایا ہے۔

(۵) سنۃ اللہ فی الذین خلو امن قبل ج ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً o ۵۱؎

ترجمہ:اللہ کا یہی دستور رہا ہے ان لوگوں میں بھی جو ان سے پیشتر گزر چکے ہیں اور آپؐ اللہ کے دستور میں ردو بدل نہ پائیں گے۔

یہاں بھی سنت کا لفظ اللہ کے دستور اور طریقہ و عمل کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(۶) فھل ینظرون الا سنت الاولین ج فلن تجد لسنت اللہ تبدیلاً ج ولن تجد لسنت اللہ تحویلاًo ۵۲؎

ترجمہ:سو کیا یہ اسی آگے والوں کے دستور کے منتظر ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور نہ آپ ﷺ اللہ کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا دیکھیں گے۔

یعنی یہ کفار اسی عمل کے منتظر ہیں جو اللہ نے گذشتہ نافرمان امتوں کے ساتھ فرمایا تھا۔ یعنی اسی طریقہ کا عذاب۔ اللہ کا دستور یا عذاب دینے کا طریقہ نہ تو بدلتا ہے اور نہ منتقل ہوتا ہے یعنی جس کے لئے جو سزا جس وقت پر اللہ نے مقرر کر دی ہے، وہ ہو کر رہے گا۔

(۷) سنة الله التی قد خلت من قبل ج و لن تجد لسنة الله تبديلاً ٥ ۵۳

ترجمہ: اللہ نے یہی دستور (طریقہ) رکھا ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور آپ ﷺ اللہ کے دستور (طریقہ) میں کوئی ردوبدل نہ پائیں گے۔

یعنی اللہ نے جو قواعد و ضوابط مقرر کر رکھے ہیں، وہ بدل نہیں سکتے۔

قرآن حکیم میں لفظ ''سنت'' سولہ مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ ۵۴

لفظ سنت کا استعمال احادیث میں:

احادیث مبارک میں لفظ ''سنت'' بہت زیادہ استعمال ہوا ہے اور نبی کریم ﷺ کے افعال مقدسہ یعنی حدیث فعلی سنت ہی کے ہم معنی ہے۔

(۱) من احيا سنتی فقد احيانی. ۵۵

ترجمہ: جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس نے مجھے زندہ کیا۔

یعنی جس نے حضور اکرم (ﷺ) کے طور طریقوں کو قائم رکھا، اس پر عمل کیا، گویا اس نے حضور اقدس کی ذات گرامی کو قائم رکھا۔

(۲) من احب سنتی فقد احبّنی. ۵۶

ترجمہ: جس نے میری سنت (طور طریقے، اعمال) سے محبت کی، گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔

(۳) عليكم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين المهديين. ۵۷

ترجمہ: تم پر میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازمی ہے۔

(۴) من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها، و اجر من عمل بها بعده' من غير ان

ینقص من أجور هم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة، کان علیه و زرها و وزر من عمل بهامن بعده، من غیر أن ینقص من اوز ارهم شیء۔ ۵۸

ترجمہ: جواسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کرتا ہے اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے (ان کے برابر کا اجر بھی) جاری کرنے والے کو ملے گا۔ جبکہ عمل کرنے والے کے اجر میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کیا۔ اس کا وبال اس پر ہے اور ان کا وبال بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کی سزا میں سے کوئی کمی بھی نہیں کی جائے گی۔

حدیث:

عربی زبان میں ''حدیث'' کے معنی نئی بات، نئی چیز، کوئی اہم واقعہ، گفتگو اور کلام کے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عرب قبائل اپنی لڑائیوں اور فتوحات کے واقعات کو محفوظ کر لیتے تھے اور ان کو 'ایام العرب'' کے نام سے یاد رکھتے تھے۔ یہ ان کی تاریخ کے اہم دن ہوا کرتے تھے۔ ان ایام کو وہ ''احادیث'' کہا کرتے تھے۔

گفتگو اور کلام کو بھی ''حدیث'' کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

خیر الحدیث کتاب اللہ یا احسن الحدیث کتاب اللہ یعنی بہترین گفتگو یا بہترین کلام اللہ کا ہے۔

حدیث کے لفظ میں قدیم کی ضد بھی ہے۔ ''یہ قدیم کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گی، ازلی اور ابدی ہے، اس لئے اس کا کلام بھی ازلی اور ابدی ہے۔ قرآن مجید قدیم ہے اور اگر وہ کلام قدیم ہے تو گویا اس کے سیاق وسباق میں حدیث رسول کو کلام حدیث یعنی نیا کلام قرار دیا گیا۔ دونوں وحی الٰہی ہیں۔ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔ ایک کلام قدیم ہے جو قدیم سے چلا آرہا ہے، ایک کلام نو ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد سے آپ ﷺ کے زمانہ حیات میں آپ ﷺ کے ذریعہ انسانوں تک پہنچا۔ اس لئے بھی علم حدیث کو ''حدیث'' کہا جاتا ہے۔'' ۵۹

حدیث کی لغوی تعریف:

مختلف لغات میں حدیث کی تعریف اس طرح کی گئی ہے

(۱) حدیث: جدید، نیا، عجیب، تازہ، ماڈرن، وقت کے مطابق

حدیث: کلام: بات چیت، کلام، گفتگو۔

حدیث: خبر: روایت: رپورٹ، معلومات، داستان، قصہ

حدیث: مقابل: انٹرویو

الحدیث: الحدیث الشریف، حضور اکرم (ﷺ) کے قول، فعل اور ایسا قول فعل جس کو دیکھ کر یا سن کر آپ ﷺ نے سکوت فرمایا ہو۔ [۶۰]

(۲) عند المسلمین، ھو اقوال النبی ﷺ وافعالہ۔ [۶۱]

ترجمہ: مسلمانوں کے نزدیک وہ نبی ﷺ کے اقوال وافعال ہیں۔

(۳) حدیث: بات، گفتگو، نئی چیز، ضد، قدیم، ج حداث، حدثاء نبی کریم (ﷺ) کی بیان کی ہوئی بات یا آپ ﷺ کی خبر۔ ج احادیث، حدثان۔ [۶۲]

(۵) الحدیث: کل ما یتحدث بہ من کلام

ترجمہ: ہر بات جو بولی جاتی ہے، حدیث ہے۔

فی اصطلاح المحدثین: قول أو فعل أو تقریر نسب إلی النبی (ﷺ)۔ [۶۳]

ترجمہ: (محدثین کی اصطلاح میں ہر قول، فعل اور خاموشی جس کی نسبت رسول اللہ (ﷺ) کی طرف ہو حدیث ہے)

(۶) الحدیث: الخبر قلیلۃ وکثیرۃ وجمعہ (احادیث) علی غیر القیاس۔ [۶۴]

ترجمہ: حدیث کے معنی خبر ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ اور اس کی جمع احادیث ہے۔ جو غیر قیاسی ہو۔

(۷) والحدیث فی اللغۃ: ضد القدیم، ویستعمل فی اللغۃ ایضاً حقیقۃ فی الخبر، [۶۵] (لغت میں حدیث قدیم کی ضد ہے اور یہ لغت میں خبر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے)۔

(۸) الحدیث فی اللغۃ الکلام الذی یصدر من المتکلم، ثم ینقل عنہ بوساطۃ الصوت

ممن سمعه منه اوبوساطة الكتابة منه' وعلى هذا إذا نسب الحديث إلى الرسول كان معناه القول الذى تكلم به۔ ۶۶

ترجمہ: لغت میں حدیث متکلم کی بات کو کہتے ہیں۔ پھر وہ بات لوگوں تک پہنچتی ہے آواز کے ذریعہ یا تحریر کے ذریعہ۔ اور جب اس کی نسبت رسول اللہ (ﷺ) کی جانب ہوتی ہے تو اس کے معنی ہر وہ بات ہوتی ہے جو آپ ﷺ نے فرمائی۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف:

الحديث هو اسم من التحديث، وهو الاخبار، ثم سمى به قول، أو فعل، أو تقرير. نسب إلى النبى (عليه الصلاة والسلام)۔ ۶۷

ترجمہ: اصطلاح شریعت میں حدیث سے مراد ایسا قول، فعل اور تقریر ہے جس کی نسبت رسول اللہ (ﷺ) کی طرف ہو۔

لہٰذا محدثین نے صحابہ وتابعین کے اقوال، افعال پر بھی اس کا اطلاق کیا ہے۔ کیونکہ صحابہ وتابعین بھی جو عمل کرتے تھے یا جو بیان کرتے تھے، اس کی نسبت رسول اللہ (ﷺ) کی جانب ہوتی تھی۔

علماء حدیث نے شریعت کی رو سے حدیث کی اسطرح تعریف کی ہے:

(۱) المراد بالحديث فى الشرع ما اضيف إلى النبى (ﷺ) كانه اريد به مقابلة القرآن لانه قديم۔ ۶۸

ترجمہ: عرف شرع میں حدیث سے مراد وہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو۔ گویا اس سے مراد قرآن کے مقابل ہے چونکہ وہ قدیم ہے۔

علم حدیث ایک مستقل علم ہے۔ چنانچہ علماء حدیث نے حدیث کی تعریف کا تعین روایت اور درایت کے نقطہ نظر سے اس طرح کیا ہے:

(۲) علم حدیث روایة: علم یشتمل علی اقوال النبی (ﷺ) وافعاله وتقریراته، وصفاته، و روایتها وضبطها و تحریر الفظها۔

علم حدیث درایة: علم بقوانین یعرف بها احوال المسند والمتن ۔ ۶۹

ترجمہ: علم حدیث روایت کے اعتبار سے ایک ایسا علم ہے جو رسول اللہ (ﷺ) کے اقوال، افعال، تقاریر، اور صفات اور اس کی روایت، اسے ضبط کرنے اور اس کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہے۔ علم حدیث درایت کے لحاظ سے ان قوانین کا علم ہے جس سے سند اور متن کے احوال جانے جاتے ہیں۔

الکافجیؒ نے روایت اور درایت دونوں اعتبار سے علم حدیث کی جامع تعریف کی ہے:

(۳) فھو علم یقتدر به علی معرفة اقوال الرسول ﷺ وافعاله علی وجه مخصوص کالا تصال اوالارسال ونحوھا، ویطلق ایضاً علی معلومات وقواعد مخصوصة کما تقول: فلاں یعلم الحدیث ترید به معلوماته وقواعده۔ ۷۰

ترجمہ: یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے رسول اللہ کے اقوال اور افعال کی معرفت ایک خصوصی پہلو سے حاصل ہوتی ہے جیسے اتصال و ارسال وغیرہ اور اس کا اطلاق خاص معلومات و قواعد پر بھی ہوتا ہے جیسے تم کہو کہ اس شخص کو حدیث کا علم ہے اور تمہاری مراد اس سے اس کی حدیث کی معلومات اور قواعد ہوں۔

علامہ سیوطی نے علم حدیث کی تعریف موضوع اور مقصد کے بارے میں ابن الاکفانی کا ایک جامع بیان نقل کیا ہے جس کے مطابق

(۴) ”علم الحدیث الخاص بالروایة ”علم یشتمل علی اقوال النبی (ﷺ) وافعاله وروایتها، وضبطها وتحریر الفاظها“ وعلم الحدیث الخاص بالدرایة ”علم یعرف منه حقیقة الروایة وشروطها وانواعها واحکامها وحال الرواة وشروطهم واصناف المرویات وما یتعلق بها۔ ۷۱

ترجمہ: علم حدیث جو روایت سے مختص ہے، ایسا علم ہے جو نبی (ﷺ) کے اقوال وافعال، ان کی

روایت، ان کو ضبط کرنے اور ان کے الفاظ کو تحریر کرنے پر مشتمل ہے اور علم الحدیث جو درایت سے مختص ہے وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعہ روایت کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی انواع، اس کے احکام، راویوں کے احوال اور ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(۵) وفی اصطلاح علماء الاسلام: ماأضیف إلی النبی (ﷺ) من قول أوفعل أوتقریر أو وصف خَلقی أوخُلقی ۲؎

ترجمہ: علماء اسلام کی اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ بات ہے جس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہو۔ خواہ وہ قول ہو، فعل ہو یا تقریر ہو۔ اور وہ پیدائشی ہو یا اخلاقی۔

لفظ ’’حدیث‘‘ کا استعمال قرآن مجید میں:

قرآن مجید میں ’’حدیث‘‘ کا لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ خود قرآن حکیم کے لئے بھی لفظ ’’حدیث‘‘ آیا ہے۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر یہ لفظ مختلف صیغوں میں موجود ہے۔

مثلاً: فلیاتوا بحدیث من مثلہٖ ۳؎

ترجمہ: اس جیسا کوئی کلام بنا کر لے آؤ۔

یہاں قرآن حکیم کے لئے لفظ حدیث استعمال ہوا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

فجعلنٰھم احادیث ۴؎

ترجمہ: تو ہم نے انھیں کہانیاں کر دیا۔

اس آیت کریمہ میں یہ لفظ جمع کے صیغہ میں آیا ہے۔ یعنی نافرمان قوموں کے حالات کو ہم نے بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت آموز کہانیاں بنا دیا۔ گویا حدیث کا لفظ کہانی اور قصوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مایاتیھم من ذکر من ربھم محدث ۵؎

ترجمہ: جب ان کے رب کے پاس سے انھیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ''محدث'' کا لفظ آیا ہے اور معنی میں نئی نصیحت یا نئی بات مراد ہے۔

قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شی حتّٰی احدث لک منه ذکراo ۷۶؎

ترجمہ: کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا۔ جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

یہاں احدث کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی میں بیان کروں کوئی بات میں خود بتاؤں۔ یہاں یہ لفظ ذکر یا بیان کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

وکذلک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ۷۷؎

ترجمہ: اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔

سورۃ یوسف کی اس آیت میں احادیث کا لفظ وارد ہوا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں باتوں (احادیث) سے مراد کتب سابقہ اور واقعات انبیاء سے متعلق علم ہے۔

ولا یکتمون اللہ حدیثا o ۷۸؎

ترجمہ: اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

آیت بالا میں حدیث کا لفظ ''کوئی بات'' کے معنی میں آیا ہے۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً ج ۷۹؎

ترجمہ: اور جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی۔

اس آیت مقدسہ میں بھی حدیث کا لفظ بات کے معنی میں آیا ہے۔

ومن اصدق من اللہ حدیثاo ۸۰؎

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہے۔

یہاں بھی حدیث کا لفظ لغوی یعنی بات کے لئے استعمال ہوا ہے۔

فلعلک باخع نفسک علیٰ اثارھم ان لم یؤمنو ابھٰذا الحدیث اسفاo ۸۱؎

ترجمہ: تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے، ان کے پیچھے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی حدیث کا لفظ بات کے معنی میں آیا ہے اور ''اس بات'' سے مراد قرآن حکیم

ہے۔یعنی حدیث کالفظ قرآن کیلئے استعمال ہوا ہے۔

وھل اتٰک حدیث موسیٰ ۝ ۸۲

(اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی)

ترجمہ: یہاں حدیث کالفظ خبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ھل اتٰک حدیث الجنود ۝ ۸۳

ترجمہ: کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی۔

یعنی ان لشکروں کی بات یا خبر تمہیں معلوم ہے جو کفار انبیاء سے مقابلہ کے لئے لائے تھے۔گویا یہاں بھی لفظ حدیث وہی لغوی معنی میں استعمال ہوا۔

فبای حدیث م بعدہ یؤمنون ۝ ۸۴

ترجمہ: پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

یہاں بھی حدیث سے مراد قرآن حکیم ہے۔یعنی کس حدیث پر وہ ایمان لائیں گے۔کیونکہ یہ حدیث یعنی قرآن تو آخری کتاب ہے۔

واما بنعمۃ ربک فحدث ۝ ۸۵

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یعنی خوب گفتگو کرنا، ذکر کرنا، خبر دینا، فحدث فرما کر حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کے بارے میں خوب بیان کرو اور اس ذکر کو پھیلاؤ۔

لفظ ”حدیث“ کا استعمال احادیث میں:

احادیث مبارکہ میں بھی لفظ حدیث اکثر لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔نبی کریم (ﷺ) کی گفتگو حدیث ہی کہلاتی ہے۔ذیل میں ایسی چند احادیث تحریر کی جاتی ہیں جن میں یہ لفظ موجود ہے۔

(۱) عن ابی ہریرۃ قال بینما النبی ﷺ فی مجلسٍ یحدث القوم جآءہٗ اعرابی فقال

متی الساعة، فمضی رسول الله (ﷺ) یحدث فقال بعض القوم سمع ماقال فکرہ، ماقال، وقال بعضھم لم یسمع حتی اذا قضٰی حدیثة۔ ۸۶

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) لوگوں میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور اس نے دریافت کیا قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی بات جاری رکھی۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو اعرابی کی بات پسند نہ تھی اسلئے سنی ان سنی کر دی۔ بعض کا خیال تھا کہ آپ ﷺ نے اس کی بات سنی ہی نہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی بات مکمل کی)۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ فعل کے طور پر اور دوسری جگہ اسم کی حیثیت سے یعنی "یحدث" آپ ﷺ گفتگو فرما رہے تھے۔ "حدیثه" اپنی بات۔

(۲) عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ ان من الشجر شجرة لایسقط ورقھا وانھا مثل المسلم فحدثونی ماھی؟ فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبدالله ووقع فی نفسی انھا النخلة فاستحییت ثم قالو حدثنا ماھی یا رسول الله (ﷺ)۔ ۸۷

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے (صحابہ سے) فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمانوں کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ تم مجھے بتاؤ وہ کون درخت ہے؟ لوگوں نے جنگلی درختوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں میرے ذہن میں آ گیا وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر میں نے از راہ شرم نہ بتایا۔ بالآخر صحابہ بولے یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہی بتایئے۔

(۳) عن حفص بن عاصم قال قال رسول الله ﷺ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع۔ ۸۸

ترجمہ: حفص بن عاصم نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی کے جھوٹا، ہونے کے لئے اتنی ہی چیز بہت کافی ہے کہ ہر شنیدہ بات کو بیان کر دے۔

(۴) عمران بن حصين يحدث عن النبی ﷺ انه قال الحيآء لاياتی الابخير فقال بشير بن كعب انه مكتوب فی الحكمة ان منه وقار ا وّ منه سكينة فقال عمران احدثک عن رسول الله وتحدثنی عن صحفک۔ ۸۹؎

ترجمہ: عمر بن حصین نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا حیا سے خیر ہی حاصل ہوتی ہے۔بشیر بن کعب بولے حکمت کی کتابوں میں موجود ہے کہ حیا سے وقار اور سکینت حاصل ہوتی ہے۔عمران نے جواب دیا میں تم سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کررہا ہوں اور تم اپنی کتابوں کی باتیں بیان کررہے ہو۔

(۵) زهير بن حرب انبانا جرير عن الاعمش بهذا اسناد قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بيده لاتدخلون الجنة حتٰی تؤمنو بمثل حديث ابی معاويةو وكيع۔ ۹۰؎

ترجمہ: زہیر بن حرب، جریر اعمش سے یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔باقی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم جب تک مومن نہ ہوگے جنت میں داخل نہ ہوگے۔بقیہ حدیث ابو معاویہ اور وکیع کی حدیث کی طرح ہے۔

اسوۃ:

سیرت، حدیث، سنت اور اسوۃ تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں لیکن بنظر غائر مطالعہ کرنے سے ایک معمولی سا فرق جو ہمیں محسوس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ لفظ ''اسوۃ'' میں تکمیل کا تاثر ملتا ہے۔جب سیرت، احادیث اور سنت کی تکمیل ہوگئی تو وہ اسوۃ بن گئی یعنی مثال اور قابل تقلید نمونہ کامل۔اسوۃ کے معنی عمل کے لئے نمونہ کے ہیں۔انسان کسی دوسرے شخص کی اتباع اور پیروی میں جس طریقہ پر ہوتا ہے اس کو اسوۃ اور نمونہ کہتے ہیں خواہ اچھا ہو یا برا۔اسی لئے لفظ اسوۃ کے ساتھ ''حسنہ'' کا لفظ لگایا جاتا ہے۔کیونکہ نمونہ یا مثال اچھی چیز کو ہی بنانا چاہیے۔گویا لفظ اسوۃ کا تعلق پیروی کرنے والوں سے ہے۔یعنی اتباع کرنے والوں کے لئے ایک منزل جس تک پہنچنے کے لئے سنت، سیرت اور احادیث کی روشنی میں چلنا ضروری ہے۔

"اسوۃ" کی لغوی تعریف:

مختلف لغات میں "اسوۃ" کے مندرجہ ذیل معانی بتائے گئے ہیں:

(۱) الاسوۃ: مایتعزی بہ، ج اُسی واِسی۔ ۹۱

(۲) اسوۃ: قدوۃ، مثال نمونہ، مثال

اسوۃ بہ: خطوط پر، نشانات قدم پر، مانند، جیسا۔ ۹۲

(۳) الاُسوۃ والاِسوۃ: اقتداء نمونہ، وہ چیز جس سے تسلی حاصل کی جائے۔ ۹۳

(۴) الاسوۃ: القدوۃ۔ وما یتعزی بہ والمثل۔ ۹۴

(۵) اُسی واِسی: نمونہ جس کی پیروی کی جائے جس سے تسلی پائی جائے۔ ۹۵

اسوۃ کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں اسوۃ سے مراد اسوۂ حسنہ ہے۔ اسوۃ کے لفظ کو لفظ حسنہ کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ تقلید اور پیروی اچھی بات کی ہی کی جاتی ہے اور اسی کو مثال بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن اور احادیث میں بھی اسوۃ کا لفظ تنہا نہیں آیا بلکہ لفظ حسنہ کے ساتھ مل کر آیا ہے اور انبیاء کرام کے اسوۃ کو "اسوۃ حسنہ" فرمایا گیا ہے۔ خاص طور پر نبی آخر الزماں محمد مصطفی ﷺ کے اسوۃ کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے:

لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنۃ۔ ۹۶

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

اسوۃ کا متبادل لفظ خُلق بھی ہے۔ خلق بھی اچھا یا برا ہو سکتا ہے۔ اسلئے اس لفظ کے ساتھ بھی حسن کا لفظ لگا کر "حسن خلق" کہا جاتا ہے۔

لفظ "اسوۃ" کا استعمال قرآن مجید میں:

قرآن حکیم میں "اسوۃ حسنہ" کا لفظ انبیاء کرام کے اسوۃ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۱) لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنۃ۔ ۹۷

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

کیونکہ اسوۃ کے معنی نمونہ ہے خواہ اچھا ہو یا برا۔" اسی لئے اس آیت مبارکہ میں اسوۃ کو لفظ حسنہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے"۔ ۹۸

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو بہترین نمونہ فرمایا گیا۔ آپ ﷺ کی ذات میں ایسے نیک خصائل اور سنن صالحہ ہیں جو واجب الاتباع ہیں۔

سورۃ الممتحنہ میں لفظ "اسوۃ" دو مرتبہ استعمال ہوا ہے اور حضرت ابراہیمؑ اور آپ پر ایمان لانے والوں کو نمونہ قرار دیا ہے۔

(۲) قد كانت لكم اسوة حسنة فى ابراهيم والذين معه ج ۹۹

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں۔

(۳) لقد كان لكم فيهم اسوة حسنة۔ ۱۰۰

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے ان میں اچھا نمونہ تھا۔

لفظ "اسوۃ" کا استعمال احادیث میں:

احادیث مبارکہ میں بھی لفظ اسوۃ کا استعمال نمونہ کامل کے مفہوم میں ہی ہوا ہے۔ مثال کے طور پر دو احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) فقال عبدالله: اليس لک فى رسول الله، اسوة، فقلت، بلى، والله۔ ۱۰۱

ترجمہ: (سعید بن یسار کا بیان ہے) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: "کیا رسول خدا ﷺ کی پیروی تمہارے لئے کافی نہیں ہے؟ میں عرض گزار ہوا کہ خدا کی قسم کیوں نہیں۔"

(۲) قدم النبى ﷺ فطاف بالبيت سبعا وصلّى خلف المقام ركعتين وطاف بين الصفا والمروة سبعا وقدكان رسول الله ﷺ اسوة حسنة۔ ۱۰۲

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ مکہ تشریف لے گئے۔ سات بار طواف کعبہ کیا۔ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات نماز ادا کی اور سات بار صفا مروہ کا طواف کیا اور تمہارے لئے خدا کے رسول کے عمل میں بہترین نمونہ ہے)۔

سیرت کا موضوع:

سیرت، حدیث، سنت، اسوۃ مختلف لغات میں ان الفاظ کے معانی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ اگر ان میں کوئی باریک سا فرق ہے بھی تو وہ اختلاف کے زمرے میں نہیں آتا۔ لہٰذا ان تعریفات کی روشنی میں سیرت کا جو موضوع متعین ہوتا ہے وہ انتہائی وسیع ہے۔
سیرت کے معنی چال چلن ہے، یعنی حضور اکرم ﷺ کے اخلاق و کردار کا بیان۔ سیرت کے معنی راستہ یا طریقہ بھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا راستہ یا طریقہ جو کہ قرآن و سنت کے احکام ہیں۔ لفظ سیرت کے معنی ہیئت یا حالت بھی ہے، گویا نبی کریم ﷺ کے شکل و شمائل مبارکہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ سیرت کے معنی عادت بھی ہے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کے عادات مبارکہ کا بیان۔ سیرت کے معنی سلوک، رویہ، برتاؤ بھی ہے تو اس میں حضور اکرم ﷺ کا ہر ایک کے ساتھ سلوک کا بھی بیان ہوتا ہے اور سیرت کے معنی سوانح عمری بھی ہے یعنی رحمت اللعلمین ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات کا بیان۔

یعنی سیرت کا موضوع آپ ﷺ کے صرف حالات زندگی ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ سے متعلق ہر بات سیرت کے دائرہ میں آتی ہے حتیٰ کہ کفار و مشرکین کے حالات بھی سیرت کا جزو بن گئے ہیں جو دعوت حق کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے تھے اور آپ ﷺ سے برسر پیکار رہے اور آپ ﷺ پر اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے تھے، چنانچہ سیرت کے موضوع میں وہ تمام واقعات جو مکی اور مدنی دور میں پیش آئے، شامل ہیں اور ان واقعات میں جتنے بھی لوگ شامل رہے خواہ وہ مسلمان تھے یا کافر و منافق وہ سب سیرت کے موضوع میں شامل ہو گئے۔ کیونکہ جب تک کسی چیز کی ضد نہ بتائی جائے اس چیز کی اہمیت پوری طرح واضح نہیں ہوتی۔ زندگی کی اہمیت بتانی ہو تو موت کا ذکر بھی لازمی ہے، تندرستی کے فوائد بتانا

ہوں تو امراض کے نقصانات بھی سامنے لانا ہونگے، روشنی کی بات کی جائے تو اندھیرے کا تذکرہ بھی کرنا ہوگا، عدل کا بیان ہوگا تو ظلم کی داستان بھی سنائی جائے گی۔ گویا ہر چیز کے ساتھ اس کی ضد کو بیان کرنا لازمی ہے تا کہ اس چیز کی اہمیت کھل کر سامنے آجائے۔

جب سیرت طیبہ کے بیان کا آغاز کیا جاتا ہے تو پہلے دنیا کے، بالخصوص عرب کے ان حالات کی منظر کشی کی جاتی ہے جو آپ ﷺ کی ولادت با سعادت کے وقت تھے۔ کس طرح دنیا میں وحشت وبربریت کا دور دورہ تھا، اللہ کے بندے اللہ سے بے گانہ تھے، اشرف المخلوقات اسفل المخلوقات بنی ہوئی تھی۔ روم وایران، بظاہر چمکتی دمکتی تہذیبوں کا مرکز تھے لیکن عوام الناس ظلم وجبر کا شکار تھے۔ یہ تمام تذکرہ سیرت کا موضوع ہوتا ہے۔

گویا سیرت کا اصل اور بنیادی موضوع تو نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ وہ ذات جو ایک مثالی اور کامل واکمل ہستی ہے، جو اللہ کا پیغام لے کر دنیا میں بھیجی گئی اور جس کے ذریعہ سے اللہ کے دین کی تکمیل ہوئی۔ لیکن سیرت کا موضوع اس ہستی گرامی کی محض سوانح عمری نہیں ہے بلکہ اسلام کی مکمل تاریخ ہے۔ کیونکہ اسلام کی تاریخ اور پیغمبر اسلام کی سیرت لازم وملزوم ہیں۔ لیکن اس ذات گرامی کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے ہمیں متذکرہ بالا تمام امور کا ذکر بھی ضمناً کرنا لازمی ہوتا ہے۔

''حضور اکرم ﷺ کی زندگی ایک بین الاقوامی مشن کی داستان ہے، وہ قرآن کے ابدی اصولوں کی تفسیر ہے، جسے عمل کی زبان میں مرتب کیا گیا ہے۔ وہ اس مقدس پیغام کی تکمیل ہے جس کی مشعل آدمؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور جملہ انبیاء اپنے اپنے دور میں روشن کرتے رہے ہیں۔ ہم سیرت پاک کو مربوط نہیں کرسکتے، واقعات کی توجیہ نہیں کرسکتے تا وقتیکہ ہم حضور اکرم ﷺ کے کام کی نوعیت، اس کے امتیازی پہلوؤں اور اس کے دائرہ کی وسعتوں کو پیش نظر نہ رکھ لیں''۔ ۱۰۳

آپ ﷺ سراپا قرآن ہیں۔ قرآن کا ہر حکم عملی صورت میں آپ ﷺ کی سیرت میں موجود ہے۔ لہٰذا

آپ ﷺ کی سیرت کو بیان کرنا گویا قرآن کے احکام کو بیان کرنا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی خصوصیات دو طرح کی ہیں۔اول وہ جو آپ ﷺ کے وجود گرامی میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہیں:

وانک لعلیٰ خلقٍ عظیمٍ ۱۰۴

ترجمہ:بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة ۱۰۵

ترجمہ:بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

دوم وہ خصوصیات ہیں جو بحیثیت نبی آپ ﷺ کو عطا فرمائی گئی ہیں۔

کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم ایٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ۱۰۶

ترجمہ:(اس طرح جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تمہارے روبرو ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں اس کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے)

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله ولو کرہ المشرکون ۱۰۷

ترجمہ:وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے وہ غالب کردے،سارے(بقیہ) دینوں پر خواہ مشرکوں کو(کیسا ہی) ناگوار گزرے۔

سیرت کا موضوع آپ ﷺ کی دونوں طرح کی خصوصیات ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض و مقاصد:

انسانی زندگی کے اغراض و مقاصد:

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض و مقاصد کا جائزہ لینے سے قبل اگر ہم انسانی زندگی کی غرض وغایت معلوم کرلیں تو حضور اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے مطالعہ کے اغراض و مقاصد خود بخو د

سامنے آجائیں گے۔ انسان دنیا میں کس لئے آیا ہے؟ اس کو دنیا مین جو زندگی ملتی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ کھانا پینا اور ختم ہو جانا؟ ایسا تو جانوروں کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے، اس کی زندگی کا مقصد یقیناً کچھ اور ہے۔ یہ مقصد انسان کو اس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ اپنی حقیقت کو جان لیتا ہے۔ اگر وہ ان احمقانہ نظریات پر یقین کرلے کہ وہ پہلے بندر تھا اور خود بخود ترقی کرکے موجودہ شکل میں تبدیل ہو گیا یا یہ کہ اس کی پیدائش اتفاقیہ طور پر ہوگئی اور کسی وقت اتفاق ہی سے ختم ہو جائے گا تو اس کے نزدیک سب کچھ یہی دنیا ہو کر رہ جاتی ہے اور اس کا مقصد اسی دنیا تک محدود ہو جاتا ہے۔ خواہ یہاں وہ کتنی ہی ترقی کرلے۔ بہر حال وہ یہیں تک محدود رہتا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد محض اس دنیا تک محدود نہیں بلکہ لامتناہی ہے، جس کا آغاز اس دنیا کی زندگی کے اختتام پر ہوگا۔

انسان کو اپنی اس حیات فانی کا مقصد قرآن حکیم کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے:

وھوالذی جعلکم خلآئِف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجت لیبلوکم فی مآاٰتکم ط ۱۰۸

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں اپنا نائب بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمھیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

سورۃ البقرہ میں تخلیق آدم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا۔

واذقال ربک للملٰئِکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ط ۱۰۹

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں''۔

گویا انسان اللہ کا نائب اور اشرف المخلوقات ہے۔ چنانچہ جتنا بلند مقام ہوگا اتنی ہی بھاری ذمہ داریاں ہونگی اور طرح طرح کے مسائل درپیش ہونگے۔ اسلام زندگی کے تمام مسائل کا حل بہترین طریقہ پر پیش کرتا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی دوسرا نظام اس معاملہ میں اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس بات کی تصدیق ہر شخص کرسکتا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی قوم و مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ بشرطیکہ وہ وسیع النظر اور تعصب سے بالاتر ہو۔ کائنات میں

انسان کو تمام مخلوقات پر افضل ترین مقام عطا فرمایا گیا، ہدایت کا سلسلہ بھی انسان ہی کے لئے قائم کیا گیا چنانچہ تمام انبیاء کرام بشر ہی تھے۔ تمام احکامات الٰہی کا مکلّف انسان ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنا فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبٰت وفضلنا ھم علیٰ ممن خلقنا تفضیلاً ٭ [1]

ترجمہ: ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور تری میں سواریاں دیں اور ان کو پاک چیزوں سے رزق عطا کیا اور بہت سی ان چیزوں پر جو ہم نے پیدا کی ہیں، ان کو ایک طرح کی فضیلت عطا کی ہے۔

گویا انسان کی تخلیق کی غرض وغایت یہ ہے کہ اپنے بلند مقام یعنی منصب نیابت کا حق ادا کر دے اور جس کا وہ نائب ہے اس کی اطاعت کرے اور یہ جان لے کہ یہ کائنات اس کے تصرف کے لئے ہے لیکن اس تصرف کا بھی ایک قاعدہ وطریقہ ہے اور یہ قاعدہ وطریقہ اسے اللہ کے پیغمبروں کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔ اتنی اعلیٰ مرتبہ مخلوق کا نصب العین کیا ہونا چاہیے؟

انسان کا نصب العین:

۱۔ رضائے الٰہی کا حصول

۲۔ دنیا وآخرت میں کامیابی کا حصول

۳۔ سکون قلب کا حصول

کیا یہ نصب العین انسان کو بغیر انبیاء کرام کی رہنمائی کے حاصل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ''اللہ کی مرضی ومنشاء یہ ہے کہ انسان دونوں عالم میں کامیابی حاصل کرے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقاصد کا تعین صحیح طور پر کرے اور ان کے حصول کے لئے صحیح راہ عمل تلاش کرے۔ اس کے لئے اسے ہدایت کی ضرورت ہے تاکہ وہ یہ معلوم کرسکے کہ فلاح کس عقیدے اور کس طریقہ میں ہے۔ اسلام نے اس دوگونہ کامیابی کے حصول کا جو طریقہ بتایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت ہے۔ اس لئے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور اس کی اطاعت کے ذریعہ سے اس ہدایت سے پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے''۔ [2]

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کے اغراض و مقاصد:

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کی ذات ہی ہمارے لئے نمونہ کامل ہے۔ لہذا آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے ہی ہمارے تمام اغراض و مقاصد وابستہ ہیں۔ ہمیں دین و دنیا میں کامیابی حاصل ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ آپ ﷺ کی حیات مقدسہ و کاملہ سے رہنمائی حاصل نہ کریں۔ ہمارا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ جب رضائے الٰہی حاصل ہو جائے تو دنیا و آخرت میں کامیابی ہے اور جب انسان کامیاب و کامران ہو جاتا ہے تو اسے سکون قلب حاصل ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ کا مقصد انسان کی کامیابی و ترقی ہے۔ انسان صحیح سمت میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا جب تک کہ سیرت نبوی ﷺ سامنے نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لقد من الله على المومنين اذبعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب و الحكمة ۱۲

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو انھیں آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا:

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة ۱۳

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی بعثت کی غرض و غایت خود بیان فرما دی تو اب ہمارے سامنے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ ہم نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں۔

رسالت کی ضرورت و اہمیت:

اس کائنات میں سلسلہ نبوت و رسالت کیوں قائم کیا گیا؟ اس سوال کا جواب ہمیں اس وقت ملتا ہے جب ہم تخلیق انسان و کائنات کا مقصد سمجھ لیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے۔

واذقال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ط [114]

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اس بلند منصب کے سبب تمام کائنات اس کی خادم ہے اور وہ مخدوم ہے۔

ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً o [115]

ترجمہ: (اس پروردگار نے تمہارے لئے تخلیق کیا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب)

وہ اللہ کا نائب ہے، چنانچہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات سے واقف ہو اور اپنے آقا و مالک کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے۔ اسی میں اس کی فلاح ہے۔

فاما یاتینکم منی ھدیً فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون [116]

ترجمہ: پھر جب تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ ہوگا نہ کوئی غم۔

یہ ہدایت جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا سلسلہ نبوت ورسالت ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو سزا سے بچانا چاہتا ہے۔ اسی لئے اس نے بندوں کی اصلاح کا اہتمام بذریعہ انبیاء کرام فرمایا۔ چنانچہ دونوں جہانوں میں کامیابی کیلئے جس رہنمائی کی ضرورت ہے وہ صرف اور صرف انبیاء کرام کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ انبیاء کرام ہی ہمیں بتاتے ہیں کہ اصل کامیابی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی ومنشاء بندوں کو بتانے کے لئے جو انتظام فرمایا اس کو دین کی اصطلاح میں "رسالت" یا نبوت کہا جاتا ہے۔ عقیدہ رسالت ونبوت جزو ایمان ہے۔ رسالت پر ایمان کے بغیر توحید وآخرت پر بھی صحیح ایمان ناممکن ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت:

انسان کے منصب خلافت کا تقاضہ ہے کہ وہ بہترین اخلاق وکردار کا پیکر ہو۔ چنانچہ اس کی اخلاقی

تربیت واصلاح سب سے زیادہ ضروری ہے۔

اس تربیت واصلاح کے چند طریقے ہیں:

۱۔ وعظ ونصیحت بذریعہ تقریر

۲۔ وعظ ونصیحت بذریعہ تحریر

۳۔ اصلاح بذریعہ جبر

۴۔ اصلاح بذریعہ عمل

مذکورہ بالا ابتدائی تین طریقوں میں بہت سے نقائص ہیں۔ جبکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ خود نمونہ عمل بن کر سامنے آیا جائے یعنی اصلاح بذریعہ عمل ہو۔ ایسی ہستی جو مکمل نمونہ عمل ہے، جو قرآن ناطق ہے، جس کا ہر عمل قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ اور جس کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے اسے کھول کر بیان کردے اور عملی پیکر بن کر لوگوں کے سامنے آئے:

وانزلنآالیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم [۱۷]

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر (قرآن مجید) (اتارا تا کہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔

مطالعہ سیرت کی ضرورت واہمیت کئی پہلوؤں سے ہے۔ دینی، تہذیبی، عملی، تاریخی، بین الاقوامی غرضیکہ سیرت محض ایک ہستی کی سوانح حیات ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء جاننے کا ذریعہ بھی ہے۔ جس طرح قرآن حکیم نبی کریم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے یعنی یہ وقتی معجزہ نہیں بلکہ تا قیامت قائم رہنے والا معجزہ ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے نئے نئے معانی ومطالب نکلتے چلے آتے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی سیرت وارشادات میں بھی وہ حقائق ومعارف پنہاں ہیں جو ہر آنے والے دن میں لوگوں کے سامنے روز روشن کی طرح ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ قرآن مجید اور احادیث نبوی پر مشتمل ہے۔قرآن وحی جلی یا وحی متلو ہے اور حدیث وحی خفی یا وحی غیر متلو ہے۔قرآن کے احکام بھی اللہ کے ہیں اور الفاظ بھی جبکہ حدیث کے احکام تو اللہ کے ہیں لیکن الفاظ رسول اللہ ﷺ کے۔اپنی زندگی کو اسلامی بنانے کے لئے قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنا ہوگا۔ہم قرآن کے احکام پر اس وقت تک عمل نہیں کر سکتے جب تک کوئی عملی نمونہ ہمارے سامنے موجود نہ ہو۔وہ عملی نمونہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اور آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں ہم سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ کے بغیر کچھ نہیں جان سکتے۔نبی ﷺ کی بعثت کا تو مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومآ ارسلنا من رسولٍ الا لیطاع باذن لله. [۱۱۸]

ترجمہ:اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم ط [۱۱۹]

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔اللہ تمھیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔

گویا رسول ﷺ کا اتباع اللہ کی خوشنودی کا راستہ ہے اور ہماری مغفرت کا ذریعہ۔لہٰذا نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ لازمی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اتباع کے متعلق ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے:

واتبعوہ لعلکم تھتدون. [۱۲۰]

ترجمہ:اور اتباع کرو (اس رسول ﷺ کا) تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

یعنی ہمیں ہدایت اسی وقت ہی ملے گی جب ہم رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے۔اللہ تعالیٰ کے اس

طرح کے ارشادات ہمارے لئے دراصل سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ کی اہمیت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ نہ صرف ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے بلکہ یہ وہ حقیقی ضرورت ہے جس کو ساری دنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ نمونہ کامل ہونے کے لئے اس شخصیت کی سیرت کا کچھ شرائط پر پورا اترنا لازمی ہے۔ ایسی سیرت بجز سیرت النبی ﷺ کے کوئی دوسری نہیں ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

نمونہ کامل ہونے کی شرائط:

تاریخی حیثیت:

کسی شخصیت کی تاریخی حیثیت سے مراد یہ ہے کہ اس انسان کے حالات زندگی تاریخ اور روایات کے لحاظ سے مستند ہوں کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب تک اسے کسی شخصیت کے تمام اہم پہلوؤں کی صداقت پر یقین نہ ہو وہ اس سے متاثر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس شخصیت کی پیروی اور تقلید کی کوشش کرتا ہے۔

وہ واحد ہستی جس کی سیرت کا تاریخی پہلو مکمل اور بے نقص ہے صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی ہے۔ تمام دنیا یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کرتی ہے کہ اہل اسلام نے نہ صرف اپنے پیغمبر کی حیات مقدسہ کے ہر پہلو کی حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کی ہے اور آپ ﷺ سے متعلق ایک ایک بات جاننے کے لئے کتنی ہی مشقت اٹھانی پڑی، بخوشی اٹھائی ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کی شخصیات بھی تاریخی ہو گئیں۔ جو راویان حدیث تھے۔ کیونکہ احادیث کا تحریری سرمایہ جمع کرنے کے لئے راوی کے بارے میں بھی چھان بین ضروری تھی تاکہ حدیث کی صحت میں شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اس طرح مسلمانوں میں علم اسماء الرجال کی بنیاد پڑ گئی جس کے بارے میں مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر کہتے ہیں:

''کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے''۔ [۱۲]

''صحابہ کرام کی تعداد حیات نبوی کے آخیر سال حجۃ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ تھی۔ ان میں گیارہ

ہزار آدمی ایسے ہیں جن کے نام ونشان آج تحریری صورت میں تاریخ کے اوراق میں جو خاص ان ہی کے حالات میں لکھے گئے ہیں اس لئے موجود ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں سے ہر ایک نے کم وبیش آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال وواقعات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دوسروں تک پہنچایا ہے۔یعنی جنہوں نے روایت کی خدمت انجام دی ہے اور یہی سبب ان کی تاریخی زندگی کا ہے"۔[۱۲۲]

کامل حیثیت:

کسی شخصیت کی سیرت دنیا کے لئے دائمی نمونہ عمل اسی وقت بن سکتی ہے جب اس کی حیات کے تمام پہلو اور گوشے دنیا کے سامنے ہوں اور زندگی کا ہر لحہ مکمل طور پر واضح اور محفوظ ہو۔ ایسی سیرت جو کامل اور روز روشن کی طرح دنیا کے سامنے عیاں ہے، صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ آپ ﷺ کی حیات مقدسہ کا ہر لحہ از ولادت تا رحلت آپ ﷺ کے اہل قبیلہ ووطن کی آنکھوں کے سامنے رہا، انہوں نے آپ ﷺ کے اظہار نبوت کے بعد آپ ﷺ کی سخت مخالفت کی، یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے جانی دشمن ہوگئے، آپ ﷺ کو ترک وطن پر مجبور کیا لیکن ان کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ آپ ﷺ کی ذات میں کسی قسم کی خامی یا کمزوری کی نشاندہی کر سکتے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات کتنی مکمل، بے عیب اور کتنی شفاف تھی۔

"ان (ﷺ) کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جب وہ (ﷺ) اپنے اہل وطن کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر آئندہ کی تیاری میں مصروف ہوں۔ پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، ہوش وتمیز، جوانی، تجارت، آمدورفت، شادی، احباب قبل از نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدہ میں شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی، غار حرا کی گوشہ نشینی، وحی، اسلام کا ظہور، دعوت، تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، معراج، ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کے نامہ وپیام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، حجۃ الوداع اور وفات۔ ان میں کونسا زمانہ ہے جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں اور آپ ﷺ کی

کونسی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں؟ سچ جھوٹ، صحیح غلط ہر چیز الگ الگ موجود ہے اور اس کو ہر شخص جان سکتا ہے۔ کبھی خیال ہوتا ہے کہ محدثین نے موضوع اور ضعیف روایتوں تک کو کیوں محفوظ رکھا؟ مگر خیال آیا کہ اس میں مصلحت الٰہی یہ تھی کہ معترضوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے بہت سی روایتوں کو غائب کردیا، جیسا کہ آج عیسائی لٹریچر پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ اسلئے ہمارے محدثین کرام نے اپنے پیغمبر کے متعلق صحیح اور غلط سارا مواد سب کے سامنے لاکر رکھ دیا اور ان دونوں کے درمیان تفرقے بتادیئے ہیں اور اصول مقرر کردیئے ہیں۔ ''اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست احباب، نماز روزہ، دن رات کی عبادت، صلح وجنگ، آمد ورفت، سفر وحضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق، بولنا چالنا، خلوت جلوت، ملنا جلنا، طور طریق، رنگ وبو، خط وخال، قد وقامت یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہم خوابی وطہارت کے واقعات ہر چیز پوری روشنی میں مذکور، معلوم اور محفوظ ہے''۔ ۱۲۳

آپ ﷺ کی سچائی اور معصومیت سے متعلق غیروں اور دشمنوں کی بھی وہی رائے تھی جو اپنے لوگوں کی تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ ہر ایک کے سامنے تھا۔ آپ ﷺ کے جانی دشمن ابوجہل نے آپ ﷺ کی صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

''اے محمد ﷺ میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا، لیکن جو کچھ تم سمجھاتے ہو، اس کو صحیح نہیں سمجھتا'' ۱۲۴

ابوجہل کی اس بات پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فانھم لایکذبونا ولکن الظلمین باٰیٰت اللہ یجحدون ۱۲۵

ترجمہ: تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

کسی بھی انسان سے اس کے قریب کے لوگ زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ اور وہی اس کے بارے میں صحیح رائے دے سکتے ہیں۔ اس پہلو سے بھی ہم حضور اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ میں تکمیلی صورت ہی دیکھتے

ہیں۔ آپ ﷺ پر اول ایمان لانے والے آپ ﷺ کے قریب ترین احباب تھے۔ اس کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی اس طرح کیا ہے کہ والٹیر کا مشہور فقرہ ہے:

"No man is a hero to his volit"

یعنی کوئی شخص اپنے گھر کا ہیرو نہیں ہوتا۔

والٹیر کی اس رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے باسورتھ اسمتھ (Basverth Smith) نے لکھا:

''یہ اصول پیغمبر اسلام کے متعلق صحیح نہیں ہے''۔ ۱۲۶

جامعیت:

کسی شخصیت کے عملی نمونہ بننے کے لئے جامعیت بھی ایک لازمی شرط ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر انسانی طبقہ کے ہر فرد کو زندگی کے ہر معاملہ میں اس سے رہنمائی حاصل ہوتی ہو۔ اس پہلو سے بھی دیکھا جائے تو یہ بات نظر آتی ہے کہ سوائے خاتم الانبیا ﷺ کے دنیا کی کوئی دوسری شخصیت حتٰی کہ انبیاء کرام کی شخصیات بھی اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ اگر چہ کہ تمام انبیاء کرام منصب نبوت، صداقت اور فضائل اخلاق میں بہترین تھے اور ان سب پر ایمان لانا جزو ایمان ہے۔ قرآن کریم کے مطابق:

لا نفرق بين احد من رسله. ۱۲۷

ترجمہ: ''ہم اس کے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے''۔

لیکن یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تلک الرسول فضلنا بعضهم على بعضٍ منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجٰت ط ۱۲۸

ترجمہ: ''یہ رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت بخشی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور بعض کو ان میں سے بہت سے درجوں پر سرفراز کیا''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء کرام کی فضیلتوں میں فرق فرمایا ہے اور ماحول کی ضروریات اور مصالح کے مطابق ان کے فضائل کا ظہور ہوا ہے اور جس فضیلت کے اظہار کی ضرورت ہوئی وہ پوری طرح اجاگر ہوگئی۔

گویا انبیاء سابقین کی تعلیمات وقتی اور نامکمل تھیں۔ اسی لئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ختم ہوگئیں لیکن حضرت محمد ﷺ کی رسالت مکمل، آخری اور عمومی تھی اسلئے آپ ﷺ کے تمام فضائل وکمالات رسالت پوری آب وتاب کے ساتھ تمام عالم میں جلوہ گر ہوئے۔

مناہج سیرت

محدثانہ اسلوب:

جس طرح فن حدیث میں روایت و درایت کی اہمیت ہے اور بغیر چھان بین اور تحقیق کے کوئی حدیث قبول نہیں کی جاتی، اسی طرح فن سیرت میں بھی تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ ''اصحاب حدیث دراصل تین امور کو جمع کرتے ہیں (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا فرمایا؟ (۲) آپ ﷺ نے کیا کام کیا؟ (۳) آپ ﷺ کے وقت میں کیا، کیا گیا؟ اصحاب سیرت بھی ان ہی تین امور کو جمع کرتے ہیں۔''

سیرت نبوی ﷺ کی با قاعدہ تدوین کا آغاز نبوت ﷺ کے تقریباً ایک صدی بعد ہوا۔ سیرت نگاری کا ماخذ دراصل احادیث ہی تھیں اور سیرت پر ابتدائی کام محدثین ہی نے کیا ہے۔ مستند کتب حدیث میں سیرت کے بارے میں جو ذخیرہ ملتا ہے وہ سو فیصد صحیح اور قابل اعتماد ہے، کیونکہ مسلم علماء نے فن روایت و درایت کے ذریعہ تحقیق کا جو معیار قائم کیا ہے وہ علم حدیث کے معیارات اور اصول وضوابط کو پیش نظر رکھ کر مواد جمع و مرتب کیا، پھر سیرت کے واقعات وموضوعات کی مناسبت سے اسے ترتیب دے دیا۔

لیکن محدثین کے سامنے بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو بات نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منسوب کی جائے اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کا شائبہ تک نہ ہو۔ اور جو راوی وہ روایت بیان کر رہا ہے وہ اس نے اپنے کانوں سے سنی ہو بلکہ سننے کی کیفیت بھی معلوم ہونی چاہیے۔ یا جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے تو راوی خود شریک واقعہ تھا یا اگر وہ خود شریک واقعہ نہیں تھا تو اس واقعہ تک تمام راویوں کے نام بالترتیب بیان کئے جائیں اور ساتھ ہی ان راویوں کے بارے میں تحقیق بھی کی جائے کہ وہ کس طرح کے لوگ تھے؟ ثقہ تھے یا

غیر ثقہ؟ حافظہ قوی تھا یا کمزور؟ علم وعقل کے لحاظ سے کیسے تھے؟ سوجھ بوجھ کیسی تھی؟ کیسے اخلاق وکردار کے مالک تھے؟ راویان کے بارے میں یہ تمام تفصیلات جاننے کے لئے مسلمانوں نے وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی نظیر علم کی دنیا میں کہیں نہیں ملتی' اس فن کا نام ''علم اسماء الرجال'' ہے۔

جس کا اعتراف غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر اسپرنگر نے ''الاصابہ'' کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ''دنیا میں نہ تو کوئی قوم ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہوسکتا ہے''۔ [۱۲۹]

احادیث کے ہر مجموعہ میں سیرت سے متعلق علیحدہ ابواب موجود ہیں اور یہی ابواب دراصل سیرت نگاری کا ماخذ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ:

''اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات سے ان کی بحث ضمناً ہوتی ہے اور اصحاب سیر کا مقصود بالذات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جاننا ہے۔ احکام پر ان کے یہاں بحث ضمناً ہوتی ہے''۔ [۱۳۰]

چنانچہ محدثین اپنے معیار پر روایات کا جائزہ لیتے ہیں اور واقعات میں ترتیب قائم رکھنا ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ جبکہ سیرت میں واقعات کی ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ لیکن سند اور صحت کے لحاظ سے حدیث اور سیرت میں فرق نہیں ہے۔

مؤرخانہ اسلوب:

اس اسلوب کا آغاز حضرت عروہؓ بن زبیرؓ نے کیا۔ وہ سیرت اور مغازی کے واقعات کو جمع کرکے ترتیب دے لیا کرتے تھے۔ ان کے بعد امام زہری اور ابن اسحٰق نے یہ طرز اختیار کیا۔ لوگوں کو دینی احکام کے علاوہ حضور ﷺ کی زندگی کے حالات وواقعات جاننے میں بھی بڑی دلچسپی تھی اور یہ حب رسول ﷺ کا تقاضہ بھی تھا۔

چنانچہ سیرت کا مؤرخانہ اسلوب ایک ضرورت بن گیا اور بعض اہل علم نے کلیتہً مؤرخانہ انداز پر کتب مرتب کیں۔ ان ابتدائی سیرت نگاروں میں امام زہری اور ابن اسحٰق کے بعد واقدی اور ابن ہشام شامل ہیں۔ امت میں سیرت نگاری کا یہ انداز قبولیت عام حاصل کر گیا اور لوگ حیات نبوی ﷺ کے واقعات کو اسی طرح ترتیب میں ذوق وشوق سے پڑھنا چاہتے تھے۔

تیسری صدی ہجری تک مؤرخانہ طرز بیان ایک معروف اسلوب بن گیا۔ ابتداء میں بعض محدثین نے اس اسلوب پر کچھ اعتراض اٹھایا تھا لیکن اس اسلوب میں صحت اور سند کا خیال رکھے جانے کی وجہ سے معترضین خاموش ہو گئے۔

مؤلفانہ اسلوب:

مؤرخانہ اسلوب کے عام ہونے پر کتب سیرت کا ایک سلسلہ جاری وساری ہو گیا اور اب ایک تیسرے اسلوب کا اضافہ ہوا اور وہ مؤلفانہ اسلوب تھا جس میں سیرت کی مختلف کتب اور ماخذوں کو سامنے رکھتے ہوئے نئی نئی کتب تالیف کی جانے لگیں اور تیسری صدی ہجری کے اواخر میں تالیفات کے سلسلہ کا آغاز ہو گیا جو آج تک جاری ہے۔

فقیہانہ اسلوب:

جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سے پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ بلکہ ہماری پوری زندگی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات مقدسہ سے رہنمائی لے کر ہی کامیاب ہو سکتی ہے جس کا ثبوت یہ آیت ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۝ ۱۲۱

ترجمہ: بے شک تمھارے لئے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

یعنی جب ہم سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو دراصل سنت کا مطالعہ کر رہے ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ

کی ذات گرامی درحقیقت تمام احکامات الٰہیہ کا عملی پیکر تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل سے کوئی نہ کوئی حکم ہمارے سامنے آتا ہے۔چنانچہ سیرت کا اس انداز میں بیان کرنا کہ اس سے فقہی احکام بھی معلوم ہو جائیں فقیہانہ اسلوب ہے۔

''سیرت کے بہت سے واقعات بالخصوص مغازی اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مہمات کی جو تفصیل ہے وہ اسلامی قوانین کا ماخذ بھی ہے اور سنت کے بہت سے احکام بھی اس سے نکلتے ہیں۔اس اعتبار سے کہ سیرت کے کون سے واقعہ سے سنت کا کونسا حکم نکلتا ہے۔سیرت اور فقہ کی حدود مل جاتی ہیں''۔۱۳۲

متکلمانہ اسلوب:

علم کلام کے ماہرین کو متکلمین کہا جاتا ہے۔''علم کلام'' سے مراد وہ علم ہے جس میں اسلامی عقائد کو عقلی دلائل کے ذریعہ ثابت کیا جاتا ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے بیان میں متکلمانہ اسلوب سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے۔اس علم کا آغاز محدثین نے کیا اور وہ سوالات اٹھائے گئے جن کا تعلق علم کلام سے تھا اور آپ ﷺ کی نبوت کو عقلی دلائل سے بھی ثابت کیا۔

ادیبانہ اسلوب:

سیرت نگاری کے ادیبانہ اسلوب کا آغاز بہت بعد میں ہوا ہے۔جن لوگوں میں شاعرانہ اور ادیبانہ مزاج پایا جاتا تھا۔انھوں نے اپنے اس انداز پر سیرت بیان کرنے کی ابتداء کی اور حکایات،نظم،مکالمہ اور کہانی کے انداز میں سیرت کے واقعات کو لکھنا شروع کر دیا۔ماخذ ان کا بھی سیرت کی مستند کتب ہی تھیں اور مقصد ان کا بھی نیک ہی تھا۔یعنی عامتہ الناس کے لئے ادبی رنگ وبو کی دلچسپی کے ساتھ سیرت کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے۔حالانکہ یہ انداز محدثین کے یہاں پسندیدہ نہیں ہے۔''محدثین اور مستند ارباب سیرت کی بارگاہ میں اس اسلوب کو پذیرائی نہیں مل سکی''۔ ۱۳۳

مناظرانہ سلوب:

سیرت نگاری کی تاریخ میں وہ دور بھی آ گیا جب مسلمانوں کے مختلف مسالک کے مابین مناظروں کا آغاز ہوا اور مختلف خیال ورائے رکھنے والے مسلمانوں نے سیرت کے واقعات کی تشریح وتعبیر اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق کی اور اپنے خیال کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآنی دلائل پیش کئے، سیرت واحادیث سے بھی استدلال کیا گیا اور ایک بحث ومباحثہ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک دوسرے کے نظریات پر تنقید کی گئی اور نئے نئے مسائل کھڑے کئے گئے۔ اس مناظرانہ انداز کا یہ فائدہ ہوا کہ سیرت کا علم عام ہوگیا۔

اس بحث کا آغاز تو تیسری صدی ہجری سے ہو گیا تھا لیکن برصغیر میں اٹھارویں صدی میں انگریزوں کی آمد سے مسلمانوں کے فرقوں میں اختلافات رونما ہونے لگے اور آپس میں نئے نئے سوالات اٹھائے گئے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

حوالہ جات باب اول

۱۔ رائد الطلاب/جبران مسعود/ص۵۲۹/السیر

۲۔ المنجد (عربی اردو)/مترجمین مولانا سعد حسن خان یوسفی ورفقاء/ص ۵۰۶

۳۔ المعجم الوسیط/ڈاکٹر ابراہیم انیس ورفقاء/ج ا/ص ۴۶۷/سیر

۴۔ مختار الصحاح/محمد بن ابی بکر بن عبد القادر رازی/ص ۳۲۵/سیر

۵۔ المورد الوسیط/روحی البعلبکی، منیر البعلبکی (اردو ترجمہ: پروفیسر عبد الرزاق) ص ۳۱۷/سیرہ

۶۔ القاموس الاصلاحی (الجدید) عربی اردو/ وحید الزماں کیرانوی/ص ۲۹۱

۷۔ بیان اللسان (عربی اردو ڈکشنری)/قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی/ص ۳۸۲/س۔ی

۸۔ مصباح اللغات/ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی/ص ۴۱۱

۹۔ اردو دائرۃ المعارف/ دانشگاہ پنجاب/ ج ۱۱/ص ۵۰۵

۱۰۔ اردو انگلش ڈکشنری/فیروز سنز/ص ۱۳۸/Chaplain

۱۱۔ 21st Century Dictionary/ Page:233/ Chambers

۱۲۔ کشاف اصطلاحات الفنون/محمد علی الفاروقی/ص ۶۶۳/بحوالہ: السیرۃ العالمی، شمارہ ۳/مقالہ نگار: مولانا اکرام اللہ جان قاسمی

۱۳۔ ماہنامہ فکرونظر/اپریل ۱۹۷۶/ص ۸۲۶/فن سیرت نگاری پر ایک نظر/مضمون نگار: ڈاکٹر سید عبداللہ

۱۴۔ اردو انسائیکلو پیڈیا/ص ۹۴۴

۱۵۔ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ/ دانش گاہ پنجاب/ ج ۱۱/ص ۵۰۵

۱۶۔ سیرت نبویؐ کی ابتدائی کتابیں اور ان کے مؤلفین/ جوزف رووتس/ مترجمہ: نثار احمد فاروقی/ص ۱۱

۱۷۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)/شبلی نعمانی/مقدمہ ج ا/ص ۲۲ (حاشیہ)

۱۸۔ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ/ دانش گاہ پنجاب/ ج ۱۴/ مقالہ سیرت/ص ۱۷۴

۱۹۔ نقوش (رسول نمبر) / شمارہ ۱۳۰/مضمون سیرت کی جامعیت کے چند بنیادی اصول/ مضمون نگار قاری محمد طیب

۲۰۔ عجالۂ نافعہ/ شاہ عبدالعزیز دہلوی/ص ۲۱۴۔۴ (مقدمہ)

۲۱۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)/شبلی نعمانی / ج ا/ص

۲۲۔ القرآن/طٰہٰ، آیت ۲۱

۲۳۔ القرآن/القصص، آیت ۲۹

۲۴۔ القرآن/الروم، آیت ۹

۲۵۔ القرآن/الطّور، آیت ۱۰

۲۶۔ القرآن/المزمل، آیت ۲۰

۲۷۔ القرآن/المدثر، آیت ۱۰

۲۸۔ بخاری/کتاب التیمم، ۵۷۴۷

۲۹۔ بخاری/کتاب الجہاد/ باب شجاعت فی الحرب والجبن

۳۰۔ شرح السنۃ/ کتاب الفضائل، باب تواضعہ، ۳۵۷۷

۳۱۔ صحیح بخاری/ بحوالہ تفہیم البخاری (مولانا ظہور الباری) کتاب الجہاد/ ج ۲/ص ۱۲۹

۳۲۔ مسند احمد بن حنبل/ ج ا/ص ۱۲۸ (بحوالہ: اردو نثر میں سیرت رسولؐ/ ڈاکٹر انور محمود خالد/ص ۱۰

۳۳۔ محولہ بالا

۳۴۔ السنۃ النبویہ و مکانتھا فی التشریع/ عباس متولی جمادہ (تقدیم محمد ابوزہرہ) /ص ۱۷

۳۵۔ السنۃ قبل از تدوین/ محمد عجاج الخطیب/ص ۱۴

۳۶۔ علوم الحدیث و مصطلحہ/ ڈاکٹر صبحی الصالح/ص ۶

۳۷۔ لسان العرب/ ابن منظور/ ج ۱۳/ص ۲۲۵

۳۸۔ دراسات فی الحدیث النبویؐ/ محمد مصطفیٰ الاعظمی/ ج ا/ص ۱۱

۳۹۔ فی تدوین السنۃ المطہرہ/ ابوالیقظان عطیہ الجبوری

۴۰۔ من اللسان وا قاموس وشرجہ (مادہ سن) بحوالہ: حجۃ السنۃ/ عبدالغنی، عبدالخالق/ص

۴۱۔ مختار الصحاح/ص ۳۷۱

۴۲۔ السنۃ النبویہ و مکانتھا فی التشریع/ عباس متولی جمادہ (تقدیم محمد ابوزہرہ) /ص ۶۰، ۶۱

۴۳۔ المرجع السابق/ص ۶۱

۴۴۔ الموافقات/ الشاطبی/ ج ۴، ص ۴۷

۴۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام/ سیف الدین ابی الحسن علی الآمدی/ ج ا/ص ۲۴۱

۴۶۔ اصول الحدیث/محمد عجاج الخطیب/ص ۱۸

۴۷۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۳۷

۴۸۔ القرآن/النساء، آیت ۲۶

۴۹۔ القرآن/الحجر، آیت ۱۳

۵۰۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۳۸

۵۱۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۶۲

۵۲۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۴۳

۵۳۔ القرآن/الفتح، آیت ۲۳

۵۴۔ علم اصول فقہ ایک تعارف/ ڈاکٹر عرفان خالد (شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد)

۵۵۔ مشکوۃ المصابیح/باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ/تالیف امام ولی الدین تبریزی (ترجمہ: ابوانس محمد سرور گوہر)

۵۶۔ ایضاً

۵۷۔ سنن ابی داؤد/ باب لزوم السنۃ/ ج ۴/ص ۲۰۱

۵۸۔ صحیح مسلم/ ج ۲/ص ۷۰۵

۵۹۔ محاضرات حدیث/ ڈاکٹر محمود احمد غازی/ص ۱۸

۶۰۔ المورد الوسیط/ ڈاکٹر روحی البعلبکی، منیر البعلبکی (اردو ترجمہ: پروفیسر عبدالرزاق، جدید اردو

عربی ڈکشنری)/ص ۲۱۵

۶۱۔ رائد الطلاب/ جبران مسعود/ص ۳۵۸/ ح دی ث

۶۲۔ بیان اللسان/ قاضی زین العابدین سجاد/ص ۲۲۲

۶۳۔ المعجم الوسیط/ ڈاکٹر ابراہیم انیس ورفقاء/ص ۱۶۰/ ح د

۶۴۔ مختار الصحاح/ محمد بن ابی بکر/ص ۱۲۵/ ح د د

۶۵۔ منہج النقد فی علوم الحدیث/ ڈاکٹر نور الدین عتر/ص ۲۶

۶۶۔ التعریف بالقرآن والحدیث/ محمد الزرزاف/ص ۱۹۵

۶۷۔ کلیات ابوالبقاء/ص ۱۵۲

۶۸۔ تدریب/ ابن حجر/ ج ۱/ص ۲۳

۶۹۔ ایضاً

۷۰۔ المختصر فی علم الاثر (مخطوطہ)/ ابکافیجی/ص ۲۰

۷۱۔ ارشاد المقاصد/ بحوالہ: اصول الحدیث/ ڈاکٹر خالد علوی/ ج ۱/ص ۲۱

۷۲۔ منہج النقد فی علوم الحدیث/ ڈاکٹر نور الدین عتر/ص ۲۶

۷۳۔ القرآن/ الطّور، آیت ۳۴

۷۴۔ القرآن/ سبا، آیت ۱۹

۷۵۔ القرآن/ الانبیاء، آیت ۲

۷۶۔ القرآن/الکہف، آیت ۷۰

۷۷۔ القرآن/یوسف، آیت ٦

۷۸۔ القرآن/النساء، آیت ۴۲

۷۹۔ القرآن/التحریم، آیت ۳

۸۰۔ القرآن/النساء، آیت ۸۷

۸۱۔ القرآن/الکہف، آیت ٦

۸۲۔ القرآن/طٰہٰ، آیت ۹

۸۳۔ القرآن/البروج، آیت ۱۷

۸۴۔ القرآن/المرسلات، آیت ۵۰

۸۵۔ القرآن/الضحیٰ، آیت ۱۱

۸٦۔ صحیح بخاری/محمد بن اسماعیل بخاری/کتاب العلم/باب ۴۴/حدیث ۵۷

۸۷۔ صحیح بخاری/محمد بن اسماعیل بخاری/کتاب العلم/باب ۴٦/حدیث ۵۹

۸۸۔ صحیح مسلم/محمد بن مسلم/ج ۱، باب ۲/مقدمہ الکتاب، ص ۳۰

۸۹۔ صحیح مسلم/محمد بن مسلم/ج ۱، باب ۱۱/کتاب الایمان/حدیث ٦۴

۹۰۔ صحیح مسلم/محمد بن مسلم/ج ۱، باب ۲۱/کتاب الایمان/حدیث ۱۰۳

۹۱۔ رائد الطلاب/جبران مسعود/ص ۸۷/۱ لا آ سی

۹۲۔ المورد الوسیط/ڈاکٹر روحی البعلبکی منیر البعلبکی/ص ۵۶/ا س ن

۹۳۔ المنجد/

۹۴۔ المعجم الوسیط/ڈاکٹر ابراہیم انیس ورفقاء/ج ا/ص ۱۹/ا سیا

۹۵۔ فیروز اللغات/فیروز سنز لمیٹڈ

۹۶۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱

۹۷۔ ایضاً

۹۸۔ المفردات/مصطفیٰ الباز/ ج ا/ص ۲۲ (بحوالہ: تبیان القرآن/ علامہ غلام رسول سعیدی/ ج ۹/ص ۳۹۷

۹۹۔ القرآن/الممتحنہ، آیت ۴

۱۰۰۔ القرآن/الممتحنہ، آیت ۶

۱۰۱۔ موطا/امام مالک/کتاب الصلوٰۃ الیل/ ج ا،ص ۱۳۲

۱۰۲۔ ایضاً

۱۰۳۔ محسن انسانیت/نعیم صدیقی/مقدمہ ص ۳۳،۳۴

۱۰۴۔ القرآن/القلم، آیت ۴

۱۰۵۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱

۱۰۶۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۵۱

۱۰۷۔ القرآن/توبہ، آیت ۳۳

۱۰۸۔ القرآن/الانعام، آیت ۱۶۵

۱۰۹۔ القرآن/البقرہ، آیت ۳۰

۱۱۰۔ القرآن/بنی اسرائیل، آیت ۷۰

۱۱۱۔ اسلام ایک نظر میں/مولانا صدرالدین اصلاحی/بحوالہ: اسلامی نظریہ حیات (پروفیسر خورشید احمد)/ص ۲۰۹

۱۱۲۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۶۱

۱۱۳۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱

۱۱۴۔ القرآن/البقرہ، آیت ۳۰

۱۱۵۔ القرآن/البقرہ، آیت ۲۹

۱۱۶۔ القرآن/البقرہ، آیت ۳۸

۱۱۷۔ القرآن/النحل، آیت ۴۴

۱۱۸۔ القرآن/النساء، آیت ۶۴

۱۱۹۔ القرآن/آل عمران، آیت ۳۱

۱۲۰۔ القرآن/الاعراف، آیت ۱۵۸

۱۲۱۔ اصابہ فی احوال الصحابہ/حافظ ابن حجر/انگریزی مقدمہ (مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳۔۔۱۸۶۴)

۱۲۲۔ خطبات مدراس (دوسرا خطبہ)/سید سلیمان ندوی

۱۲۳۔ خطبات مدراس (دوسرا خطبہ)/سید سلیمان ندوی

۱۲۴۔ جامع ترمذی/تفسیر سورۃ الانعام

۱۲۵۔ القرآن/الانعام، آیت ۳۳

۱۲۶۔ لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر خطبات/باسورتھ اسمتھ/ص ۱۰۵

۱۲۷۔ القرآن/البقرہ آیت ۲۵۸

۱۲۸۔ القرآن/البقرہ آیت ۲۵۳

۱۲۹۔ الاصابہ فی احوال الصحابہ/حافظ ابن حجر/انگریزی مقدمہ

۱۳۰۔ اصح السیر/حکیم ابوالبرکات عبدالروف دانا پوری/مقدمہ، ص ۸

۱۳۱۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۱

۱۳۲۔ محاضرات سیرت/محمود احمد غازی/ص ۲۳

۱۳۳۔ محاضرات سیرت/محمود احمد غازی/ص ۲۵

باب دوم:

سیرت النبی ﷺ اور قرآن کریم

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں دنیا میں جتنا لکھا گیا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ نہ صرف مسلمان سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ غیر مسلم مفکرین بھی اس شرف میں شامل ہونے کے لئے ہمیشہ بے چین رہے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی عظمت اتنی مسلمہ اور تاریخی حقیقت ہے کہ ہر ذی شعور اس کو بطور واقعہ تسلیم کرتا ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو ازل سے ابد تک کسی شخصیت کو حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ ﷺ کو یہ مقام خود رب کائنات نے عطا فرمایا ہے۔ قرآن کا مطالعہ کرنے سے ہمیں آپ ﷺ کی سیرت مقدسہ کی مکمل کیفیت، آپ ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمانے کا مقصد، آپ ﷺ کا مشن غرضیکہ سب کچھ ہمیں معلوم ہو جاتا ہے۔ کتب سابقہ میں بھی آپ ﷺ کے بارے میں پیشن گوئیاں موجود ہیں تمام انبیاء کرام آپ ﷺ کے بارے میں پیشن گوئیاں کرتے آئے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کو ہر حال میں دنیا میں تشریف لانا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام کو معجزات عطا فرماتا ہے جو نبوت کی دلیل ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے لیکن سب سے بڑا اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ قرآن حکیم ہے جو کامل ترین نظام حیات ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی حقانیت واضح ہوتی چلی جاتی ہے اور جو قیامت تک کے لئے تمام نوع انسان کا ہادی و رہنما ہے کیونکہ یہ قیامت تک اپنی اصل حالت میں رہنے والی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لے کر اس کو ہر طرح کی تحریف سے محفوظ فرما دیا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ○ [1]

ترجمہ: اس نصیحت نامہ کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

ہمارا ایمان بھی یہی ہے اور عقل کا تقاضہ بھی کہ قرآن حکیم کیونکہ اللہ کی آخری کتاب ہے اس لئے یہی تمام علوم کا سرچشمہ اور علم وحکمت کا خزانہ ہے۔اس کا ہر ہر لفظ صداقت کا آئینہ دار ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمادیا:

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبين ۝ ۲۔

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں البتہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کو خاتم النبین فرمادیا تو آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کو بھی اس آخری کتاب میں محفوظ فرمادیا جو ہمارے لئے سیرت النبی ﷺ کا مستند ترین ماخذ ہے۔قرآن کریم کی روشنی میں ہم سیرت طیبہ کے چند منتخب عنوانات کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کے بارے میں پیشن گوئیاں

(۲) حالات قبل از ولادت باسعادت

(۳) ولادت باسعادت

(۴) اسماءگرامی

(۵) حیات طیبہ ﷺ کے چند منتخب واقعات

(۱) حضور اکرم ﷺ کے بارے میں پیشنگوئیاں:

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ختم الرسل کی آمد کا مژدہ تمام ہی انبیاءؑ سناتے چلے آئے ہیں اسی لئے یہود و نصاریٰ نبی آخرالزماں ﷺ کے منتظر چلے آرہے تھے جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

فَلَمَّا جَآءَ هُم مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ ۳۔

ترجمہ: پھر جب ان کے پاس وہ آگیا جس کو خوب پہچانتے تھے تو اسی کا انکار کر بیٹھے۔سو اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔

دعائے خلیل: قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتک و یعلمھم الکتب و الحکمۃ و

یزکیھم ط انک انت العزیز الحکیم ہ ۴

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! انہی لوگوں (یعنی بنی اسماعیل) میں سے ایک رسول بھیج جو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب الٰہی اور حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک وصاف کرے (یعنی ان کی اصلاح نفس کرے) بے شک تو تو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔

اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے ساتھ ان کے عالی مرتبت فرزند حضرت اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ بھی شامل تھے اور دونوں مقدس باپ بیٹے اس وقت خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے جا رہے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

و اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمعیل ط ۵

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم کی دعا کو مکمل طور پر شرف قبولیت بخشتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا ویزکیکم و یعلمکم الکتب

والحکمۃ و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون ہ ۶

ترجمہ: (اسی طرح) جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تمہارے روبرو ہماری آیتیں پڑھتا ہے۔ اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں اس کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں جو نوید سنائی اس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہے:

و اذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرآئیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین

یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ط ۷

ترجمہ:اور وہ وقت بھی یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر آیا ہوں۔تصدیق کرنے والا تورات کی جو مجھ سے پیشتر ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آنے والا ہے جن کا نام احمد ہو گا۔

قرآن میں موجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول تحریف شدہ انجیل سے بھی محو نہیں ہو سکا ہے:

حضرت عیسیٰؑ کی بشارت:

''میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مدد گار (یا وکیل یا شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا''۔ ۸

اس حوالے میں ختم نبوتؐ کی طرف بھی واضح اشارہ موجود ہے۔

''اور گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سولی دیا گیا ہوں لیکن یہ اہانت اور مسخرا پن باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ آئے گا محمد رسول اللہ ﷺ پس جب آئے گا دنیا میں خبردار کرے گا اور متنبہ کرے گا اس کو جو کوئی اس غلطی پر ہو گا اور اٹھا دے گا یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے۔ ۹

حضرت موسیٰؑ کی بشارت:

''ہم عنقریب تمہارے پاس ایک نبی بھیجیں گے جو تمہارا اقریبی رشتہ دار ہو گا اور تمہارے بھائی اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہو گا اور میں اپنے قول کو اس کے منہ سے ادا کراؤں گا''۔ ۱۰

حضرت سلیمانؑ کی بشارت:

حضرت سلیمانؑ کے صحیفہ ''غزل الغزلات'' کے باب پنجم آیت نمبر ۱۰ میں آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک معہ حلیہ کے مندرج ہے۔

زرتشتیوں کی کتاب سے بشارت:

’’جب ایرانی ایسے کام کریں گے، عرب سے ایک مرد پیدا ہو گا یعنی حضرت محمد ﷺ جس کے امتیوں کے ذریعہ ایرانی تاج و تخت و مذہب سب گر جائیں گے اور بڑے بڑے سرکش و زبردست لوگ زیر دست ہو جائیں گے۔ لوگ دیکھیں کہ بت خانہ اور آتش کدہ اور حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا گھر بتوں سے خالی ہو جائے گا، اس کی طرف نماز پڑھیں گے۔ پھر لوگ (مسلمان) شہروں کے آتشکدے اور ان کے قرب و جوار میں اور طوس اور بلخ اور بڑے بڑے مقامات اپنے قبضہ میں کر لیں گے‘‘۔ [۱۱]

۲۔ حالات قبل از ولادت باسعادت:

نبی آخر الزماں محمد مصطفی ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اس وقت ہوئی جب انسانیت بحر ظلمات میں ڈوبی ہوئی تھی مختلف نوعیت کے امتیازات وتعریفات نے انسانیت کو پامال کر رکھا تھا۔ قدیم تہذیب کے گہوارے مصر، ہندوستان، بابل، نینوا، یونان اور چین وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی تہذیب کی شمعیں گل کر چکے تھے۔ صرف روم اور ایران میں ظاہری چمک دمک اور تہذیب و تمدن کے جھنڈے لہراتے نظر آتے تھے لیکن انسانیت وہاں بھی مختلف شکلوں میں ہونے والے مظالم کے بوجھ تلے سسک رہی تھی اور خود یہ دونوں قومیں آپس میں بھی دست وگریباں رہتی تھیں اور جو فاتح ہوتا وہ مفتوح عوام کو ظلم کی چکی میں پیتا تھا۔ بہر حال یہ دونوں بڑی سلطنتیں اپنا باقاعدہ نظام قائم کئے ہوئے تھیں۔ عرب کا علاقہ اس لحاظ سے پسماندہ تھا۔ یہاں کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا۔ بلکہ مختلف قبائل آباد تھے۔ میلاد مسعود سے قبل خطہ عرب کے حالات کا جائزہ ہم مختلف عنوانات سے لیتے ہیں۔

سیاسی حالات:

سارے ملک عرب کی آبادی قبائل پر مشتمل تھی۔ ان قبائل میں سرداری نظام رائج تھا۔ قبیلے خود اپنا سردار مقرر کرتے تھے اور ان سرداروں کے لئے ان کا قبیلہ ایک مختصر سی حکومت ہوا کرتا تھا۔ [۱۲] قبائلی سردار ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح ہوتا تھا۔ عرب قبائل جہاں اپنے مفادات دیکھتے وہیں منتقل ہوتے رہتے

تھے۔ آپس کے جھگڑے بھی انہیں ادھر ادھر نکل جانے پر مجبور کرتے تھے۔ ہر طرف قبائلی جھگڑوں، نسلی فسادات اور مذہبی اختلافات کی گرم بازاری تھی جس میں ہر قبیلہ کے افراد اپنے قبیلے کا ساتھ دیتے تھے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط۔ ان قبائل کو متحد کرنے والا کوئی مرکز نہیں تھا۔ البتہ دین اور خرافات کے آمیزے سے تیار شدہ بعض رسوم و عادات کی بدولت بسا اوقات جنگ کی حدت اور شدت میں کمی آ جاتی تھی اور بعض حالات میں موالاۃ، حلف اور تابعداری کے اصولوں پر مختلف قبائل یکجا ہو جاتے تھے۔ علاوہ ازیں حرام مہینے ان کی زندگی اور حصول معاش کے لئے سراپا رحمت و مدد تھے۔ [۱۳] صوبہ حجاز کی حکومت کو قدرے مرکزیت حاصل تھی کیونکہ وہ دین و دنیا دونوں لحاظ سے پاسبان و پیشوا کی حیثیت رکھتی تھی۔ حرم اور اس کے اطراف اسی حکومت کی نگرانی میں تھے۔ وہی بیت اللہ کے زائرین کی ضروریات کا انتظام اور شریعت ابراہیمی کے احکام کا نفاذ کرتی تھی۔ لیکن اندرون عرب کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔

مذہبی حالت:

مذہب کسی بھی قوم کی تشکیل میں بنیادی عنصر ہوتا ہے ہر قوم کی تہذیب وتمدن کا انحصار اس کے مذہب پر ہی ہوتا ہے۔ ہر قوم کے عادات و اطوار، اخلاق و کردار، طور طریقے اس کے عقیدے اور مذہب کے تابع ہوتے ہیں۔ عرب میں اتنے مختلف النوع قبائل جو ہمیں نظر آتے ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ وہاں بے شمار مذاہب پائے جاتے تھے۔ مشرک و بت پرست تو تھے ہی بعض لوگ دین ابراہیمی کی پیروی کا دعویٰ بھی کرتے تھے لیکن شرک و بت پرستی ہی ایام جاہلیت کے دین کا سب سے بڑا مظہر تھی۔ اس مذہب پرستی میں بے شمار طریقے رائج تھے۔ وہ بتوں کو تقریب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

مانعبدھم لا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ ط [۱۴]

ترجمہ: ہم ان کی عبادت محض اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

وہ بتوں کو اللہ کے حضور اپنا سفارشی بھی تصور کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ویعبدون من دون اللّٰہ مالا یضر ھم ولا ینفعھم ویقولون ھولآء شفعاء نا

عنداللّٰہ ط ۱۵

ترجمہ: یہ مشرکین اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نفع پہنچا سکیں نہ نقصان اور کہتے ہیں

کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

ان لوگوں کے ذہنوں میں بتوں کی اتنی اہمیت قائم ہوگئی تھی کہ روئے زمین کی سب سے مقدس جگہ یعنی مسجدالحرام کو انہوں نے بتوں سے بھر دیا تھا۔ دین ابراہیمؑ کے پیروکاروں نے اس مذہب کی شکل تبدیل کر دی تھی۔ وہ بعض چیزوں میں تو پیروی کر رہے تھے مثلاً وہ حج وعمرہ کرتے تھے، عرفات ومزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور ہدی کے جانوروں کی قربانی بھی کرتے تھے مگر بہت سی بدعتیں شامل کر لی تھیں۔ مثلاً وہ (قریش) کہتے تھے کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں، حرم کے پاسبان ہیں، بیت اللہ کے والی اور مکہ کے باشندے ہیں، کوئی شخص ہمارا ہم مرتبہ نہیں اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں...... لہٰذا ہمارے شایان شان نہیں کہ ہم حدود حرم سے باہر جائیں۔ چنانچہ حج کے دوران یہ لوگ عرفات نہیں جاتے تھے اور نہ وہاں سے افاضہ کرتے تھے۔" ۱۶

اللہ تعالیٰ نے اس بدعت کی اصلاح کرتے ہوئے حکم فرمایا:

ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ ۱۷

ترجمہ: تم لوگ بھی وہیں سے افاضہ کرو جہاں سے سارے لوگ افاضہ کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہودیت اور مسیحیت بھی اپنی بگڑی ہوئی شکل میں موجود تھی۔ یہودی مذہب میں انتہا درجے کی ریاکاری پیدا ہوگئی تھی۔ یہودی پیشوا خود رب الناس بن بیٹھے تھے۔ دولت کی حرص وہوس میں وہ کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ان کے بعض قبائل میں شرک کی بھی ایک صورت پیدا ہوگئی تھی۔ وہ یہ کہ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ ادھر عیسائیوں نے بھی مشرکانہ تصورات اختیار کر لئے اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا

کہہ بیٹھے۔غرضیکہ خداپرستی موجودتو تھی لیکن غلط انداز سے خدا کے بندے کسی نہ کسی کے آگے جھک رہے تھے اور اپنا اعلیٰ مقام خود گنوار ہے تھے۔کیونکہ وہ ان چیزوں کے آگے گڑگڑار ہے تھے جو ان سے کمتر تھیں اور اپنے خلیفہ الارض کے منصب کو بھولے ہوئے تھے۔فطرت کی ہر ایک چیز پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے اور اس طرح وہ خدا کی عظمت وجلال کو فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قیمت کو بھی بھول چکے تھے۔ ۱۸

ان کو غلط حرکتوں سے باز رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بارے فرمایا:

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینۃ .

رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھھرۃ o فیھا کتب قیمۃ o ۱۹

ترجمہ: جو لوگ کافر تھے، اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس ایک واضح دلیل نہ آتی یعنی اللہ کا ایک رسول جو انہیں پاک صحیفے پڑھ کر سنائے جس میں درست مضامین درج ہوں۔

معاشرتی حالت:

کوئی بھی معاشرہ اپنے مذہب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہر معاشرہ میں اس کے مذہب کی جھلک نظر آتی ہے۔عرب میں بے شمار مذاہب پائے جاتے تھے اسی لئے وہاں ہر طبقہ دوسرے سے مختلف تھا۔ اگرچہ بہت سی اقدار مشترک بھی تھیں۔بنیادی طور پر عرب قوم ایک بے مہار قوم تھی اور ایسی پابندیاں ان کے لئے نا قابل برداشت تھیں جو ان کو کسی حد میں رہنے پر مجبور کرتیں ہر طرف وحشت و بربریت کا دور دورہ تھا۔

انسانوں کے درمیان تصادم ولوٹ مار کا بازار گرم تھا ان کی ثقافت شراب جوئے اور زنا کا مرکب تھی۔

یہودیوں نے سودی کاروبار کے جال پھیلار کھے تھے۔جانوروں کی طرح طاقتور کمزور کو کھائے جارہا تھا۔اپنی خواہشات نفسانی کے پابند تھے جیسا کہ فرمایا گیا:

اریت من اتخذ الٰھہ ھوا لہ ۔ ۲۰

ترجمہ: کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا؟

ان لوگوں کے لئے مزید فرمایا گیا:

ان ھم الا کالا نعام بل ھم اضل سبیلا۔ ۲۱

ترجمہ: وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

قبل از ولادت باسعادت عرب معاشرہ میں انتہا پسندی نظر آتی ہے ان میں بہت سی فطری خوبیاں بھی پائی جاتی تھیں لیکن انتہا پسندی کی وجہ سے بہت سی خوبیاں خرابیوں میں بدل جایا کرتی تھیں ان میں سخاوت و فیضاضی کی صفت پائی جاتی تھی تو اس حد تک کہ تبذیر کی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ غلط کاموں میں دولت لٹاتے اور فخر کرتے تھے۔

ایفائے عہد کی خوبی ان میں پائی جاتی تھی لیکن اس حد تک کہ عہد پورا کرنے کے لئے نہ اپنی جان کی پرواہ کرتے نہ اپنے اہل خانہ کی۔ خودداری اور عزت نفس تھی تو اتنی کہ ذرا سی ٹھیس پہنچنے پر تلواریں نیام سے باہر آجاتی تھیں۔ یہاں تک کہ معاشرہ میں عورت کا جو حقیر مقام ملا ہوا تھا اس سے بچانے کے لئے بعض قبائل اپنی بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردیتے تھے جس کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا گیا:

واذا المو ءدۃ سئلت ○ بای ذنب قتلت ○ ۲۲

ترجمہ: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے گا، کس خطا پر ماری گئی؟

اس کے علاوہ ان کی سب سے بڑی خوبی سادگی اور بہادری تھی۔ مکر و فریب سے وہ عاری تھے۔ ان کی یہی خوبیاں تھیں جن کو صحیح خطوط پر لا کر دنیا میں انقلاب برپا کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہیں اپنے آخری اور کامل و اکمل پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا اور قرآن کریم میں یہ واضح فرما دیا کہ تم لوگ اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم کی طرف جا رہے تھے تو اللہ غفور الرحیم نے تمہیں روشنی قرآن اور صاحب قرآن کی

صورت میں عطا فرمائی ہے:

و کنتم علی شفا حفرة من النار فانقذ کم منھا ط ۲۳

ترجمہ: اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔

۳۔ ولادت با سعادت:

جب انسانوں نے درندوں کا روپ دھار لیا تھا، جب اللہ کی کمزور مخلوق ظلم کی چکی میں پیسی جا رہی تھی۔ معاشرہ کے کمزور طبقات پر خوف کے سائے منڈلا رہے تھے اور جب خدا کے نادان بندے اس کے گھر کو ڈھا دینے کی جرات کر بیٹھے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کے مستجاب ہونے اور حضرت عیسیٰؑ روح اللہ کی بشارت پوری ہونے کا وقت آ پہنچا، چنانچہ:

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیل اور نوید مسیحا

۲۴

ریگزار عرب میں وہ بے مثال اور لازوال پھول کھلا جس کی خوشبو سارے جہان میں پھیل گئی۔ بہترین خانوادے میں بہترین ہستی کی ولادت ہوگئی۔ جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ چھ سال بعد والدہ محترمہ کا سایہ بھی قائم نہ رہا۔ آٹھ سال کی عمر میں دادا کی سرپرستی بھی موجود نہیں رہی۔ گویا اللہ کی طرف سے مادی اسباب سے آپ ﷺ کو بے نیاز کیا جا رہا تھا اور صرف اور صرف خالق و مالک حقیقی کے سہارے سے کائنات کے اعلیٰ ترین منصب کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی تربیت دی جا رہی تھی۔ وہ ذمہ داری جو حضرت آدمؑ صفی اللہ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ روح اللہ تک تمام انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے سپرد فرمائی تھی۔ اس کی اب تکمیل ہو رہی تھی۔ محمد ﷺ کسی خاص قوم یا کسی خاص مدت یا کسی خاص خطہ ارض کے لئے تشریف نہیں لا رہے تھے بلکہ آپ ﷺ کو تمام بنی نوع انسانی کے لئے بھیجا جا رہا تھا جیسا کہ

فرمایا گیا:

وما ارسلنک للناس رسولا ط ۲۵

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔

آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں:

وما ارسلنک الا رحمت اللعلمین۔ ۲۶

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا

آپ ﷺ کا نام نامی محمد اور احمد رکھوا دیا۔ کلمہ طیبہ میں آپ ﷺ کے نام نامی کو اپنے اسم مبارک کے ساتھ جوڑ کر آپ ﷺ کا ذکر بلند فرما دیا:

ورفعنا لک ذکرک ط ۲۷

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا۔

تاریخ ولادت:

آپ ﷺ کی تاریخ ولادت سے متعلق سیرت نگاروں اور مؤرخین کے بیانات میں تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض سیرت نگاروں کے حساب سے آنحضرت ﷺ کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ا عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے اور بعض کے خیال میں ۱۲ ربیع الاول ا عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۰ء ہے۔ مصر کے مشہور ہیئت دان محمود پاشا فلکی نے اپنے ایک رسالہ میں دلائل ریاضی سے آپ ﷺ کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول بروز پیر مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بتائی ہے۔

محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیمؑ (آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے) کے انتقال کے وقت

آفتاب میں گہن لگا تھا اور سن ۱۰ ھ تھا (اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کا تریسٹھواں سال تھا)۔

۲۔ ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ کا گرہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بج کے ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔

۳۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے۔ جس میں ازروئے قواعد ہیئت) ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔

۴۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لے کر ۱۲ تک میں منحصر ہے۔

۵۔ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کا پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر تاریخ ولادت قطعاً ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تھی۔

۴۔ اسمائے گرامی:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا خطاب مکمل طور پر صاحب قرآن یعنی حضرت محمد ﷺ سے ہے یا آپ ﷺ کے توسط سے کسی اور گروہ سے۔ چنانچہ بے شمار مقامات پر آپ ﷺ کے مختلف اسمائے گرامی قرآن کریم میں موجود ہیں۔ کہیں آپ ﷺ کا ذکر ذاتی اسم مبارک سے ہے تو کہیں صفاتی اسم گرامی سے لیکن کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ ﷺ پر کوئی وقتی کیفیت طاری ہوئی تو اسی کیفیت کے ساتھ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا جس کی مثال سورہ مزمل اور مدثر میں ہے۔

آپ ﷺ کا اسم ذات 'محمد' وہ اسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ کلمہ طیبہ میں رکھا ہے اور اس طرح آپ ﷺ کے ذکر کو بلند فرمایا ہے۔ اسم محمد یعنی وہ ہستی جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے۔ قرآن حکیم میں چار مقامات پر آیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ محمد رسول اللہ۔ ۲۹

(محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:

و امنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم۔ ۳۰

ترجمہ: اور وہ اس کلام پر ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل ہوا اور وہ برحق ہے اس کے پروردگار کی جانب سے

اسم گرامی محمد تیسری جگہ اس طرح آیا ہے ارشاد الٰہی ہے:

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ ۳۱

ترجمہ: اور محمد ﷺ تو بس رسول ہیں۔ ان سے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔

اور چوتھی مرتبہ اسم مبارک محمد ﷺ قرآن کریم میں اس ارشاد رب ذوالجلال میں ملتا ہے:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم۔ ۳۲

ترجمہ: اور محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے دوسرے اسم ذات 'احمد' کا ذکر قرآن پاک میں صرف ایک مرتبہ آیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

و مبشرا برسول یاتی من بعد اسمه احمد۔ ۳۳

ترجمہ: اور بشارت (سنانے والے) اس رسول کی جو میرے بعد آنیوالے ہیں ان کا نام احمد ہوگا۔

اس آیت مقدسہ میں حضرت عیسیٰؑ کی زبانی آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں پیشنگوئی

نام نامی 'احمد' کے ساتھ ہے۔ ان دو اسماء گرامی کے علاوہ متعدد اسماء صفاتی کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں موجود

ہے۔ مثلاً بشیر، نذیر، منذر، مبشر، مزمل، مدثر، سراج منیر، رؤف و رحیم وغیرہ۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا۔ ۳۴؎

ترجمہ:اورہم نے بس آپ ﷺ کوسارے ہی انسانوں کی طرف خوشخبری اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

ان ھوا الا نذیر مبین۔ ۳۵؎

ترجمہ: یہ تو بس ایک کھلے ہوئے ڈرانے والے ہیں۔

ایک جگہ پروردگار عالم نے یوں ارشادفرمایا:

یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا۔ ۳۶؎

ترجمہ:اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ ﷺ کو بھیجا ہے شاہد،مبشر اور نذیر بنا کر اور اللہ کی طرف بلانے والا اسی کے حکم سے اور ایک روشن چراغ۔

آپ ﷺ کا اسم گرامی منذر اس طرح آیا ہے:

انما انت منذر من یخشا۔ ۳۷؎

ترجمہ: آپ ﷺ تو بس ڈرانے والے ہیں۔اسے جو (دوزخ سے) خوف کھاتا ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کردہ صفت خاص یعنی تمام جہانوں کے لئے رحمت کا اسطرح ذکر فرمایا:

وما ارسلنک الا رحمۃ اللعلمین۔ ۳۸؎

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم النبین کی سندان الفاظ مبارک میں عطا فرمائی:

ولکن رسول اللہ وخاتم النبین۔ ۳۹؎

ترجمہ: اور لیکن (آپ ﷺ) اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔

آپ ﷺ کی صفت شفقت ورحمت کا تذکرہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ایک خوشخبری سنائی۔ فرمایا:

حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم۔ ۴۰

ترجمہ: وہ تمہارے لئے حریص ہیں مومنین کے حق میں بڑی شفقت ورحم والے ہیں۔

معراج کا تذکرہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کے مقام عبدیت کا اس طرح ذکر فرمایا:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ ۴۱

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات لے گئی اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

کہیں پرورد گار نے آپ ﷺ کا ''اُمّی'' لقب سے نوازتے ہوئے فرمایا:

فامنوا باللہ و رسولہ النبی الامی۔ ۴۲

ترجمہ: پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ۔

آپ ﷺ کو کسی موقع پر وقتی کیفیت کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس طرح خطاب فرمایا:

یایھا المزمل. (اے چادر اوڑھنے والے)۔ ۴۳

آپ ﷺ کی یہ کیفیت اس وقت تھی جب آپ ﷺ لوگوں کے کفر پر جمے رہنے کی وجہ سے رنجیدہ ہو کر چادر میں لپٹے ہوئے لیٹے تھے۔ اسی طرح جب پہلی وحی کے بعد دوسری وحی کے نزول تک وقفہ کچھ زیادہ ہوا تو آپ ﷺ فکر مند ہو کر چادر اوڑھ کر غمگین کیفیت کے ساتھ چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے تو وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے پھر آپ ﷺ کو اسی طرح مخاطب فرمایا:

یایھا المدثر۔ (اے کپڑوں میں لپٹنے والے)۔ ۴۴؎

ان تمام اسماءِ گرامی کے علاوہ کچھ نام ایسے بھی جو قرآن مجید کی عبارتوں سے اخذ کئے جا سکتے ہیں اور بغور قرآن پڑھنے سے ہمیں کئی مقام پر ملتے ہیں مثلاً مصطفےٰ، مجتبیٰ، مطاع، صادق، امین، مبلغ، معلم، مزکی، مرسل وغیرہ۔

۵۔ حیات طیبہ کے چند منتخب واقعات:

معاہدات وغزوات:

معاہدات:

انسانوں کے باہمی تعلقات کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں اور اس طرح کے معاملات اگر وسیع ہو جائیں تو معاہدات وجود میں آتے ہیں۔ پورا انسانی معاشرہ اسی اصول پر چل رہا ہے۔ اسلام حقوق و فرائض کا ایک مکمل اور جامع نظام پیش کرتا ہے۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف مسلمانوں میں باہمی معاہدے کروائے بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی معاہدات کئے جن کا مقصد اچھے اخلاق کے ذریعہ تبلیغ اسلام تھا۔ ان معاہدات میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ معاہدہ اخوت:

دین اسلام میں مسلمانوں کو باہم برادرانہ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر فرمایا گیا ہے:

انما المومنون اخوۃ۔ ۴۵؎

ترجمہ: مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

احادیث میں بھی اسی اخوت کا درس دیا گیا ہے اور مثال میں مومنوں کو جسد واحد فرمایا گیا ہے کہ جسم کے کسی بھی حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔

اس تعلیم کا عملی مظاہرہ آپ ﷺ نے مسلمانوں سے معاہدہ اخوت کے ذریعہ کروایا اور مہاجرین کا مسئلہ ان کی عزت نفس اور خودداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے حل فرمادیا۔ مہاجرین مکہ معظمہ سے بالکل بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ آئے تھے اور اہل مدینہ پر بوجھ بھی بننا نہیں چاہتے تھے جبکہ انصار ان کی خدمت میں اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار میں سے ایک ایک آدمی لے کر ان کو آپس میں بھائی بنا دیا اور اس معاہدہ اخوت کی توثیق رب العلمین نے اس طرح فرمادی:

ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ

والذین اووا ونصروآ اولئک بعضھم اولیآء بعض ط ۴۶

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لئے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق قائم ہونے والا یہ معاہدہ اخوت اتنا پختہ ہو گیا کہ خونی رشتے بھی اس سے کم اہم ہو گئے۔ تمام مال و دولت اور جائیداد میں مہاجرین انصار کے ساتھ حصہ دار ہو گئے اور انصار مہاجرین کی اس حصہ داری کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھ رہے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال تک یہ معاہدہ اخوت اسی طرح برقرار رہا۔ پھر جب مہاجرین نے محنت و مشقت کے ذریعہ مدینہ میں قدم جما لئے تو انہیں انصار کی اعانت کی ضرورت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا:

واولوالارحام بعضھم اولی ببعض۔ ۴۷

ترجمہ: ارباب قرابت ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

''مواخات کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کے لئے قائم کیا گیا تھا کہ بے خانماں مہاجرین کا چند روزہ انتظام ہو جائے لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان اغراض اسلامی کی تکمیل کا سامان تھا''۔ ۴۸

۲۔ میثاق مدینہ:

ہجرت کرکے مدینہ پہنچنے پر حضور اکرم ﷺ نے اہل مدینہ کے درمیان ایک معاہدہ طے کیا جس میں مدینہ کے ہر طبقہ کو شامل فرمایا۔ یہ معاہدہ میثاق مدینہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں ہر مذہب اور عقیدہ کے لوگوں کو اپنے اعتقاد کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دیا گیا تھا۔ کیونکہ دین میں کسی قسم کے جبر کی گنجائش نہیں ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔ ۴۹ اس دستور سے اسلام کی حقانیت ممتاز ہوگئی۔

قبل ہجرت یثرب گویا یہودیوں کے زیر تسلط تھا۔ سیاست، معیشت اور معاشرت غرض ہر شعبہ پر یہودی چھائے ہوئے تھے۔ وہ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مذہبی طور پر بھی برتری رکھتے تھے اور بت پرست قبائل پر اپنا رعب وداب قائم کئے ہوئے تھے۔ خود بت پرست قبائل احساس کمتری میں مبتلا تھے اور منت مانا کرتے تھے کہ ان کے یہاں بیٹا پیدا ہوگا تو اسے یہودی بنائیں گے۔ ۵۰

یثرب میں یہودیوں کو یہ قیادت وسیادت حاصل تھی کہ حضور اکرم ﷺ ہجرت کرکے یہاں تشریف لے آئے۔ یثرب میں پہلے ہی مسلمان ہجرت کرکے آچکے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں کے قبائل اوس وخزرج بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے تھے۔ ان مسلمانوں میں اتنا جوش وولولہ تھا کہ یثرب کا نام ہی بدل ڈالا اور مدینۃ النبی ﷺ یعنی نبی ﷺ کا شہر اس کا نام رکھ دیا اور یہودی کچھ نہ بگاڑ سکے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی شخصیت مرکز ومحور بن گئی۔ اور یہودیوں کی حیثیت محکوم قوم جیسی ہوگئی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا جو سیاسی لحاظ سے بہت بڑا اقدام تھا۔ اس کو بجا طور پر دنیا کا پہلا تحریری دستور کہا جا سکتا ہے۔ ۵۱ اس معاہدہ کے ذریعہ مدینہ کے یہود ومشرکین اور مسلمانوں کی سوسائٹی کو ایک نظم میں پرو دیا گیا اور مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی، جس میں خدا کی حاکمیت اور اسلامی تعلیمات کو بنیادی اہمیت حاصل ہوگئی۔ اس کا ثبوت معاہدہ کی یہ دفعہ ہے کہ اس معاہدہ کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔ ۵۲

گویا سیاسی، قانونی اور عدالتی لحاظ سے آخری اختیار محمد ﷺ کے ہاتھ میں آ گیا۔ مدینہ کے دفاع کو مضبوط کرنے اور ریاست میں امن و امان قائم کرنے کے لئے معاہدہ میں یہ دفعات بھی رکھی گئیں کہ:

(۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ چلا آ رہا ہے وہ برقرار رہے گا۔

(۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔

(۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔

(۴) یہود اور مسلمانوں کی اگر کسی تیسرے فریق سے لڑائی ہوئی تو ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی۔

(۵) کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔

(۶) اگر کوئی بیرونی طاقت مدینہ پر حملہ کرے گی تو تمام فریق مل کر شہر کا دفاع کریں گے۔

(۷) اگر ایک فریق کسی سے مصالحت کرے گا تو دوسرا بھی شامل ہو گا لیکن مذہبی لڑائیاں اس سے مستثنٰی ہوں گی۔

اس تحریری معاہدہ کے ذریعہ مدینہ اور اسکے گردونواح کا علاقہ ایک وفاقی وحدت کی طرح منظم ہو گیا۔

جب ہم اس زمانہ کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں کی بے سرو سامان جماعت مدینہ کے اجنبی ماحول میں کس طرح ایک اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے پس منظر میں نبی ﷺ کی بے مثال سیاسی بصیرت کارفرما تھی۔

۳۔ صلح حدیبیہ:

صلح حدیبیہ اسلامی تاریخ کا ایسا روشن باب ہے جو نبی کریم ﷺ کی پیغمبرانہ دانشمندی اور بے مثال سیاسی بصیرت کا لازوال کارنامہ ہے۔ جس کی شرائط بظاہر کفار کے حق میں تھیں لیکن درحقیقت ان کے خلاف تھیں۔ اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد ہے جس میں اس معاہدہ کو فتح مبین اور نصر عزیز کے معنی خیز ناموں سے ذکر فرمایا گیا ہے:

انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ ۵۳ ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی۔

و ینصرک اللہ نصرا عزیزا۔۴ ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے زبردست مدد فرمائی۔

بظاہر تو یہ قریش مکہ اور حضور اکرم ﷺ کے مابین صلح کا ایک معاہدہ تھا لیکن درحقیقت اسلام کی مستقبل کی کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس معاہدہ کی دفعات عام انسانوں کی نظر میں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا مسلمان کفار سے مغلوب ہو گئے۔ جو بھی شرط تھی وہ کفار کے سردار کی طرف سے پیش کی جارہی تھی اور آپ ﷺ اس کو قبول فرمارہے تھے۔ عام انسان نبی ﷺ کی بصیرت کو نہیں پہنچ سکتے۔ چنانچہ صحابہ کرام مغموم اور دلبرداشتہ ہورہے تھے کہ ہم یہ کیسا معاہدہ کررہے ہیں۔ بعض شرائط تو مسلمانوں کے لئے انتہائی پریشان کن تھیں۔ مثلاً:

۱۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں۔ ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۲۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مکہ سے مدینہ جائے تو واپس کردیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ آجائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

یہی دو شرائط نتائج کے اعتبار سے بالکل مختلف ثابت ہوئیں۔ جو لوگ ہجرت کرکے مدینہ آگئے تھے اب انہیں اپنے وطن جانے کی سہولت مل گئی۔ جب یہ لوگ مکہ پہنچے، اپنے عزیز و اقارب سے ملے تو انہوں نے اپنے اسلامی طرز عمل سے ان لوگوں کو بہت متاثر کیا۔ اس طرح وہ لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ مکہ والے تجارت کی غرض سے آزادانہ مدینہ جاتے اور وہاں کے مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوتیں تو وہ لوگ یہاں سے بھی متاثر ہو کر جاتے تھے۔ اس طرح اسلام ان لوگوں میں پھیلنے لگا۔

دوسری شرط کے مطابق مکہ کا کوئی شخص مدینہ جا کر نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ جو بھی مسلمان کسی سبب سے مکہ سے ہجرت نہیں کرسکے تھے اور کفار کے مظالم سہہ رہے تھے وہ بھاگ کر مدینہ آجاتے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے ابو بصیر بھاگ کر مدینہ آئے۔ قریش نے اپنے دو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجے کہ ہمارا آدمی

بھاگ کر یہاں آ گیا ہے، اس کو ہمارے حوالے کر دیں۔ آپ ﷺ نے معاہدہ کے مطابق ابوبصیر کو ان کے ساتھ کر دیا۔ راستہ میں انہوں نے کفار کے ان دونوں آدمیوں کو مار ڈالا اور مدینہ کی حدود سے باہر قیام کر لیا۔ اسی طرح کفار کے ستائے ہوئے آدمی ابوبصیر کے ساتھ آ کر رہنے لگے اور یہ ایک چھوٹی سی بستی بن گئی جو کفار کے لئے ایک مصیبت ثابت ہوئی۔ کفار کے تجارتی قافلوں کا ادھر سے گزرنا انہوں نے مشکل کر دیا۔ قریش مکہ کی تجارت بالکل بیٹھ گئی۔ بالآخر عاجز آ کر انہوں نے اس شرط کو معاہدہ سے ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اب مسلمانوں کے لئے راستہ صاف ہو گیا اور وہ آزادانہ مکہ آنے جانے لگے اور مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ مسلمان دو سال بعد یعنی ۸ ہجری میں بغیر کسی خونریزی کے فاتحانہ مکہ میں داخل ہو گئے اور صلح حدیبیہ کا معاہدہ فتح مبین ثابت ہو گیا۔

اس معاہدہ کی رو سے جو امن و امان قائم ہوا اور جنگ کے بادل چھٹ گئے تو آپ ﷺ کو یہ موقع ملا کہ مختلف ممالک کے بادشاہوں تک پیغام اسلام پہنچا سکیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے دعوتی خطوط کے ذریعہ اسلام کا نام عرب سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گیا۔

غزوات:

حق و باطل کی جنگ ازل سے ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ جب حق کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا تو باطل اس آگ میں اسی شدت کے ساتھ جلنے لگا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کا قیام اہل مکہ کے لئے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ وہ یہ کس طرح برداشت کر سکتے تھے کہ مسلمان مدینہ میں اپنے قدم جمالیں اور آرام و سکون کی زندگی بسر کریں اور اسلام چاروں طرف پھیلتا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف تدابیر کرنا شروع کر دیں مدینہ کے اسلام دشمن عناصر کو اپنے ساتھ ملانے کی پوری پوری کوشش کی۔ مگر مسلمانوں کی احتیاطی تدابیر کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ حق و باطل کی اس کشمکش کے نتیجے میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بعض میں قتال کی نوبت آئی اور بعض میں قتال کی ضرورت نہیں پڑی۔ جن جنگوں میں حضور اکرم ﷺ

نے بنفس نفیس شرکت فرمائی، انہیں غزوات کہا جاتا ہے اور جن میں آپ ﷺ نے کسی صحابی کو سپہ سالار لشکر بنا کر بھیجا انہیں سرایا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کئی غزوات کا تذکرہ قرآن کریم میں ملتا ہے۔ان میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

غزوہ بدر (۲ ھ):

حق و باطل کا پہلا معرکہ باقاعدہ معرکہ ۱۷رمضان المبارک سن۲ھ کو میدان بدر میں پیش آیا۔جس میں اللہ تعالٰی کی مدد سے مسلمانوں نے فتح حاصل کی اور جس کو قرآن مجید میں یوم الفرقان کا نام دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ فاتقو اللہ لعلکم تشکرون۔ ۵۵

ترجمہ:اور اللہ تعالٰی نے تمہاری مدد بدر میں کی ۔درآنحالیکہ تم بہت کمزور تھے۔پس تم اللہ کا تقوٰی اختیار کرو شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

ان کنتم امنتم باللہ ومآ انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان۔ ۵۶

ترجمہ:اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن نازل کی۔یعنی اس دن جبکہ دونوں فریق باہم مقابل تھے۔

غزوہ احد ۳ ھ:

غزوہ بدر میں بدترین شکست کھانے کے بعد کفار کی خوش فہمی اور گھمنڈ کافور ہو گیا۔انتقام کی آگ کے شعلے مزید بھڑک اٹھے اور اب وہ یہ سمجھ گئے کہ مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے بڑی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انہوں نے دوسرے حملے کی تیاری زور و شور سے شروع کی، اپنی تجارت میں جنگی تیاری کے لئے خصوصی حصہ رکھا۔چنانچہ شوال ۳ھ مطابق ۶۲۵ء کو کفر و اسلام کا دوسرا بڑا معرکہ کوہ احد کے دامن میں وقوع پذیر

ہوا جس کا ذکر قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا گیا:

و اذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال ۵۷ ؎

ترجمہ: اور وہ وقت بھی یاد کیجئے (اے پیغمبر ﷺ) جب ایک صبح آپ اپنے گھر والوں کے پاس سے نکلے مسلمانوں کو قتل کے لئے مناسب مقام پر لے جاتے ہوئے۔

ایک اور مقام پر یوں تذکرہ فرمایا:

ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ و تلک الایام ند اولھا بین الناس۔ ۵۸ ؎

ترجمہ: اگر تم لوگوں کو کوئی زخم پہنچ جائے تو ان لوگوں (یعنی مشرکوں) کو بھی تو ایسا زخم پہنچ چکا ہے اور ہم ان ایام (یعنی زمانہ) کی الٹ پھیر تو لوگوں کے درمیان کرتے ہی رہتے ہیں۔

غزوہ بدر ثانیہ ۴ ھ:

جنگ احد سے واپس ہوتے ہوئے کفار کے سردار ابوسفیان نے سید عالم (ﷺ) سے پکار کر کہا کہ اگلے سال ہماری آپ کی جنگ پھر مقام بدر میں ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا انشاءاللہ۔ لیکن وہ وقت آنے پر اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں خوف ڈال دیا تو ابوسفیان نے نعیم بن مسعود سے جو مکہ آیا ہوا تھا، کہا کہ میری لڑائی مقام بدر میں محمد ﷺ کے ساتھ طے ہو چکی ہے لیکن میں جنگ میں جانا نہیں چاہتا۔ تو مدینہ جا اور کسی تدبیر سے مسلمانوں کو میدان جنگ میں جانے سے روک دے۔ اس کے عوض تجھے بھاری انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ نعیم نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو کفار کے بہت بڑے لشکر سے ڈرانے کی کوشش کی۔ لیکن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم میں ضرور جاؤں گا۔ چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ پس آپ ﷺ ستر سواروں کے ہمراہ **حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔** ۵۹ ؎ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ بدر میں پہنچے۔ وہاں آٹھ شب قیام فرمایا لیکن ابوسفیان کا لشکر نہیں آیا۔ چنانچہ جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے:

الذین استجابوا للّٰہ والرسول من بعد مآ اصابھم القرح ط للذین احسنوا منھم

واتقوا اجر عظیم ٥ ۱۷۰

ترجمہ: وہ جواللہ اوراس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعداس کے کہ انہیں زخم پہنچا ہوا تھاان

کے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا اجر ہے۔

فانقلبوا بنعمة من اللہ و فضل لم یمسسھم سوٓء و اتبعوا رضوان اللہ

و اللہ ذو فضل عظیم٥ ۱۷۱

ترجمہ: تو پلٹے اللہ کے احسان اورفضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ

بڑے فضل والا ہے۔

غزوہ احزاب ۵ھ:

ابتدائی دومعرکوں میں قتال ہوا،لیکن اس کے بعد کفار کے دل میں خوف اوررعب طاری ہوگیا۔ چنانچہ انہوں نے اب سے بہت سے قبائل سے رابطے کئے اورانہیں اپنے ساتھ ملالیا۔حزب گروہ کو کہتے ہیں جس کی جمع احزاب ہے۔اس جنگ کے لئے کیونکہ بہت سارے قبائل مسلمانوں کے لئے متحد ہو گئے تھے اس لئے اس کو جنگ احزاب کے نام سے موسوم کیا گیا۔مسلمانوں نے کفارکولشکر روکنے کے لئے ایک طویل وعریض خندق تیار کی چنانچہ کفار کالشکر خندق کے اس طرف پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہوا۔تقریباً ایک ماہ تک وہ اسی طرح پڑاؤ ڈالے رہے۔اس طویل پڑاؤ کی وجہ سے ان کا سامان رسد ختم ہوگیاوہ بھوک سے پریشان ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آندھی اورطوفان کاعذاب بھی ان پرمسلط کردیا گیا۔جس کاذکرقرآن کریم میں اس طرح فرمایا گیا:

یایھا الذین امنوا اذکرو نعمة اللہ علیکم اذ جآء تکم جنود فارسلنا علیھم ریحا

و جنودا لم تروھا ط وکان اللہ بما تعملون بصیرا ٥ ۱۲

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

غزوہ حدیبیہ (یا صلح حدیبیہ) ذیقعدہ ۶ ھ:

یہ عظیم الشان واقعہ ابتدائی طور پر نہ غزوہ تھا اور نہ ہی کوئی معاہدہ۔ بلکہ نبی کریم ﷺ چودہ سو مسلمانوں کے ہمراہ کعبۃ اللہ کی زیارت کے لئے مکہ تشریف لے جا رہے تھے اور اس کے ثبوت کے طور پر کوئی ہتھیار بھی ساتھ نہیں تھے۔ قربانی کے لئے جانور ساتھ تھے اور صرف تلواریں تھیں وہ بھی نیام کے اندر، جو کسی سفر میں ساتھ ہوتی ہی تھیں لیکن کفار جو مسلمانوں سے مرعوب ہو چکے تھے وہ خطرہ محسوس کرنے لگے اور مسلمانوں کو روکنے کے انتظامات کرنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا اور کفار کو اپنا مدعا سمجھانے کے لئے حضرت عثمان غنیؓ کو ان کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کو وہاں کچھ زیادہ وقت رہنا پڑا جس کی وجہ سے یہ افواہ اڑ گئی کہ آپؓ کو وہاں شہید کر دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے قصاص عثمانؓ کے لئے بیعت لی جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح فرمایا گیا:

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم

فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحا قریبا ۝ ۶۳

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

اس بیعت میں مسلمانوں کے جوش و خروش کے بارے میں سن کر کفار مکہ مزید گھبرا گئے اور انہوں نے خود ہی صلح کا ایک معاہدہ کرنے کی پیشکش کر دی۔ آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔ سفراء کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ قریش کے مختلف نمائندے آئے اور نبی کریم ﷺ پر صحابہؓ کی جانثاری، ادب و احترام، فرمانبرداری دیکھ کر حیران ہوئے۔ ان کے ایک نمائندے عروہ نے اپنے لوگوں سے جا کر کہا اے قوم بخدا میں قیصر و کسریٰ اور

نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ جس کی لوگ اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے ساتھ محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔عروہ نے قریش کو یہ مشورہ بھی دیا کہ ان کی بات مان لو بعد میں عروہ مسلمان بھی ہو گئے۔قریش کے بعض جنگجو نوجوانوں نے رات کی تاریکی میں مسلمانوں کے خیموں پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن محمد بن مسلمہ نے ان سب کو گرفتار کر لیا لیکن حضور اکرم ﷺ نے صلح کی خاطر ان سب کو آزاد کر دیا اس بات کا ذکر قرآن پاک میں اسطرح ہوا:

وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم ط ۶۴

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے وادی مکہ میں۔ بعد اس کے کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا۔

قریش نے صورت حال کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے سہیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے آتا دیکھ کر صحابہ کرام سے فرمایا: "تمہارا کام تمہارے لئے سہل کر دیا گیا۔اس شخص کو بھیجنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں۔" ۶۵

سہیل اپنی شرائط لے کر حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کی تمام شرائط منظور فرما لیں مسلمان یہ دیکھ کر حیران و پریشان تھے کہ کفار اپنی ہی بات منوا رہے ہیں۔ بعض نے حضور اکرم ﷺ سے اس کا اظہار بھی کیا۔ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہماری فتح ہے۔ اپنے محبوب کی اس بات پر اللہ تعالیٰ نے مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ وحی نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا ۵ ۶۶

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی۔

غزوہ خیبر (محرم و صفر ۷ھ):

صلح حدیبیہ کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوئے اس معاہدہ کی رو سے قریش مکہ دس سال تک

مسلمانوں پر حملہ نہیں کر سکتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے خیبر کے یہود کی طرف توجہ فرمائی جو مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ اس لئے کہ اب مسلمانوں کو خود بڑھ کر حملہ کرنے کی اجازت بھی مل چکی تھی۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہوا:

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا ط و ان اللہ علی نصرھم لقدیر ۝ ٦٧

ترجمہ: اجازت دی گئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں (جہاد کی) اس بناء پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے

غزوہ خیبر میں مسلمانوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخزونھا معجل لکم ھذہ۔ ٦٨

ترجمہ: اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم انہیں حاصل کرو گے تو سر دست تمہیں یہ (فتح) دی ہے۔

غزوہ فتح مکہ (یا فتح مکہ) شوال ۸ھ:

صلح حدیبیہ کی فتح مبین ہونے کی تکمیل فتح مکہ کی صورت میں ہوئی۔ اب کفار کا اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

اذا جآء نصر اللہ والفتح . ورایت الناس ید خلون فی دین اللہ افواجا ۝ ٦٩

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی اور تم نے دیکھا کہ لوگ فوج درفوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

غزوہ حنین (شوال ۸ھ):

حنین طائف کے قریب ایک وادی ہے۔ فتح مکہ کے چند روز بعد قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے مسلمانوں کے خلاف سر اٹھایا۔ چنانچہ اس وادی میں ان سے مقابلہ ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد مشرکین

سے زیادہ تھی۔ مسلمانوں میں سے کسی کی زبان سے کچھ اس طرح کے کلمات نکل گئے جن میں اپنی کثرت پر خوشی کا اظہار تھا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن

عنکم شیا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ٥ ٤٠؎

ترجمہ: بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے

سیرت نبوی ﷺ کا یہ پہلو جو بحیثیت سپہ سالار نظر آتا ہے، مسلمانوں کے لئے اس جہت میں مکمل تربیت گاہ ہے جہاں مسلمانوں نے نبی ﷺ کے حکم سے سر مو انحراف نہیں کیا وہاں فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔ تائید ایزدی ان کے ساتھ ہوتی تھی لیکن جہاں ان کے دل میں حب مال نے جگہ پائی اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری میں کچھ کوتاہی کی وہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت کر لی۔ جس کی مثال غزوہ احد اور غزوہ حنین میں نظر آتی ہے۔

عہد نبوی ﷺ کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور سے ممتاز ہیں۔ اکثر دگنی تگنی اور بعض وقت دس گنی طاقت سے مقابلہ ہوا اور قریب قریب ہمیشہ ہی فتح حاصل ہوئی۔ دوسرے چند محلوں پر مشتمل ایک شہری مملکت سے آغاز ہوا۔ وہ روزانہ دو سو چوہتر (۲۷۴) مربع میل کے اوسط سے وسعت اختیار کرتی ہے اور دس سال بعد جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو دس لاکھ سے بھی زیادہ مربع میل کا رقبہ آپ ﷺ کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ اس تقریباً براعظم ہندوستان و پاکستان کے برابر وسیع علاقے کی فتح میں جس میں یقیناً کئی ملین کی آبادی تھی، دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو آدمی قتل ہوئے۔ مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال میں ماہانہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ انسانی خون کی یہ عزت تاریخ عالم میں بلاخوف تردید بے نظیر ہے۔ پھر ان فتوحات کا

دوسرا پہلو قبضے کا استحکام، مفتوحوں کی ذہنیت کی کایا پلٹ اور ان کا مکمل طور پر اپنا لیا جانا اور ایسے افسروں کی تربیت کر جانا کہ آپ ﷺ کی وفات کے پندرہ ہی سال بعد تین براعظموں ایشیاء، افریقہ اور یورپ پر پھیلے ہوئے علاقوں پر مدینہ کی حکومت کا قائم ہو جانا یہ تمام اور دیگر امور ہمیں عہد نبوی ﷺ کی جنگوں کا مطالعہ کرنے کا غیر معمولی طور سے شائق بنا دیتے ہیں۔ [۱]

نبی کریم ﷺ کے معاصر گروہ:

مختلف ادوار میں انبیاء کرام دنیا میں تشریف لاتے رہے اور اپنی قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولکل امة الرسول۔ [۲]

ترجمہ: اور ہر امت کیلئے ایک رسول بھیجا گیا۔

ہر نبی نے اپنی اپنی قوم میں رہنمائی کے ساتھ ساتھ آخری نبی کا تعارف بھی کروایا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی کی تشریف آوری کے بعد کوئی نیا نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ پر سلسلہء نبوت و رسالت کی تکمیل ہو جائے گی۔ جیسا کہ ان ارشادات الٰہیہ سے ثابت ہوتا ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط [۳]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

ماکان محمد ابآ احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ط [۴]

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

آپ ﷺ آخری نبی ہیں اب رہنمائی کیلئے صرف اور صرف آپ ﷺ کی ہی ذات کامل ہے۔ اس لئے نبی نوع انسان کو آپ ﷺ پر ایمان لانا لازمی ہے۔ آپ تمام عالم کیلئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس کا ثبوت ان ارشادات الٰہی سے ملتا ہے۔

قل یآ یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاo ۵؎

ترجمہ:تم فرماؤاے لوگو!میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین o ۶؎

ترجمہ:اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کیلئے۔

انما انت منذر ولکل قوم ھادo ۷؎

ترجمہ:تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی۔

''غرض یہ کہ آپ ﷺ کی بعثت ودعوت کا ساری نسل آدم کی طرف ہونا تو ہر طرح ثابت اور یقینی ہے لیکن ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا سابقہ بیک وقت ساری دنیا اور دور دراز بسنے والی قوموں سے کیونکر پڑ سکتا تھا قدرۃً براہ راست سابقہ آپ ﷺ کو انہیں لوگوں سے پیش آیا جو جغرافیائی اعتبار سے آپ ﷺ سے متصل تھے یعنی عرب اور خصوصاً اس کے شہروں مکہ ومدینہ یا جو ان کے حوالی میں آباد تھے تو اب تاریخی سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ان اہل ملک نے حضور ﷺ کے پیام کی پذیرائی کس حد تک اور کیونکر کی؟ اور یہیں سے ایک بڑا طویل باب آپؐ کے معاصرین سے متعلق شروع ہوتا ہے''۔ ۸؎

ان گروہوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر فرمایا ہے۔

(الف)مشرکین و کفار:

نبی آخر الزماں ﷺ اللہ کا جو پیغام لے کر تشریف لائے اس کا بنیادی جز و توحید ہی ہے قرآن مجید میں اسی پیام کو بار بار دہرایا ہے۔

والھکم الہ واحد ط لا الہ الا ھو o ۹؎

ترجمہ:اور تمہارا معبود ایک معبود ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

سورۃ الاخلاص مکمل طور پر سورۃ التوحید ہے۔اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔یہ حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت ہے جو قرآن پاک میں بیان ہوئی۔

ان الشرک لظلم عظیمo ۸۰

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

چنانچہ مشرکین و کفار کے متعلق قرآن حکیم میں واضح طور پر فرما دیا گیا:

ان شر الدوآب عند اللہ الذین کفروا۔ ۸۱

ترجمہ: جانداروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں۔

یآیھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا ج ۸۲

ترجمہ: مومنو! مشرک تو پلید ہیں تو اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں۔

ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ شیئا ط واولئک ھم وقود النارo ۸۳

ترجمہ: جو لوگ کافر ہوئے (اس دن) نہ تو ان کا مال ہی خدا (کے عذاب) سے ان کو بچا سکے گا اور نہ ان کی اولاد ہی (کچھ کام آئے گی) اور یہ لوگ آتش (جہنم) کا ایندھن ہوں گے۔

عقیدہ کا اثر پوری زندگی پر پڑتا ہے چنانچہ یہ مشرکین طرح طرح کی خرافات میں مبتلا تھے۔ حلال و حرام کی تمیز نہ ہونا، اولاد کشی، بے حیائی، عورت کی بے توقیری وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان برائیوں سے بچنے کا جابجا حکم دیا ہے۔

(ب) یہود و نصاریٰ:

جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو یہاں آپؐ کا سابقہ یہود و نصاریٰ سے بھی پڑا۔ یہاں آپؐ نے ان اہل کتاب کو صلح کا پیغام دیا اور یہ ارشاد الٰہی سنایا:

قل یٰاھل الکتاب تعالو الی کلمۃ سوآء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ط ۸۴

ترجمہ: تم فرماؤ اے اہل کتاب ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں

مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنا لے اللہ کے سوا۔

لیکن ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور ان کا رویہ ہمیشہ غیر دوستانہ رہا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہوا:

ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصٰرٰی حتی تتبع ملتھم ط قل ان ھدی اللہ ھو الھدی ط ۸۵؎

ترجمہ: اور ہرگز تم سے یہود و نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو۔ تم فرما دو اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی مقامات پر یہود و نصاریٰ کا تذکرہ ملتا ہے۔

(ج) منافقین:

مدینہ میں منافقین کے گروہ سے بھی آپ کا سابقہ پڑا ان کا ذکر بھی قرآن پاک میں بہت مقامات پر آیا ہے ایک جگہ ارشاد ہوا:

ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمومنین o ۸۶؎

ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ اور روزِ جزا پر۔ حالانکہ وہ ذرا بھی صاحبِ ایمان نہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

یقولون بالسنتھم ما لیس فی قلوبھمo ۸۷؎

ترجمہ: اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔

مسلمانوں سے ان کے حسد، جلن، بغض اور ان کے نفاق کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کا انجام بتایا گیا۔

بشر المنافقین بان لھم عذابا الیماo ۸۸؎

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ! منافقوں کو بشارت سنا دو کہ ان کیلئے دکھ دینے والا عذاب ہے۔

(د) مومنین یا صحابہ کرام:

یہ وہ سعد طبقہ تھا جو آپ ﷺ کا پیام سن کر کلامِ الٰہی پر ایمان لایا، آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کی تصدیق

کی اور آپ ﷺ کی ذات اقدس ہی کو اپنے لئے نمونہ عمل بنایا۔ بے شمار مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے مدح فرمائی۔

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایتہ

زادھم ایماناً وعلیٰ ربھم یتوکلون ۝ ۸۹

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے، ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔

پھر مومنین کا اجر بیان فرمایا:

لھم درجت عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم ۝ ۹۰

ترجمہ: ان کیلئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

ایک اور جگہ ارشادِ الٰہی ہوا:

قد افلح المومنون ۝ ۹۱

ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔

فاما الذین اٰمنوا وعلموا الصلحت فھم فی روضۃ یحبرون ۝ ۹۲

ترجمہ: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، باغ کی کیاری میں ان کی خاطرداری ہوگی۔

نہ صرف مومن مردوں کے بارے میں قرآن میں اجرِ عظیم کا ذکر ہے بلکہ مومن عورتوں کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔

ان المسلمین والمسلمٰت والمومنین والمومنٰت ۝ ۹۳

ترجمہ: بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔

گویا اعمال کے اجر و ثواب کے معاملہ میں عورت و مرد میں کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا ہے۔

وصال مبارک:

نبی کریم ﷺ کے وصال کے سلسلہ میں اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں واضح اشارات فرمائے ہیں۔

انک میت و انهم میتون ۰ ۹۴

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) تم بھی مرجاؤ گے اور یہ بھی مرجائیں گے۔

غزوۂ احد کے موقع پر جب حضور اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ اڑ گئی تھی اور مسلمان ہمت ہار بیٹھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وما محمد الا رسول ج قد خلت من قبله الرسل ط افاء ن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ط ۹۵

ترجمہ: اور محمد ﷺ تو (بس) رسول ہیں۔ ان سے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں تو اگر ان کی وفات ہو جائے یا انہیں شہید کر دیا جائے تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے؟

جب وقت وصال قریب آنے لگا تو آپ ﷺ کی ذات گرامی سے ایسے امور صادر ہونے لگے جن سے آپ ﷺ کی رحلت کے آثار نظر آتے تھے۔ مثلاً آپ ﷺ نے رمضان ۱۰ھ میں دس کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا اور حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو ایک کے بجائے دو مرتبہ قرآن کا ورد کرایا۔ پھر آپ ﷺ نے ادائیگی حج کا اعلان فرمایا جو فرضیت حج کے بعد آپ ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ جمرہ عقبہ کے پاس آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے حج کے اعمال سیکھ لو کیونکہ اس سال کے بعد غالباً حج نہ کرسکوں گا''۔ ۹۶

پھر آپ ﷺ پر ایام تشریق کے وسط میں سورۃ النصر نازل ہوئی جس سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اب دنیا سے آپ ﷺ کی روانگی کا وقت آپہنچا ہے۔

اذا جآء نصر اللہ و الفتح ۰ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ۰

فسبح بحمد ربک واستغفرہ ط انه کان توابا ۰ ۹۷

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس کی بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہ سورۃ حجتہ الوداع میں بمقام منیٰ نازل ہوئی۔ اس کے بعد تکمیل دین کی آیت نازل ہوئی۔ ۹۸

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط ۹۹

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اس آیت کے نزول کے بعد سید عالمﷺ اسی (۸۰) روز تک دنیا میں تشریف فرما رہے۔

۲۹ صفر ۱۱ھ سے طبیعت کی ناسازگاری کا آغاز ہوا اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ کا حق تعالیٰ سے وصال ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

حوالہ جات باب دوم

۱۔ القرآن/الحجر، آیت ۹

۲۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۴۰

۳۔ القرآن/البقرہ، آیت ۸۹

۴۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۲۹

۵۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۲۷

۶۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۵۱

۷۔ القرآن/الصف، آیت ۶

۸۔ عہدنامہ جدید/یوحنا، ۱۴۔۔۱۶

۹۔ انجیل برناباس

۱۰۔ عہدنامہ عتیق/کتاب استثنا ۱۸۔۔۱۸

۱۱۔ نامہ شت ساسان نخست ۵۵۔۔۶۰

۱۲۔ الرحیق المختوم/مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری/ص ۵۴

۱۳۔ محولہ بالا/ص ۷۱

۱۴۔ القرآن/الزمر، آیت ۳

۱۵۔ القرآن/یونس، آیت ۱۸

۱۶۔ آسان فقہ/محمد یوسف اصلاحی/ج ۲/ص

۱۷۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۹۹

۱۸۔ رحمت اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) / قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

۱۹۔ القرآن/البینہ، آیات ۱،۲،۳

۲۰۔ القرآن/الفرقان، آیت ۴۳

۲۱۔ القرآن/الفرقان، آیت ۴۴

۲۲۔ القرآن/التکویر، آیات ۸،۹

۲۳۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۰۳

۲۴۔ نظم مدوجزر اسلام (مسدس حالؔی) / خواجہ الطاف حسین حالؔی

۲۵۔ القرآن/النساء، آیت ۷۹

۲۶۔ القرآن/الانبیاء، آیت ۱۰۷

۲۷۔ القرآن/الم نشرح، آیت ۴

۲۸۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) /شبلی نعمانی / ج ۱ (حاشیہ) ص ۱۷۱

۲۹۔ القرآن/الفتح، آیت ۲۹

۳۰۔ القرآن/محمد، آیت ۲

۳۱۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۴۴

۳۲۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۴۰

۳۳۔ القرآن/الصف، آیت ۶

۳۴۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۳۴

۳۵۔ القرآن/الاعراف، آیت ۱۸۴

۳۶۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۴۵

۳۷۔ القرآن/النزعٰت، آیت ۴۵

۳۸۔ القرآن/الانبیاء، آیت ۱۰۷

۳۹۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۴۰

۴۰۔ القرآن/التوبہ، آیت ۱۲۸

۴۱۔ القرآن/بنی اسرائیل، آیت ۱

۴۲۔ القرآن/الاعراف، آیت ۱۵۸

۴۳۔ القرآن/مزمل، آیت ۱

۴۴۔ القرآن/مدثر، آیت ۱

۴۵۔ القرآن/الحجرات، آیت ۱۰

۴۶۔ القرآن/الانفال، آیت ۷۲

۴۷۔ القرآن/الانفال، آیت ۷۵

۴۸۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)/شبلی نعمانی/ ج ۱/ص ۲۸۹

۴۹۔ القرآن/البقرہ، آیت ۲۵۶

۵۰۔ محسن انسانیت/نعیم صدیقی/ص ۲۲۴

۵۱۔ محولہ بالا

۵۲۔ الرحیق المختوم/مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری/ص ۲۶۴

۵۳۔ القرآن/الفتح، آیت ۱

۵۴۔ القرآن/الفتح، آیت ۳

۵۵۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۲۳

۵۶۔ القرآن/الانفال، آیت ۴۱

۵۷۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۲۱

۵۸۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۴۰

۵۹۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۹

۶۰۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۷۳

۶۱۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۷۲

۶۲۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۷۴

۶۳۔ القرآن/الفتح، آیت ۱۸

۶۴۔ القرآن/الفتح، آیت ۲۴

۶۵۔ الرحیق المختوم/مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری/ص ۴۶۵

۶۶۔ القرآن/الفتح، آیت ۱

۶۷۔ القرآن/الحج، آیت ۳۹

۶۸۔ القرآن/الفتح، آیت ۲۰

۶۹۔ القرآن/النصر، آیت ۲

۷۰۔ القرآن/توبہ، آیت ۲۵

۷۱۔ عہد نبوی کے میدان جنگ/ ڈاکٹر حمید اللہ/ص ۱۹۰

۷۲۔ القرآن/یونس، آیت ۴۷

۷۳۔ القرآن/المائدہ، آیت ۳

۷۴۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۴۰

۷۵۔ القرآن/الاعراف، آیت ۱۵۸

۷۶۔ القرآن/الانبیاء، آیت ۱۰۷

۷۷۔ القرآن/الرعد، آیت ۷

۷۸۔ سیرت نبویؐ قرآنی (خطبات ماجدی)/عبدالماجد دریابادی

۷۹۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۶۳

۸۰۔ القرآن/لقمان، آیت ۱۳

۸۱۔ القرآن/الانفال، آیت ۵۵

۸۲۔ القرآن/توبہ، آیت ۲۸

۸۳۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۰

۸۴۔ القرآن/آل عمران، آیت ۶۴

۸۵۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۲۰

۸۶۔ القرآن/البقرہ، آیت ۸

۸۷۔ القرآن/الفتح، آیت ۱۱

۸۸۔ القرآن/النساء، آیت ۱۳۸

۸۹۔ القرآن/الانفال، آیت ۲

۹۰۔ القرآن/الانفال، آیت ۴

۹۱۔ القرآن/المومنون، آیت ۱

۹۲۔ القرآن/روم، آیت ۱۵

۹۳۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۳۵

۹۴۔ القرآن/الزمر، آیت ۳۰

۹۵۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۴۴

۹۶۔ الرحیق المختوم/مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری/ص ۶۲۳

۹۷۔ القرآن/النصر، آیت ۱۔۳

۹۸۔ سیرت احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم/شاہ مصباح الدین شکیل/ ج ۳/ص ۷۰۰

۹۹۔ القرآن/المائدہ، آیت ۲

باب سوم:

تدوین سیرت النبی ﷺ کا آغاز وارتقاء

سلسلہ نبوت ورسالت انسان کی رہنمائی کیلئے قائم کیا گیا نبی آخرالزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تکمیل ہوگئی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نہ وقتی تھیں نہ علاقائی بلکہ آپ ﷺ کی رسالت تمام زمان ومکان کیلئے اور تمام بنی نوع انسان کیلئے تھیں آپ ﷺ کی تعلیمات قرآن کی صورت میں ہیں اور قرآن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ گویا نبی آخر ﷺ کی تعلیمات پروردگار عالم نے محفوظ فرمادی ہیں۔ لہٰذا نبی ﷺ کی سیرت بھی بالواسطہ طور پر محفوظ ہوگئی۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی تدوین وترتیب کا آغاز کس طور پر ہوا اس امر کا ہم اس طرح جائزہ لیتے ہیں:۔

قرآن حکیم:

حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سب سے پہلے تو قرآن حکیم ہی میں مرتب ومدون ہوچکی ہے اور قرآن ہی سیرت رسول ﷺ کا بنیادی ماخذ ہے۔ قرآن حکیم میں نہ صرف آپ ﷺ کی حیات مقدسہ میں پیش آنے والے تمام اہم واقعات کا ذکر ہے بلکہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے قبل جو حالات تھے، ان کا بھی اس طرح نقشہ کھینچا گیا ہے:

وکنتم علیٰ شفا حفرت من النار فانقذکم منها ط [۱]

ترجمہ: اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔

یعنی اس وقت کے لوگوں کے اعمال واطوار اتنے مذموم ہوگئے تھے کہ جن کی وجہ سے قوموں پر عذاب نازل ہوتا ہے لیکن اللہ نے کرم فرمادیا اور ایک نجات دہندہ مبعوث فرمادیا اور آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی وہ نعمت عظیم ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے احسان گنوایا ہے۔ حالانکہ پروردگار نے بے شمار نعمتیں اپنے بندوں کو عطا کی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم

ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ج وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ٥ [۲]

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں سے ہی ان کے درمیان ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا اور پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

آپ ﷺ کی حیات مقدسہ کے مختلف ادوار ولادت، بچپن، جوانی اور قرب رحلت آپ ﷺ کو پیش آمدہ واقعات کو جاننے کا مستندترین ذریعہ قرآن ہی ہے۔ ''قرآن کی اس خصوصیت میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ محمد ﷺ کی سیرت اور اسلام کی ابتدائی تاریخ معلوم کرنے کیلئے اس میں بنیادی باتیں موجود ہیں اور محمد ﷺ کی زندگی کے تمام تحقیق طلب امور اس کے ذریعہ صحت کے ساتھ جانچے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں محمد ﷺ کے مذہبی خیالات، ان کے پبلک افعال اور ان کی نجی زندگی سے متعلق تمام مواد قرآن میں مکمل طور پر مل جاتا ہے۔ محمد ﷺ کی سیرت اور ان کا کردار معلوم کرنے کیلئے قرآن ایک ایسا شفاف آئینہ ہے جس میں ہمیں سب کچھ صاف صاف نظر آجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی مسلمانوں میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی کہ آپ ﷺ کی سیرت قرآن ہے''۔ [۳]

مشہور مستشرق ولیم میور جس چیز کو ابتدائی مسلمانوں کی ضرب المثل بتاتا ہے وہ چیز ایک حقیقت ہے اور قیامت تک کیلئے اس چیز پر مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے واسطے سے آپ ﷺ کی سیرت کو مرتب فرما کر بندوں سے اس طرح خطاب فرمایا کہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ٥ [۴]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ:

انک لعلیٰ خلق عظیم ○ ۵

ترجمہ: بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بڑے درجے پر ہیں۔

اور مزید یہ بھی فرمایا کہ

ورفعنا لک ذکرک ○ ۶

ترجمہ: اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

سیرت نبوی کا یہ پہلا منبع وماّ خذ یعنی قرآن جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اور ایسے پاک طینت نفوس بھی اللہ نے پیدا فرمائے جو اس کتاب ہدایت کی جمع وتدوین کی خدمت پر مامور ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن مجید کو جمع کر کے کتابی شکل دی اور اس مدون قرآن کی نقول تیار کر کے حضرت عثمان غنیؓ نے تمام بلاد اسلامیہ میں ارسال فرمائیں تاکہ امت ایک قرآن پر متحدر ہے۔

اس طرح قرآن کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ کے تمام پہلو مجملاً ہر چہار جانب پہنچ گئے۔ قرآن حکیم کی صورت میں ایک مکمل دستور حیات بنی نوع انسان کو عطا ہوا اور نبی ﷺ نے اس پر عمل کر کے اللہ کے قانون کو عملی جامہ پہنایا اور بندوں کو یہ سکھایا کہ قرآن کی تعلیم پر عمل کس طرح کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ۷

ترجمہ: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

قرآن مجید میں آپ ﷺ سے متعلق مختلف لوگوں کا ذکر بھی ملتا ہے، جن میں ازواج مطہرات، آپ ﷺ کے جاں نثار دوست اور جانی دشمنوں کا ذکر بھی آتا ہے نبی ﷺ پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے جن کا رد قرآن کریم میں خود علیم وخبیر پروردگار نے فرمایا ہے۔

آپ ﷺ کے حالات وواقعات کے علاوہ آپ ﷺ کے اخلاق وآداب تو قرآن حکیم کی مکمل

تعلیمات کا عملی نمونہ ہیں۔ یعنی قرآن کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے یا آپ ﷺ کی ذات گرامی کا مشاہدہ کیا جائے ایک ہی بات ہے۔

"اگر دنیا سے تاریخ اسلام کی ساری کتابیں معدوم ہو جائیں اور صرف قرآن ہی باقی رہے تب بھی آنحضرت ﷺ کی شخصیت مقدسہ اور آپ ﷺ کی سیرت وحیات کے براہین وشواہد مٹ نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ صرف قرآن ہے جو ہمیشہ دنیا کو بتلاتا رہے گا کہ اس کا لانے والا کون تھا؟ کس ملک میں پیدا ہوا؟ اس کے خویش و یگانہ کیسے تھے؟ قوم و مرزبوم کا کیا حال تھا؟ اس نے کیسی زندگی بسر کی؟ اس نے دنیا کے ساتھ کیا کیا؟ اور دنیا نے اس کے ساتھ کیا؟ اس کی باہر کی زندگی کیسی تھی اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا؟ اس کے دن کیسے بسر ہوتے تھے اور راتیں کیسے کٹتی تھیں؟ اس نے کتنی عمر پائی، کون کونسے واقعات وحوادث پیش آئے؟ پھر جب دنیا سے جانے کا وقت آیا تو دنیا اور دنیا والوں کو کس عالم میں چھوڑ گیا؟ اس نے جب دنیا پر پہلی نظر ڈالی تھی تو دنیا کا کیا حال تھا؟ اور جب واپس نظر وداع ڈالی تو وہ کہاں سے کہاں پہنچ چکی تھی؟" ۸

یہی حقیقت مولانا مودودی نے بھی بیان کی ہے:

"اگر کتابوں کا وہ تمام ذخیرہ دنیا سے مٹ جائے جو ائمہ اسلام نے سالہا سال کی محنتوں سے مہیا کیا ہے، حدیث وسیر کا ایک ورق بھی دنیا میں نہ رہے جس سے محمد ﷺ کی زندگی کا کچھ حال معلوم ہو سکتا ہو اور صرف کتاب اللہ (قرآن کریم) ہی باقی رہ جائے تب بھی ہم اس کتاب سے ان تمام بنیادی سوالات کا جواب حاصل کر سکتے ہیں جو اس کے لانے والے کے متعلق ایک طالبعلم کے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ ۹

حدیث:

احادیث وہ سرمایہ ہیں جو نبی کریم ﷺ کے افعال، اقوال اور رضامندی کو ظاہر کرتی ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کو ہمارے سامنے پیش کر دیتی ہیں اور قرآن کی حکمتیں سمجھنے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔

قرآن مجید کے بعد آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کو جاننے کا سب سے بڑا ذریعہ احادیث ہی ہیں۔

احادیث سے ہمیں حضور اکرم ﷺ کے حالات تو معلوم ہو جاتے ہیں لیکن ان میں ربط وترتیب ممکن نہیں ہے۔

کیونکہ احادیث کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات حاصل ہو جائیں جبکہ سیرت نگاری میں احکام کی بحث ضمنی ہوتی ہے اور اولیت واقعات کی تفصیل بیان کرنے کو حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ سیرت بیان کرنے کیلئے مستند ترین مواد احادیث ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت ترتیب دینے میں قرآن مجید کے بعد احادیث نبوی ہی بڑا ماخذ ہیں، جو تقریباً ایک لاکھ صحابہ نے روایت کی ہیں اور ایک بیش بہا ذخیر حدیث ہم تک پہنچا ہے نہ صرف یہ کہ احادیث کا بہت بڑا خزانہ موجود ہے بلکہ محدثین کرام نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ صحیح، قوی، ضعیف اور موضوع احادیث کو بھی الگ الگ کیا ہے اور جس محنت لگن اور احتیاط کے ساتھ کتب احادیث مرتب کی ہیں اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔

خطبہ حجۃ الوداع کے اختتام پر حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک کتاب اللہ دوسری میری سنت، اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی سنت بھی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی سنت کے تحفظ اور بقا کیلئے امت کو تلقین فرمائی ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے۔

وعن انسؓ قال: قال لی رسول اللہ ﷺ ومن احب سنتی فقد احبنی، ومن احبنی، کان معی فی الجنۃ۔ [10]

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور جس نے میری سنت سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

چنانچہ محدثین کرام نے احادیث کی جمع و تدوین میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ ان کتب کا مقصد حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک اور تعلیمات کو محفوظ کرنا تھا۔ چنانچہ محدثین نے اپنی تالیفات میں ایسی احادیث بھی بیان کی ہیں جن سے آپ ﷺ کے حالات زندگی محفوظ ہو گئے ہیں جو سیرت نگاری کیلئے ایک معتبر منبع ہیں۔ احادیث کے ذریعہ آپ ﷺ کی ولادت با سعادت سے لے کر وصال تک کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور ساتھ ہی آپ ﷺ کے عادات و اطوار کریمہ بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر چند

احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

عن عائشہؓ قالت: مارأیت رسول اللہﷺ ضاحکاً حتیٰ اریٰ منه لھواتہ۔ انما کان یتبسم۔ ١١

ترجمہ:حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:''میں نے حضورﷺ کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپﷺ کے حلق کا کوا نظر آ جائے آپﷺ تبسم فرمایا کرتے تھے۔

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریمﷺ کے ہنسنے کا انداز بتایا جا رہا ہے کہ آپﷺ متبسم رہتے تھے لیکن قہقہہ کبھی نہیں لگایا۔ نہ آپﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے۔

وعن جریرؓ عن النبیﷺ من یّحرم الرفق یحرم الخیر۔ ١٢

ترجمہ:نرمی سے محروم شخص (ہر قسم کی) خیر و بھلائی سے محروم ہے۔

یعنی رحمت اللعلمینﷺ نے نرمی اور رحم دلی کو خیر و فلاح کا ضامن ٹھہرایا۔

قرآن کریم کے مطابق حضور اکرمﷺ کو ''معلم کتاب و حکمت'' کا منصب عطا ہوا ہے:

ویعلمکم الکتاب والحکمۃ۔ ١٣

ترجمہ:اور تمہیں کتاب و حکمت کا علم دیتا ہے۔

انسانی زندگی کے جتنے بھی معاملات ہو سکتے ہیں بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے احادیث میں ان سب کیلئے رہنمائی موجود ہے اور ان تمام سے متعلق حضورﷺ کے افعال و ارشادات ملتے ہیں جن کی روشنی میں آپ کی سیرت پاک مرتب کی گئی ہے۔

کتب تفاسیر:

کتب تفاسیر بھی سیرت رسولﷺ کا اہم ماخذ ہیں۔ خصوصاً تفسیر کی وہ کتب جو قرآن حکیم کی آیات کی تشریح و توضیح کیلئے قدیم مفسرین نے تحریر کیں۔

جب قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر بیان کی جاتی ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبﷺ کو مخاطب فرمایا ہے یا آپﷺ کی زندگی کے مختلف واقعات کی طرف اشارات فرمائے ہیں تو نبی کریمﷺ کی

سیرت کے بہت سے پہلو سامنے آتے ہیں۔ نیز کسی آیت کی شان نزول کی جب وضاحت کی جاتی ہے تو اس وقت بھی آپ ﷺ کی حیات مقدسہ کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ فلاں آیت کس وقت، کس موقع پر اور کیوں نازل ہوئی اور حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے ان تمام باتوں کا کیا تعلق تھا۔

تفسیر کے لغوی معنی ہیں کھول کر بیان کرنا۔ یعنی تفسیر ایسا علم ہے جس کے ذریعہ قرآنی احکام و مسائل کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اور احکام کے اسرار و رموز سے بحث کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم کے سب سے پہلے مفسر خود رسول اللہ ﷺ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ۝ [14]

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں کیلئے واضح کریں۔

لہٰذا حضور اکرم ﷺ نے آیات کی جو وضاحتیں اور تشریحات فرمائیں وہ صحابہ کرام نے آگے بڑھائیں۔

عہد صحابہ کرامؓ کی مشہور تفاسیر یہ ہیں:

(۱) تفسیر ابن عباسؓ (متوفی ۶۸ھ) اس کتاب کا مکمل نام "تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس"۔ [15]

(۲) دوسری تفسیر حضرت ابی بن کعب انصاریؓ (متوفی ۱۹ھ) سے منسوب ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ بڑے جلیل القدر صحابی، حافظ و عالم قرآن اور کاتب وحی تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ قدیم صحف سماوی کے بھی عالم تھے۔

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی تو ان کی تفسیر کو عہد صحابہ میں قرآن کی سب سے پہلی تفسیر قرار دیتے ہیں۔ [16]

عہد تابعین کی تفاسیر:

تابعین کرام نے صحابہ کرام کی صحبت سے فیض حاصل کیا اور ان کے علوم کے سرچشموں سے سیراب ہوئے۔ اس دور میں علوم دین کے تین مرکز بن چکے تھے مکہ، مدینہ اور کوفہ۔ یہاں بڑے بڑے مفسرین کرام درس قرآن دیتے تھے۔

بقول امام ابن تیمیہ سب سے زیادہ تفسیر کے جاننے والے اہل مکہ ہیں کیونکہ وہ ابن عباسؓ کے تلامذہ

ہیں۔مثلاً مجاہد (متوفی ۱۰۳ھ)،عطابن ابی رباح متوفی (۱۱۴ھ) وغیرہ۔اہل مدینہ کے علماء تفسیر میں زید بن اسلم (متوفی ۱۳۶ھ) اورامام مالک وغیرہ شامل ہیں۔اہل کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ ہیں۔جن میں علقمہ بن قیس (متوفی ۱۰۲ھ)،ابراہیم النخعی (متوفی ۷۵ھ) وغیرہ ہیں۔ ۱۷

عہد تبع تابعین:

تبع تابعین نے بھی باضابطہ طور پر کتب تفاسیر تصنیف کیں۔جن میں صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال سے فیض اٹھایا ہے۔ان مفسرین میں سفیان بن عینیہ (متوفی ۱۹۸ھ)،وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ)،شعبہ بن الحجاج (متوفی ۱۶۰ھ)،یزید بن ہارون (متوفی ۱۱۷ھ) مشہور ہیں۔ ۱۸

تفسیر نگاری کی بنیاد ہی دراصل دور تبع تابعین میں پڑی ہے اور تفسیر نگاری نے باقاعدہ فن کی صورت اختیار کی اور قرآنی ترتیب کے مطابق ہر آیت اور ہر سورت کی تفسیر لکھی جانے لگی۔

متاخرین کی تفاسیر:

دور تبع تابعین دور بنوعباس کے ابتدائی زمانہ تک رہا۔اس کے بعد متاخرین کا دور شروع ہوتا ہے جو تاحال جاری وساری ہے۔

''قبل ازیں تفسیر کا انحصار منقول روایات پر تھا۔اس دور میں عقل ونقل میں امتزاج واختلاط کا آغاز ہوا۔صرف ونحو اور عربیت سے متعلق علوم مدون ہوئے،فقہی مسالک منظر عام پر آئے اور کلامی مسائل نے سر نکالا۔مختلف اسلامی فرقے اپنے مخصوص افکار وعقائد کی دعوت دینے لگے۔منطق وفلسفہ سے متعلق کتب کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا گیا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سب علوم تفسیر کے ساتھ گھل مل گئے۔جو شخص کسی علم و فن میں کمال رکھتا تھا اس کی تفسیر اسی علم تک محدود رہ گئی''۔ ۱۹

اس دور کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں:

تبیان الراسخ (علامہ صارم الازہری)،التفسیر والمفسرون (علامہ محمد حسین) الاتقان، (علامہ سیوطی)،ان کے علاوہ تفسیر طبری،تفسیر کبیر رازی،تفسیر بیضاوی،تفسیر ابن کثیر،تفسیر روح المعانی وغیرہ۔

کتب مغازی وسیر:

قرآن و احادیث تو سیرت نبوی ﷺ کا بنیادی مآخذ ہیں۔ اس کے علاوہ امت میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے ان بنیادی ماخذوں کی روشنی میں سیرت رسول ﷺ مرتب کی۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے پیش نظر کہ مومنین کیلئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے، مسلمانوں کیلئے یہ ضروری ہوگیا کہ وہ اس بات کی جستجو کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ کونسا نمونہ پیش کیا ہے جس کو قرآن مجید میں ''اسوۂ حسنہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

عہد رسالت میں تو صحابہ کرام کو یہ سعادت حاصل تھی کہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے براہ راست مستفیض ہوتے تھے لیکن حضور ﷺ کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آنے والی نسلوں کیلئے ہدایت ورہنمائی کا انتظام سیرت مقدسہ، احادیث مبارکہ اور روایات ہی کے ذریعہ ممکن تھا۔ چنانچہ یہ انتظام علماء اسلام نے بہت احتیاط سے بطور عبادت اور فرض کے سرانجام دیا۔ اس حوالے سے کتب مغازی وسیر ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ان کتب میں بنیادی حیثیت غزوات کو دی گئی ہے، کیونکہ ان کتب کا آغاز ہی اس دور سے ہوا جب غزوات وقوع پذیر ہونا شروع ہوگئے تھے۔ لیکن ان کتب میں بیان کردہ مواد صرف غزوات نبوی ﷺ اور غزوات میں شریک صحابہ کرام کے تذکرے تک محدود نہیں بلکہ اس کے مفہوم کو بڑی وسعت کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے اور پوری حیات مبارکہ عمومی طور پر اور مدنی زندگی خصوصی طور پر ان کتب کا موضوع بنی۔

سیرت ومغازی کے موضوع پر سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے بیٹے حضرت ابانؓ (۲۰ھ تا ۱۰۰ھ) نے اپنے والد سے مستند معلومات حاصل کر کے کتاب مرتب کی۔ [۲۰]

حضرت عروہ بن زبیرؓ بھی اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں (۲۳ھ تا ۹۴ھ) آپ نے غزوات کے علاوہ اور بھی اہم واقعات پس منظر اور تجزیہ کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ ایک اور اہم نام جو ہمیں ملتا ہے وہ وھب بن منبہ کا ہے۔ جن کا دور (۳۴ھ ۔۔ ۱۱۰ھ) ہے۔ ان کو ایک ثقہ راوی مانا گیا ہے۔ ان کتب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں بنیادی حقائق پہلی صدی ہجری میں بھی مرتب و محفوظ کئے گئے اور یہ سلسلہ اسی وقت سے جاری و ساری ہے ۔سیرت نگاروں کی طویل فہرست میں سے چند نام مندرجہ ذیل ہیں ۔

عاصم بن عمرؓ بن قتادہ انصاری متوفی ۱۲۰ھ، شرجیل بن سعد متوفی ۱۲۳ھ، محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب الزہری (۵۱ھ تا ۱۲۴ھ)، عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم متوفی ۱۳۰ھ، ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن متوفی ۱۳۱ھ، موسیٰ بن عقبیٰ ۵۵ تا ۱۴۱ھ، معمر بن راشد ۹۶ تا ۱۵۳ھ، محمد بن اسحاق ۸۵ تا ۱۵۱ھ، ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ، واقدی ۱۳۰ تا ۲۰۷ھ۔

''ان میں محمد بن اسحاق وہ پہلے سیرت نگار ہیں جن کی ''کتاب المغازی'' کا بیشتر حصہ اپنی صحیح، مرتب اور مدون شکل میں ہم تک پہنچا ہے اور اسی لئے ان کی شہرت کے آگے ان کے پیشرووں اور معاصرین کے چراغ گل ہو گئے''۔ ۲۱

کتب تاریخ:

قدیم اسلامی کتب تاریخ بھی سیرت النبی ﷺ کے بارے میں اہم مواد فراہم کرتی ہیں۔اگر چہ یہ کتب خالصتاً سیرت پر نہیں لکھی گئی ہیں بلکہ مسلم ممالک اور ان کے حکمرانوں کے بارے میں ہیں لیکن جب وہ آغاز اسلام کا تذکرہ کرتے ہیں تو پیغمبر اسلام ﷺ کا ذکر لازمی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی حیات مقدسہ اور آپ ﷺ کے معمولات کا بیان بھی ان کتب کا موضوع بن جاتا ہے۔لیکن ان کتب کے مصنفین کو بھی روایات بیان کرنے کیلئے احادیث اور سیر و مغازی کی کتب کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے لیکن کچھ روایات ایسی بھی ہیں جو صرف ان ہی کتب میں پائی جاتی ہیں۔اس وجہ سے ان کتب کو بھی سیرت رسول ﷺ کے ایک اہم منبع کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

''سیرت رسول ﷺ کا ایک اور اہم ماخذ قدماء کی لکھی ہوئی اسلامی کتب تاریخ ہیں''۔ ۲۳

تاریخ کے موضوع پر سب سے پہلے باقاعدہ کتابیں لکھنے والوں میں ابو معشر سندھی (متوفی ۲۰۷ھ) اور مدائنی (متوفی ۲۲۵ھ) کے نام خاص طور پر لئے جا سکتے ہیں۔

ان مورخین کی تصنیفات اگر چہ اب معدوم ہوچکی ہیں لیکن بعد کے آنے والے مؤرخین نے ان کتب کے بعض حصے اپنی تصنیفات میں شامل کر کے آئندہ کیلئے محفوظ کر لئے ہیں۔

ابو معشر السندھی کی ایک اہم تصنیف جو انہوں نے سیرت و مغازی اور تاریخ اسلام پر مرتب کی تھی اور اپنی وفات ۱۷۰ھ سے کچھ قبل تک کے حالات تحریر کئے تھے، معدوم ہوگئی لیکن اس کتاب کے بعض حصے ابن جریر طبری نے اپنی کتاب میں محفوظ کر لئے ہیں اور کئی واقعات کو ان سے اخذ کر کے با قاعدہ حوالہ دیا ہے۔ ۲۴

واقدی کی ایک اہم تصنیف ''کتاب الطبقات'' ہے، جو سیرت نبوی ﷺ صحابہ اور تابعین کی تاریخ پر مشتمل تھی۔ یہ کتاب بھی اب موجود نہیں ہے لیکن اس کا ایک بڑا حصہ محمد بن سعد نے اپنی ''طبقات الکبیر'' میں شامل کر کے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ کتاب ابن سعد کی طبقات کی پیش رو کی حیثیت رکھتی ہے۔

قدیم مورخین میں مدائنی بھی نامور مؤرخ گزرا ہے۔ اس نے سیرت و مغازی سے لے کر دور بنو عباس تک کی تاریخ قلمبند کی ہے بقول ابن ندیم مدائنی کی کتابوں کی تعداد ۲۴۵ ہے۔ ۲۵ وہ بھی آنحضرت ﷺ پر ایک مبسوط کتاب کے مؤلف ہیں''۔ ۲۶

کتب رجال:

تاریخ کی کتابوں کے ساتھ ساتھ کتب رجال بھی سیرت نبوی ﷺ کا ماخذ و منبع ہیں۔ کیونکہ جب رجال کا ذکر ہوتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا تذکرہ نہ ہو۔ چنانچہ ایسی بہت سی کتب ہیں جو بنیادی طور پر کتب رجال ہیں لیکن ان کو کتب تاریخ میں بھی شمار کیا گیا ہے اور سیرت النبی ﷺ کے ماخذوں میں ان کتب کا ذکر نا گزیر ہے۔

(۱) محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) مشہور مؤرخ گزرے ہیں۔ کتب رجال کی فہرست میں ان کی تصنیف ''طبقات الکبیر'' اہم مقام رکھتی ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین کے مستند اور مفصل حالات شامل ہیں جس کی وجہ سے اس کتاب کو کتب تاریخ میں بھی شمار کیا گیا ہے۔ ابن خلکان طبقات کی پندرہ جلدوں کا ذکر کرتے ہیں جبکہ شبلی کے نزدیک طبقات بارہ جلدوں میں ہے۔ ۲۷

(۲) امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) کی تاریخ "صغیر و کبیر" جو مختصر ہیں لیکن اہم ہیں۔ "سیرت کے سلسلے میں الگ تاریخی تصنیفات ہیں۔ ان میں سے جو محدثانہ طریقہ پر لکھی گئی ہیں یعنی جن میں روایتیں بسند مذکور ہیں، ان میں آنحضرت ﷺ کے حالات اور واقعات کا جو حصہ ہے وہ بھی دراصل سیرت النبی ﷺ ہے۔ ان میں سب سے مقدم اور قابل استنادامام بخاری کی دونوں تاریخیں ہیں لیکن دونوں نہایت مختصر ہیں"۔ ۲۸

(۳) محدث ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ الدینوری (۲۱۳ تا ۲۷۰ یا ۲۷۶ھ) کی "کتاب المعارف"، جس کے بارے میں ڈاکٹر محمد الحسن کہتے ہیں:

"یہ کتاب تخلیق کائنات کے مضمون سے شروع ہوتی ہے پھر تاریخ الانبیاء کا مواد ہے یعنی ہر ہر پیغمبر کا زمانہ، اس کی عمر اور اولاد وغیرہ اس کے بعد عربوں کا عام نسب نامہ ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کی زندگی کے اہم حالات، واقعات اور جنگیں بیان کی گئی ہیں اور آپؐ کی وفات کا حال درج ہے۔ پھر عشرہ مبشرہ، مشہور صحابہ اور امیر معاویہؓ سے لے کر مستعین باللہ کے عہد تک کے واقعات درج ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کے سلسلہ میں مصنف کا ماخذ ابن اسحاق اور واقدی کی "کتاب المغازی" اور ابن الکلبی کے بعض رسائل ہیں"۔ ۲۹

(۴) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (۲۲۵ تا ۳۱۰ھ) بڑے مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مورخ بھی ہیں۔ "تاریخ طبری" مشہور کتاب ہے۔ ان کی تاریخ تین ناموں سے معروف ہے:

(۱) تاریخ الامم والملوک

(۲) تاریخ الرسل والملوک

(۳) اخبار الرسل والملوک

"تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی "تاریخ کبیر" ہے"۔ ۳۰

"تاریخ الامم والملوک" کا آغاز تخلیق کائنات و آدمؑ سے ہوتا ہے، پھر انبیاء کرام کی تاریخ ہے، اس کے بعد قدیم بادشاہوں اور اقوام کے حالات بتائے گئے ہیں۔ قدیم ممالک روم، ایران اور یونان کی تاریخ بھی ہے۔ بعد ازاں سیرت النبی ﷺ کا حصہ ہے۔

''یہ حصہ خاصا طویل ہے اور مصنف نے بڑی تفصیل سے آنحضرت ﷺ کے نسب سے لے کر وفات تک کے چھوٹے بڑے تمام واقعات کو قلمبند کیا ہے۔اس حصہ کا بیشتر ماخذ سیرت و مغازی کی وہ کتابیں ہیں جو پہلی صدی ہجری میں تصنیف کی گئی تھیں''۔ ۳۱

''تاریخ طبری کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے حالات ایسے مواد پر مشتمل ہیں جو براہ راست قدیم ترین ماخذ سے حاصل کیا گیا ہے۔اسی لئے طبری کے بعد کے مورخین مثلاً ابن اثیر، ابن خلدون اور ابوالفدا وغیرہ نے اسی کتاب کو اپنی تصانیف کا ماخذ بنایا ہے۔ ۳۲

ان کتب کے علاوہ جو کتابیں سیرت النبی ﷺ مرتب کرنے والوں کیلئے منبع و ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان میں مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں:

(۱)	تاریخ ابن خثیمہ	(احمد بن ابی خثیمہ، ۲۰۵ تا ۲۹۹ھ)
(۲)	تنبیہہ واشراف	(ابوالحسن علی مسعودی، متوفی ۳۴۶)
(۳)	المنتظم	(ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن جوزی، ۵۱۰۔۔۵۹۷ھ)
(۴)	تاریخ الکامل	(عزالدین علی بن محمد الجزری ابن الاثیر ۵۵۵۔۶۳۰ھ)
(۵)	تاریخ ابوالفدا	(عمادالدین ابوالفدا اسمٰعیل بن علی، ۶۷۲۔۔۷۳۲)
(۶)	تاریخ اسلام ذہبی	(شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی ۶۷۳۔۔۷۴۸ھ)
(۷)	البدایہ والنہایہ	(اسمٰعیل بن عمر عمادالدین ابن کثیر، ۷۱۰۔۔۷۴۴ھ)
(۸)	تاریخ ابن خلدون	(ابوزید ولی الدین عبدالرحمٰن محمد بن خلدون ۷۳۲۔۔۸۰۸ھ)

کتب شمائل:

کتب شمائل بھی سیرت النبی ﷺ کا ایک ماخذ ہیں۔شمائل سے مراد آپ ﷺ کا حلیہ مبارک، عادات وخصائل وفضائل اور آپ ﷺ کے معمولات زندگی ہیں۔اگرچہ کتب احادیث میں بھی شمائل نبوی ﷺ کا ذکر ہے لیکن بعض کتابوں کا موضوع ہی یہ ہے۔اس فن پر پہلی کتاب امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) نے لکھی ہے اور

شمائل نبوی ﷺ پر سب سے بڑی کتاب قاضی عیاض اندلسی (متوفی ۵۴۴ھ) کی ''کتاب الشفاء'' ہے۔ ۴۳

کتب دلائل:

معجزات نبوت کی دلیل ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام کو عطا فرماتا ہے تاکہ وہ لوگوں پر حجت قائم کریں۔ کتب دلائل، معجزات نبوی ﷺ سے متعلق کتابیں ہیں۔ ان کتب میں علامہ جلال الدین سیوطی کی ''الخصائص الکبریٰ فی المعجزات خیر الوریٰ'' سب سے جامع کتاب ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کے ایک ہزار سے زائد معجزات نہ صرف جمع کئے ہیں بلکہ ہر معجزہ کی صراحت احادیث کے ذریعہ کی ہے۔

کتب آثار واخبار:

یہ وہ کتب ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کے حالات طیبہ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات اور ان مقامات مقدسہ کے نام ونشان جن کی نبی کریم ﷺ سے کسی بھی طرح کی وابستگی رہی ہو، بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتب سیرت طیبہ مرتب کرنے میں پس منظر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس موضوع پر سب سے قدیم اور مستند ترین کتاب علامہ ازرقی (متوفی ۲۲۳ھ) کی ''اخبار مکہ'' ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس میں چند اہم کتابوں کا ذکر کیا ہے، جن میں عمر بن شبہ کی ''اخبار مدینہ''، فاکہی کی 'اخبار مکہ' اور ابن زبالہ کی ''اخبار مدینہ''۔ ۴۴

معاصرانہ شاعری:

سیرت رسول ﷺ کا ایک ماخذ وہ عربی شاعری بھی ہے جو آپ ﷺ کے عہد میں آپ ﷺ کی ذات گرامی کے حوالے سے کی گئی۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں جن شعراء نے آپ ﷺ کی شان میں اشعار کہے ان میں سے چند مشہور شعراء کرام یہ ہیں:

(۱) ابو طالب:

حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب نے سب سے پہلے آپ ﷺ کی مدح میں ایک نظم کہی اور بنو ہاشم کی خصوصیات بھی اس میں بیان کی ہیں۔ ابو طالب نے ابولہب کو اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی مدد پر

ابھارنے کیلئے یہ اشعار کہے:

ان امرأ ابو عتیبة عمه لفی روضة ما ان یسام المظالما۔

کذبتم وبیت اللہ نبزی محمداً ولما تروا یوماً گدی الشعب قاتما۔ ۳۵

ترجمہ: جس شخص کا چچا ابوعتیبہ ہے، بلاشبہ وہ شخص ایسی روش پر ہے جس کے ساتھ ظلم کا برتاؤ نہیں کیا جا سکتا۔ بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ ہم سے محمد ﷺ کو چھین لیا جائے گا۔ حالانکہ ابھی تو تم نے راستہ کے پاس (دھواں دار گرد و غبار کا) تاریک روز دیکھا ہی نہیں۔

ابوعتیبہ ابولہب کی کنیت تھی۔ "وہ شخص" سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

کعب بن زہیرؓ:

حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰؓ (متوفی ۴۲ھ) کا قصیدہ "قصیدہ بردہ" مشہور ہے۔ بردہ کے معنی چادر کے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس قصیدے کے نعتیہ اشعار سن کر شاعر کو تحفتاً اپنی چادر مبارک عطا فرمائی تھی۔ اس قصیدے کے چند اشعار میں آنحضرت ﷺ کے حلم، عفو و درگزر اور قرآن حکیم کا ذکر ہے۔

مولا یا صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلھم

ھو الحبیب الذی ترجع شفاعته

لکل ہول من الاھوال مقتحم

حسانؓ بن ثابت:

حضرت حسانؓ بن ثابت شاعر رسول اللہ ﷺ کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کیلئے مسجد نبوی ﷺ میں منبر رکھوایا تھا جس پر بیٹھ کر وہ شعر پڑھتے تھے۔ ۳۶

"حسانؓ بن ثابت کی شاعری کی تاریخی اہمیت ہے کیونکہ انہوں نے غزوات میں فتح حاصل کرنے، شہداء کا مرثیہ لکھنے اور اسلام کی برتری ظاہر کرنے کیلئے فن شعر کا سہارا لیا ہے"۔ ۳۷

عبداللہؓ بن رواحہ:

حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ بھی مشہور نعت گو شاعر ہیں۔ ان کی شاعری بھی اپنے عہد کی تاریخ ہے۔ حسانؓ بن ثابت کی طرح ان کی بھی ہجویہ اور رجزیہ نظمیں بالواسطہ سیرت رسول ﷺ کا جزو ہیں۔

کعبؓ بن مالک:

حضرت کعبؓ بن مالک مدینہ کے مشہور شاعر تھے۔ سیرت ابن ہشام میں آپ کے متفرق نعتیہ قصائد کے اشعار درج ہیں۔ حضرت کعبؓ نے ایک قصیدہ حضور اکرم ﷺ کے حضور پڑھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ''اے کعب! اللہ نے تمہارے اس قول کی قدر دانی فرمائی''۔ ۳۸

غزوہ بدر کے موقع پر بھی کعبؓ نے ایک قصیدہ کہا تھا، جس کے اشعار ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کئے ہیں۔

نبی لہ فی قومہ ارث عزۃ

واعراق صدقٍ ھذبتھا ارومھا ۔ ۳۹

ترجمہ: وہ ایسا نبی ﷺ ہے کہ اسے اپنی قوم میں موروثی عزت حاصل ہے اور سچے صفات والا ہے، جنہیں اس کے اصول نے مہذب بنادیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے وصال پر بھی کعب نے ایک مرثیہ کہا تھا، جس میں آپ ﷺ کی بلند کرداری، زہد و ریاضت، سخاوت اور بنی نوع انسان پر آپ ﷺ کے احسانات کا ذکر کیا ہے۔

عباسؓ بن مرداس:

عباسؓ بن مرداس کو بھی نعتیہ قصائد کہنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی والدہ بھی عرب کی مشہور مرثیہ گو شاعرہ تھیں، جن کا نام خنساء تھا۔ ''حضرت عباسؓ بن مرداس کے اشعار میں توحید کی وہ روح جھلکتی ہے جس کی دعوت دینے کیلئے نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے کسی پیغمبر کی سب سے بڑی مدح یہی ہے کہ اس کی تعلیمات کو سراہا جائے اور اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے''۔ ۴۰

حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں موجود شعراء کرام نے اپنے کلام میں حضور ﷺ کے حسن سیرت

کے ساتھ ساتھ حسن صورت کا بیان بھی کیا ہے کیونکہ ان اصحاب نے سیرت طیبہ اور جمال مصطفوی دونوں کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا تھا اور اس سعادت کا انہوں نے اپنی شاعری میں بھرپور اظہار کیا جو سیرت نگاری کیلئے ایک ماخذ ثابت ہوا۔

حوالہ جات باب سوم

۱۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۰۳

۲۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۶۴

۳۔ Life of Muhammad / William Muir / Introduction, P-28

۴۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۲۰

۵۔ القرآن/القلم، آیت ۴

۶۔ القرآن/الانشرح، آیت ۴

۷۔ القرآن/النساء، آیت ۸۰

۸۔ رسول رحمت ﷺ /مولانا ابوالکلام آزاد/(مرتبہ: مولانا غلام رسول مہر) ص ۱۹، ۲۰

۹۔ سیرت سرور عالم ﷺ /مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی/ج ۲/ص ۳۱

۱۰۔ جامع ترمذی/امام ترمذی/کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع، رقم ۲۶۷۸

۱۱۔ صحیح بخاری/محمد بن اسماعیل بخاری/کتاب الآداب/ج ۲(۱۰۳۱)

۱۲۔ صحیح مسلم/کتاب البر والصلہ (بحوالہ: مشکوٰۃ المصابیح/امام ولی الدین تبریزی) ج ۳/ص ۲۱۲

۱۳۔ القرآن/البقرہ، آیت ۱۵۱

۱۴۔ القرآن/النمل، آیت ۴۴

۱۵۔ کشف الظنون/حاجی خلیفہ

۱۶۔ الاتقان فی علوم القرآن/ جلال الدین سیوطی/ (ترجمہ: محمد حلیم انصاری/مقدمہ: محمد عبد الحلیم چشتی/ج ۱/ص ۵۸

۱۷۔ اصول التفسیر/امام ابن تیمیہ/مقدمہ (بحوالہ: اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ / ڈاکٹر انور محمود

خالد/ص ۱۲۶،۱٦۳

۱۸۔ تاریخ تفسیر ومفسرین/غلام احمد حریری،ص ۱۲۴

۱۹۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ/ ڈاکٹر انور محمود خالد

۲۰۔ تاریخ تفسیر ومفسرین/غلام احمد حریری/ص ٦

۲۱۔ الطبقات الکبریٰ/ابن سعد/ج۵/ص ۱۵٦

۲۲۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ /ڈاکٹر انور محمود خالد/ص ۱۱۲

۲۳۔ الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اہل التوریخ /السخاوی/اردو ترجمہ:ص ۱۹٦

۲۴۔ تاریخ الامم والملوک/طبری/ج۱/ص ۸۹

۲۵۔ الفہرست/ابن ندیم/ص ۱۰۰۔۱۰۲

۲٦۔ سیرت النبیؐ /شبلی نعمانی/ج۱/ص ۳۴(مقدمہ)

۲۷۔ وفیات الاعیان/ابن خلکان/ج ۳/ص ۳۸۳اور سیرت النبی ﷺ/شبلی نعمانی/ج۱/ (مقدمہ:ص ۲۵)

۲۸۔ سیرت النبی ﷺ/شبلی نعمانی/ج۱(مقدمہ)ص ۲٦،۲۷

۲۹۔ عربوں میں تاریخ نگاری کا آغاز وارتقاء/ڈاکٹر محمود الحسن/ص ۱۷۵

۳۰۔ سیرت النبی ﷺ/شبلی نعمانی/ج۱(مقدمہ)

۳۱۔ عربوں میں تاریخ نگاری کا آغاز وارتقاء/ڈاکٹر محمود الحسن/ص ۱۸۷

۳۲۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ/ڈاکٹر انور محمود خالد/ص ۱۴۳

۳۳۔ خطبات مدراس/سید سلیمان ندوی/

۳۴۔ محولہ بالا

۳۵۔ سیرت ابن ہشام/ابن ہشام (ترجمہ:عبدالجلیل صدیقی) ج ا/ص ۴۰۶

۳۶۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ/ ڈاکٹر انور محمود خالد/ص ۱۸۳

۳۷۔ عربی میں نعتیہ کلام/ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی/ص ۴۷

۳۸۔ الروض الانف/عبدالرحمٰن السہیلی / ج ۲/ص ۸۲

۳۹۔ سیرت النبی ﷺ/ابن ہشام/ج ا/ص ۸۵۸

۴۰۔ عربی میں نعتیہ کلام/ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی/ص ۱۰۶

باب چہارم:

سیرت النبی (ﷺ) اور اردو زبان

عرب اور برصغیر پاک و ہند کے مابین تجارتی معاملات قبل از اسلام سے ہی قائم تھے اور تجارتی کشتیاں آتی جاتی رہتی تھیں۔ ۹۴ھ (۷۱۲ء) میں جب محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا تو مسلمان ملتان تک پہنچ گئے اور دیبل سے ملتان تک آباد ہو گئے۔ ان مسلمانوں نے تجارت کو اپنا ذریعہ معاش اور تبلیغ دین کو اپنا مشن بنایا۔

ادھر مختلف قوموں کے ملاپ سے ایک نئی زبان وجود میں آ رہی تھی جو عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت، اور بہت سی زبانوں کا مرقع تھی۔ یہ عوام کی زبان بنتی جا رہی تھی، چنانچہ علماء اور بزرگان دین نے عوام میں تبلیغ دین کیلئے عوام کی زبان کو اختیار کرنا شروع کر دیا۔

ساتویں صدی ہجری کی ابتداء میں اولیاء کرام اور بزرگان دین کے فارسی ملفوظات میں اردو کے بعض جملے پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد صوفیائے کرام نے اردو زبان کو تصانیف کیلئے استعمال کیا۔ اسی صدی میں امام حسن صنعانی لاہوری نے احادیث کی ایک کتاب ''مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ'' مرتب کی جو نہایت مشہور و مقبول ہوئی۔ ایک عرصہ تک ہندوستان میں علم حدیث میں فقط یہی کتاب رائج تھی اور عالم اسلام کے ممتاز علماء نے ڈھائی ہزار سے زیادہ اس کے شروح اور حواشی لکھے''۔ ۱

''آٹھویں صدی ہجری میں امیر کبیر سید علی ہمدانی نے کئی دینی کتب تصنیف کیں''۔ ۲

اسی صدی میں حضرت نور قطب عالم نے ''انیس الغرباء'' کے نام سے ساٹھ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ تحریر کیا جس میں رسول اکرم ﷺ کی بعض احادیث، ان کا ترجمہ اور صوفیانہ رنگ میں ان کی تشریح کی ہے''۔ ۳

آٹھویں صدی ہجری میں جو نام سب سے نمایاں ہے وہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا ہے، جن کی تصانیف کی تعداد ۱۰۵ بتائی جاتی ہے۔ ۴

جبکہ گیسو دراز کے مرید شاہ محمد علی سامانی نے اپنی تالیف ''سیرت محمدیؒ ''میں خواجہ صاحب کی ۳۷ تصنیفات کا ذکر کیا ہے، جن میں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کی کتب شامل ہیں۔ ۵

نویں صدی ہجری میں کوئی قابل ذکر کتاب نظر نہیں آتی۔ دسویں صدی ہجری میں محمد طاہر پٹنی نے ایک کتاب مرتب کی جو قرآن و احادیث کے مشکل الفاظ کی لغت ہے، جس کا عنوان ''مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار'' ہے۔ درحقیقت یہ لغت قرآن مجید اور صحاح ستہ کی مختصر شرح اور علم حدیث کی کلید ہے۔

گیارہویں صدی ہجری کی اہم ترین کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوت'' ہے۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔اس کا ترجمہ اردو زبان میں غلام معین الدین نعیمی نے کیا ہے۔ ۶

بارہویں صدی ہجری میں شاہ ولی اللہ کی عظیم شخصیت نظر آتی ہے۔جنہوں نے عربی اور فارسی زبانوں میں بہت اہم کتب تصنیف کیں، جن کے تراجم کئے گئے۔ آپ نے سیرت طیبہ پر ایک مختصر رسالہ ''سرور المحزون'' تصنیف کیا، جس کا ترجمہ اردو زبان میں محمد عاقل نے ''سیرۃ الرسول ﷺ'' اور عزیز ملک نے ''سید المرسلین ﷺ'' کے نام سے کیا ہے۔

ملا حسین واعظ کاشفی کی فارسی کتاب ''روضۃ الشہداء''، فضل علی فضلی نے ''کربل کتھا'' کے نام سے اردو ترجمہ کیا، جس کا موضوع واقعہ کربلا ہے، لیکن سیرت نبوی ﷺ پر بھی ایک باب اس میں شامل ہے۔ ۷

تیرہویں صدی ہجری میں قرآن حکیم کے خاص اردو تراجم کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے مطابق اردو میں قرآن مجید کا قدیم ترین ترجمہ عبد العلی بلگرامی کا ہے جو ۱۲۰۰ ہجری میں مکمل ہو۔اس کے تین سال بعد ۱۲۰۳ ہجری میں شاہ رفیع الدین دہلوی نے اور پانچ سال بعد ۱۲۰۵ ہجری میں شاہ عبدالقادر دہلوی نے اپنے اردو تراجم مکمل کئے۔ ۸ اسی صدی میں کتب سیرت رسول ﷺ کا اردو نثر میں آغاز ہوا۔ دکن میں شاہی سرپرستی نے اردو بول چال کو تصنیف و تالیف کی زبان بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔اس سلسلے میں علماء

کرام اور صوفیاء عظام نے تعلیم و تبلیغ کیلئے اردو زبان ہی کو ذریعہ بنایا اور صحیح معنوں میں اردو زبان نے ان ہی ہستیوں کی وجہ سے فروغ پایا۔ ان بزرگوں نے اردو زبان ہی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ چنانچہ اس عہد کی نثری تصانیف بیشتر مذہبی موضوعات پر ہیں۔

۱۲۸۰ ہجری میں محمد باقر آگاہ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پر ''ریاض السیر'' اور قاضی بدر الدولہ نے ''فوائد بدریہ'' لکھیں۔ ۹

تیرہویں صدی ہجری ہی میں کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا۔ جہاں علمی اور ادبی لحاظ سے بہت کام ہوا لیکن ساتھ ہی پادریوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ و تائید اور دیگر مذاہب بالخصوص اسلام کے رد میں اردو میں کتابیں لکھنا شروع کردیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے بھی ان کے رد میں اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حقانیت کو پھیلانے کیلئے بے شمار کتب تصنیف کیں۔

اردو میں سیرت رسول ﷺ کے منظوم نمونے:

پیغمبر آخرالزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات مبارکہ مسلمانوں کیلئے نمونہ کامل ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی سیرت کا بیان لازمی ہے تاکہ ہم اس سیرت مقدسہ کو اپنے لئے رہنما بناسکیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوار سکیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سیرت نگاروں نے جو تصنیفات کیں ان کو نظمیہ انداز سے بھی پیش کیا گیا ہے بلکہ ''قدیم اردو میں سیرت النبی ﷺ کا بیشتر ذخیرہ منظوم ہے''۔ ۱۰

اردو میں میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے، شمائل نامے اور نور نامے وغیرہ میں آنحضرت ﷺ کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ کے بعض مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دکنی شعراء نے فارسی مثنویوں سے حمد و نعت، ولادت نبوی ﷺ، معراج نبوی ﷺ کے عنوانات لے کر ان کو اردو نظم میں منتقل کیا۔

اردو میں سیرت رسول ﷺ کے نثری نمونے:

قدیم اردو نثر میں بھی سیرت نبوی ﷺ پر کچھ کتب ملتی ہیں۔ نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ ''دکنی نثر میں

ہم کو (سیرت کی) صرف تین کتابوں کا پتہ چلا ہے یعنی ریاض السید، ممتاز التفاسیر اور فوائد بدریہ"۔ [11]

جنوبی ہند کے علاوہ شمالی ہندوستان میں بھی سیرت پر کتب لکھی گئی ہیں۔ جن میں تجلیات الانوار، انوار محمدی ﷺ، وسیلۃ النجات، محافل انوار، مولود مسعود، مرغوب القلوب فی معراج المحبوب وغیرہ وغیرہ ان میں سے بعض کتابیں عربی کی مستند کتب سیرت کی روشنی میں لکھی گئی ہیں۔

تیرھویں صدی کی چند تصانیف

۱۔ ریاض السید:

۱۲۱۰ھ/ ۱۷۹۵ء سے قبل لکھی جانے والی یہ کتاب اردو نثر میں سیرت نبوی ﷺ کی قدیم ترین کتاب ہے۔ اس کے مصنف محمد باقر آ گاہ ہیں۔ اس کتاب کا ماخذ معروف عربی کتب سیرت ہیں۔ اس کتاب کی زبان سادہ، رواں اور عام فہم ہے۔ [12]

۲۔ انوار محمدی ﷺ:

یہ کتاب ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء میں تصنیف کی گئی۔ یہ دراصل کرامت علی جونپوری نے امام ترمذی کی عربی تصنیف "شمائل ترمذی" کا اردو نثر میں ترجمہ کیا ہے۔ [13]

۳۔ تجلیات انوار:

یہ ۱۲۷ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ہے جو سید عبدالغفور قاضی سمستان میسور نے تحریر کیا۔ اس رسالہ کی عبارت قدیم اردو ہونے کے باوجود سہل، رواں اور عام فہم ہے۔ [14]

۴۔ فوائد بدریہ:

یہ کتاب ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں مولوی محمد صبغت اللہ نے تصنیف کی۔ مولوی صاحب کو دربار ارکاٹ سے "بدرالدولہ" کا خطاب ملا تھا۔ سیرت النبی ﷺ پر یہ کتاب تمام گزشتہ کتابوں سے زیادہ مشہور و مقبول ہوئی۔ "یہ دکنی زبان کی سب سے آخری سیرت النبی ﷺ ہے جو نثر میں لکھی گئی۔ [15]

۵۔جلاء القلوب بذکر المحبوب:

سرسید احمد خان نے ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء میں یہ مختصر مولودنامہ تحریر کیا تھا، جو شاہ ولی اللہ کی ''سرور المحز ون''اور عبدالحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوت'' سے ماخوذ تھا۔ ۱۶

اور اس وقت رائج مولودناموں کے طرز پر تھا۔ ۱۸۷۸ء میں سرسید نے اپنے اس مولودنامے پر اس طرح تبصرہ تحریر کیا: ''افسوس ہوتا ہے کہ اس میں بھی بہت سی نامعتبر بلکہ لغو باتیں ہیں''۔ ۱۷

ہوسکتا ہے اس وقت لکھے گئے مولودناموں میں غلو سے کام لیا گیا ہو لیکن سرسید کا اپنے تصنیف کردہ مولودنامے پر اس طرح افسوس کرنے کا سبب ان کا مذہب کے مسلمہ قدیم عقائد وخیالات کا منکر ہونا ہے۔

۶۔ چہار باغ احمدی ﷺ:

شیخ حسرت کرنولی نے ''چہار باغ احمدی ﷺ'' کے نام سے ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء میں حیات طیبہ پر یہ کتاب تصنیف کی۔ سادہ عبارت میں لکھی گئی اس تصنیف میں کہیں کہیں قافیہ پیمائی بھی موجود ہے۔ ۱۸

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل تک کئی مختصر رسالے منظر عام پر آچکے تھے، جن میں سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اردو سیرت نگاری کا باقاعدہ آغاز وارتقاء: (۱۸۵۸ء تا ۱۹۰۰ء)

عالم اسلام میں محافل میلاد مصطفی ﷺ کے انعقاد کا رواج رہا ہے۔ اس کی ابتداء کے بارے میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں۔ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں ''اسلام میں میلاد کی مجلسوں کا رواج غالباً چھٹی صدی ہجری سے ہوا ہے''۔ ۱۹ سلاطین نے محافل میلاد کی سرپرستی کی اور یہ سلسلہ جاری وساری ہوگیا۔ عربی، فارسی، ترکی اور اردو زبانوں میں بہت بڑی تعداد میں مولود مسعود پر کتابیں تصنیف کی گئیں اور تراجم بھی کیے گئے۔

علامہ ابن حجر مکی نے جو مولود شریف لکھے، ان میں سے ایک ''النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم'' کا اردو ترجمہ سالک فضلی نے ''نعمت کبریٰ'' کے نام سے کیا۔

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی کے لکھے ہوئے مولد شریف ''مولد النبی ﷺ'' کا اردو ترجمہ مولانا عبد

الحلیم شرر نے ''ولادت سرور عالم ﷺ'' کے نام سے کیا جو لکھنؤ سے شائع ہوا۔

ابن جوزی کی ایک اور کتاب ''الوفا فی فضائل المصطفیٰ ﷺ'' کا اردو ترجمہ الوفا با حوال المصطفیٰ ﷺ کے نام سے علامہ محمد اشرف سیالوی نے کیا۔

اردو کے مولود ناموں نے بے پناہ مقبولیت حاصل کی اور ۱۸۶۱ء تک دستیاب ہونے والی کتب سیرت النبی ﷺ میں تقریباً پچاس فیصد مولود نامے ہی ملتے ہیں۔ مولود نامے انتہائی آسان اور عام فہم ہوتے تھے تاکہ کم پڑھے لکھے افراد بھی بآسانی سمجھ سکیں لیکن ان مولود ناموں میں ضعیف روایات کی کثرت بھی پائی جاتی ہے بلکہ وضعی روایات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اگرچہ کہ محافل میلاد کے انعقاد کا مقصد صرف اور صرف حصول ثواب کی خواہش ہوتا تھا۔

مولانا الطاف حسین حالؔی نے بھی ۱۸۶۴ء میں مولود شریف لکھا جس میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔

روایتی کتب سیرت:

سیرت طیبہ پر لکھی گئی کتب کو ڈاکٹر سید شاہ علی کچھ اس طرح طبقاتی انداز میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ قدیم وضع کی تصانیف جو عربی، فارسی تصنیفات کے انداز پر لکھی گئیں یا ان سے ماخوذ ہیں یا ان سے ترجمہ کی گئی ہیں۔

۲۔ وہ کتب جو سرسید کی مذہبی تصانیف کے رنگ پر ہیں یعنی عیسائی مشنریوں کے اعتراضات اور سائنس کے حملوں کے مدنظر عقلی اصولوں کے تحت لکھی گئی ہیں۔

۳۔ وہ کتب جن میں پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت اور کارناموں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ [۲۰]

اسی دور کی تصنیفات میں سے ایک مفتی عنایت احمد کاکوروی کی ''تواریخ حبیب الٰہ ﷺ'' ہے، جو اس دور میں لکھی گئی قدیم طرز کی کتب سیرت کی نمائندہ کتاب ہے۔

مغربی سیرت نگاروں کی تصانیف سیرت کے اردو تراجم:

مغرب کے سیرت نگاروں نے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر بہت زیادہ لکھا ہے۔ ان میں متعصب اور گمراہ مصنفین بھی ہیں اور غیر متعصب اور منصف مزاج فلاسفر بھی شامل ہیں۔ چنانچہ مسلمان سیرت نگاروں نے ضروری سمجھا کہ ان کی کتب کے اردو تراجم کیے جائیں تاکہ عوام ان دونوں طرح کے مصنفین کے خیالات اور نیتوں سے واقف ہو سکیں اور خود عیسائی قوم بھی غیر متعصب عیسائی مصنفین کے خیالات سے واقف ہو جائے کہ خود ان کے پادری جو غیر متعصب ہیں وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

مشرقی سیرت نگاروں کی تصانیف سیرت کے اردو تراجم:

مغربی زبانوں کے علاوہ مشرقی زبانوں میں لکھی گئی کتابوں کے تراجم بھی کیے گئے تا کہ اردو زبان بھی اس دولت گراں مایہ سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ عربی اور فارسی کی بعض مشہور کتب مغازی و سیر کے اردو تراجم کئے گئے۔ اسی دور میں واقدی کی کتاب المغازی کا ترجمہ سیماب احمد ٹونکی نے مغازی آنحضرت ﷺ کے نام سے کیا۔ اسی کتاب کا ایک اور اردو ترجمہ مولوی بشارت علی خان نے ''مغازی الصادقہ'' کے نام سے کیا۔ حافظ ابن قیم جوزی کی تصنیف ''زاد المعاد'' کے کچھ حصہ کا ترجمہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے کیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مشہور کتاب ''مدارج النبوۃ'' کا اردو ترجمہ خواجہ عبدالمجید نے ''منہاج النبوۃ'' کے نام سے کیا۔

اردو میں سیرت نگاری کے باقاعدہ آغاز کے محرکات:

مخالفین اسلام کی تحریریں باقاعدہ سیرت نگاری کا محرک ثابت ہوئیں۔ مخالفین اسلام، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر جو رکیک حملے کیا کرتے تھے، ان کا رد کرنا مسلمان مصنفین اپنا فرض سمجھتے تھے۔ چنانچہ باقاعدہ سیرت نگاری کا آغاز ہوا اور بالواسطہ طور پر سیرت رسول ﷺ سے متعلق تصانیف معرض وجود میں آئیں۔

انیسویں صدی کا ایک پادری عماد الدین جو اسلام سے مرتد ہوا تھا، اس نے عیسائیت کے حق میں اور اسلام اور نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں بہت سی کتب لکھیں۔ اس کے رد میں حالی نے ''تریاق مسموم'' اور ''تاریخ محمدی ﷺ پر منصفانہ رائے'' اور مولوی چراغ علی نے ''تعلیقات'' جیسے مناظرانہ رسائل لکھے

اس سلسلے کی سب سے بلند پایہ کتاب سید امیر علی کی "Spirit of Islam" ہے۔ یہ ایک مکمل اور جامع کتاب ہے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات کا انتخاب کرتے وقت غیر معتبر روایات سے اجتناب کیا گیا ہے اور نہ صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے بلکہ مخالفین اسلام کے مذاہب کی خامیوں کی نشاندہی بھی اچھی طرح کی گئی ہے کیونکہ سید امیر علی ان کی کمزوریوں اور خامیوں سے واقف تھے۔ Sprit of Islam کے پہلے حصے کا اردو ترجمہ ''سرور کائنات ﷺ'' کے نام سے ۱۹۵۶ء میں منصور احمد نے کیا۔ اس کے بعد ''روح اسلام'' کے نام سے مکمل اردو ترجمہ ہادی حسین نے کیا۔ ولیم میور کی کتاب "Life of Muhammad" کے جواب میں سر سید احمد خان نے ''خطبات احمدیہ'' لکھی۔

اردو سیرت نگاری کا عہد زریں: (۱۹۰۱ء ----- ۱۹۴۷ء)

اردو سیرت نگاری کی ابتداء میلادناموں سے ہوئی اور یہ روایت بیسویں صدی تک برقرار رہی۔ بلکہ نثری تصانیف سے زیادہ ان میلادناموں کی کثرت رہی ہے۔

۱۹۱۷ء میں ''آفتاب نبوت ﷺ'' کے نام سے مولانا سید ایوب احمد صبر شاجہاں پوری نے ایک مولود نامہ لکھا جو گزشتہ مولودناموں سے مختلف تھا۔ مولانا نے کوشش کی کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے صحیح حالات اور آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی بہترین تصویر کشی کی جائے تاکہ ''اگر ایک جانب اسلام کے نام لیوا اس سے مستفید ہوں تو دوسری طرف غیر مذاہب و ادیان کے پیرو بھی سمجھ سکیں کہ سرور عالم ﷺ کی زندگی صحیح معنوں میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کی مصداق تھی''۔ [۱۲] مصنف نے اس کتاب میں حوالہ جات کا اہتمام بھی کیا ہے۔

بیسویں صدی کا ایک اور مولودنامہ علامہ راشد الخیری نے بعنوان ''آمنہ کا لال ﷺ'' تحریر کیا۔ یہ اپنے پیشرو مولودناموں سے مختلف ہے۔ اسی وجہ سے اپنے وقت میں بہت مقبول ہوا۔

مرزا حیرت دہلوی نے ۱۸۹۵ء میں ''سیرت محمد ﷺ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس کے دیباچہ میں انہوں نے جسٹس سید امیر علی اور سر سید احمد خاں سے اثر پذیری کا بخوشی اعتراف کیا ہے اور نبی

کریمﷺ اور دین حق اسلام پر مستشرقین کی طرف سے لگائے گئے بے بنیاد الزامات کا جواب دیا گیا ہے۔

مرزا حیرت دہلوی نے ''سیرت محمدﷺ'' کا دوسرا ایڈیشن بہت سی ترمیم و اضافے کے ساتھ ''سیرت رسولﷺ'' کے نام سے ۱۹۰۰ء سے ۱۹۱۰ء کے درمیان شائع کروایا۔

۱۹۰۵ء میں ایک اور کتاب منظر عام پر آئی۔ یہ فیروز الدین ڈسکوی کی تصنیف سیرت النبیﷺ (پیارے نبیﷺ کے پیارے حالات) ہے۔اس کتاب کی تحریر میں مصنف نے کم پڑھے لکھے طبقہ کا خیال رکھتے ہوئے سیدھے سادے اور عام فہم الفاظ کا استعمال کیا۔

۱۹۳۰ء میں سیرت پاک کی ایک اور تصنیف سامنے آئی، جو بہت زیادہ مشہور و مقبول ہوئی۔وہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی ''رحمۃ اللعالمینﷺ'' ہے۔ یہ اپنی روایات و واقعات کے لحاظ سے ایک مستند کتاب ہے۔۱۸۹۹ء میں قاضی سلیمان صاحب نے ایک مختصر کتاب ''مہر نبوت'' کے نام سے بچوں کیلئے لکھی، جس میں سیرت مقدسہ کے تمام پہلوؤں کو مختصر، جامع اور سلیس انداز میں تحریر کیا ہے۔ قاضی سلیمان منصور پوری کی سیرت طیبہ پر لکھی گئی ایک اور کتاب ''سید البشرﷺ'' ہے۔ یہ دراصل قاضی صاحب کی چار تقاریر کا مجموعہ ہے جو ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔یہ خطبات نوجوانوں کیلئے خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔

۱۹۱۳ء،۱۹۱۴ء میں مولوی محمد انشاء اللہ خاں مدیر ''وطن'' (لاہور) نے ''سیرت ابن ہشام'' کا اردو ترجمہ دو جلدوں میں ''سیرت رسولﷺ'' کے نام سے کیا۔

بیسویں صدی کی سب سے اہم کتاب جو سامنے آئی ہے وہ مولانا شبلی نعمانی اور ان کے شاگرد رشید سید سلیمان ندوی کی مشترکہ تصنیف ''سیرۃ النبیﷺ'' ہے۔مولانا شبلی نے اس تصنیف کا آغاز کیا لیکن دو جلدوں کی تکمیل کے بعد ہی وہ اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔ چنانچہ بقیہ کام سید سلیمان ندوی نے مکمل کیا جو مزید چار جلدوں میں تکمیل کو پہنچا۔

مولانا شبلی نے ۱۸۹۱ء میں عربی زبان میں ایک مختصر رسالہ ''بدر الاسلام'' لکھا جو علی گڑھ کالج کے نصاب میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ [۲۲]

یہ سیرت طیبہ پر نہایت عمدہ تصنیف ہے۔اس کا پہلے فارسی زبان میں پھر اردو زبان میں ترجمہ ہوا جو بیگم نواب بھوپال نے کیا اور ''آغاز اسلام'' نام رکھا۔ یہ کتاب ۱۹۱۶ء میں سامنے آئی۔ اسی رسالہ کا ایک اور اردو ترجمہ ''سیرت طیبہ'' کے نام سے ڈاکٹر محمد احسان الحق نے کیا۔

بیسویں صدی سیرت نگاری کے حوالے سے عہد زریں ہے، کیونکہ بہت سی تصانیف وجود میں آ چکی تھیں اور ہر طرف ایسا ماحول بن گیا تھا کہ ہر حال میں سیرت نبوی ﷺ کو سب کے سامنے واضح کرنا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا ہے۔ چنانچہ لوگ خود بھی سیرت تحریر کر رہے تھے۔ مختلف زبانوں میں لکھی گئی کتب کے تراجم بھی کر رہے تھے اور نظم ونثر دونوں صنفوں میں بڑی تیزی سے تصنیفات وجود میں آ رہی تھیں۔ ''اخباروں، رسالوں، کتابوں، مقالوں، خطبوں، پمفلٹوں کے ذریعہ سیرت کا بیان عام ہونے لگتا ہے۔ سیرت کمیٹیاں قائم ہوتی ہیں جو گھر گھر رسول خدا ﷺ کی تعلیمات پہنچاتی ہیں۔

مولانا اشرف علی نے ایک کتاب ۱۲۔۱۹۱۱ء میں ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ'' کے عنوان سے لکھی جو مستند احادیث کی روشنی میں لکھی گئی ہے اور تصنیف سے زیادہ تالیف کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ احادیث اور مختلف کتب کے تراجم کا مجموعہ ہے۔

سید سلیمان ندوی نے ۱۹۲۵ء میں ''اسلامی تعلیمی انجمن'' مدراس کی خواہش پر آٹھ خطبے ارشاد فرمائے۔ جو ۱۹۲۶ء میں کتابی شکل میں ''خطبات مدراس'' کے نام سے شائع ہوئے۔

''یہ مضامین ومباحث، ادب وانشاء اور زور خطابت کے لحاظ سے اردو لٹریچر کے شاہکار سمجھے جاتے ہیں''۔ ۲۳

۱۹۳۱ء میں پروفیسر سید نواب علی نے ''سیرت رسول اللہ ﷺ'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ ۱۹۰۷ء میں ''تذکرۃ المصطفیٰ ﷺ'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف قادری داناپوری نے ۱۹۳۲ء میں ایک نہایت اچھی اور مستند کتاب تحریر کی جس کا عنوان ''اصح السیر فی ہدیٰ خیر البشر ﷺ'' ہے۔ اس کے مندرجات صحیح ترین روایات سے ماخوذ ہیں۔

سید مناظر احسن گیلانی نے ایک مقالہ ''النبی الخاتم ﷺ'' کے عنوان سے ۱۹۳۶ء میں تحریر کیا۔اس میں گیلانی صاحب کا انداز بیان پر جوش، والہانہ اور ولولہ انگیز ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی سیرت طیبہ پر بے شمار کتب اس عہد میں تصنیف کی گئیں۔

عہد حاضر کی چند مشہور اردو کتب سیرت:

سیرت فخر دو عالم ﷺ	(عطاء اللہ خان ٹونکی)
معراج انسانیت ﷺ	(غلام احمد پرویز)
آئینہ خلق محمدی ﷺ	(عزیز الدین احمد قادری)
آداب النبی ﷺ	(مفتی محمد شفیع)
در یتیم ﷺ	(ماہر القادری)
سیرت نبوی ﷺ	(سیماب اکبر آبادی)
محمد رسول اللہ ﷺ	(ڈاکٹر عبد العلیم)
محسن انسانیت ﷺ	(نعیم صدیقی)
حیات طیبہ ﷺ	(ابو سلیم محمد عبد الحیٔ)
سیرت سرور عالم ﷺ	(سید ابوالاعلیٰ مودودی)
خطبات ماجدی (سیرت نبوی ﷺ قرآنی)	(عبد الماجد دریا آبادی)
محسن اعظم و محسنین ﷺ	(فقیر وحید الدین)
پیغمبر انسانیت ﷺ	(شاہ محمد جعفر پھلواری)
سیرت سید البشر ﷺ	(پروفیسر غلام رسول)

رسول عربی ﷺ اور عصر جدید	(سید محمد اسمٰعیل)
نقش سیرت ﷺ	(پروفیسر نثار احمد)
رسول رحمت ﷺ	(ابوالکلام آزاد)
خطبات بہاولپور	(ڈاکٹر حمید اللہ)
نبی رحمت ﷺ	(ابوالحسن علی ندوی)
سیرت النبی ﷺ	(شبلی نعمانی، سلیمان ندوی)
رحمۃ اللعالمین ﷺ	(سلمان منصور پوری)
تذکار محمد رسول اللہ ﷺ	(حکیم محمد سعید)

رسول ﷺ نمبر:

بیسویں صدی میں مختلف رسائل وجرائد نے رسول ﷺ نمبر نکالنا شروع کیے، جن میں نبی کریم ﷺ کی حیات مقدسہ کے مختلف پہلوؤں پر مستند حوالوں کے ساتھ تحقیقی اور علمی مضامین شائع ہونے لگے۔ سب سے پہلے رسول ﷺ نمبر نکالنے کا شرف رسالہ ''نظام المشائخ'' دہلی کو حاصل ہوا، جو مذہبی رسائل میں قدیم ترین رسالہ ہے۔ اس کے سر پرست خواجہ حسن نظامی اور مدیر محمد الواحدی دہلوی تھے۔ ۱۹۱۱ء میں سب سے پہلے رسول ﷺ نمبر شائع کیا گیا۔ [۲۴]

ایسے رسائل وجرائد کی ایک طویل فہرست ہے، جنہوں نے مختلف مواقع پر رسول نمبر نکالے ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔	نظام المشائخ	دہلی	(مارچ ۱۹۱۱ء)
۲۔	اہلحدیث	امرتسر	(جولائی ۱۹۱۲ء)
۳۔	اسوۂ حسنہ	میرٹھ	(جنوری ۱۹۱۵ء)
۴۔	خطیب	دہلی	(دسمبر ۱۹۱۷ء)

۵۔	ستارہ صبح	لاہور	(جنوری ۱۹۱۷ء)
۶۔	الصدیق	ملتان	دسمبر ۱۹۵۳ء)
۷۔	الوارث	کراچی	(جولائی ۱۹۶۸ء)
۸۔	بلال	راولپنڈی	(مئی ۱۹۷۱ء)
۹۔	اخبارالمشائخ	اسلام آباد	(ستمبر ۱۹۹۱ء)
۱۰۔	صوت الاسلام	فیصل آباد	

حوالہ جات باب چہارم

۱۔ آب کوثر/ شیخ محمد اکرام/ص ۸۲

۲۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی / ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر

۳۔ آب کوثر/ شیخ محمد اکرام/ص ۳۱۰

۴۔ سیرت بندہ نواز/ عطا حسین

۵۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ/ ڈاکٹر محمد اسحاق/ص ۸۶، ۸۷

۶۔ مدارج النبوت/ شیخ عبدالحق محدث دہلوی/ ترجمہ: غلام معین الدین نعیمی/ ج ۱/ص ۱۰۹

۷۔ کربل کتھا/ فضل علی فضلی/ مرتبہ: مالک رام، مختار الدین احمد/ص ۵۸۔۔۱۰۳

۸۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند/ ج ۱/ص ۱۵۸

۹۔ داستان تاریخ اردو/ حامد حسن قادری/ص ۵۴

۱۰۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ/ ڈاکٹر انور محمود خالد/ص ۲۷۷

۱۱۔ دکنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین/ نصیر الدین ہاشمی/ص ۴۵

۱۲۔ فہرست اردو مخطوطات/ جامعہ عثمانیہ/ص ۲۱

۱۳۔ محولہ بالا

۱۴۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو/ مرتبہ: افسر صدیقی امروہوی/ ج ۲/ص ۱۹۸

۱۵۔ دکنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین/ نصیر الدین ہاشمی/ص ۴۷

۱۶۔ مقالات سر سید (حصہ ہفتم) /مرتبہ: مولانا محمد اسماعیل پانی پتی/ص ۳۰

۱۷۔ محولہ بالا

۱۸۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو/مرتبہ: افسر صدیقی و سرفراز رضوی/ ج ۱/ص ۵۶

۱۹۔ سیرت النبی ﷺ سید سلیمان ندوی/ ج ۳/ص ۷۴۶

۲۰۔ اردو میں سوانح نگاری/ ڈاکٹر سید شاہ علی/ص ۲۴۳

۲۱۔ آفتاب نبوت/صبر شاہجہاں پوری/ص ۱۳

۲۲۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ / ڈاکٹر انور محمود خالد/ص ۵۳۷

۲۳۔ معارف، اعظم گڑھ/ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء/مرتبہ: شاہ معین الدین احمد ندوی/ص ۱۹

۲۴۔ بیسویں صدی کے رسول نمبر (تحقیقی و تعارفی جائزہ) محمد اقبال جاوید/ص ۱۸

باب پنجم:

منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا اجمالی جائزہ:

سیرت النبی ﷺ پر بے شمار کتب تحریر کی گئی ہیں اردو زبان بھی اس خزانے سے محروم نہیں ہے گزشتہ تین صدیاں سیرت کی کتب کا اچھا خاصہ ذخیرہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں ان تمام کتب کا احاطہ کرنے کیلئے طویل عرصہ درکار ہوگا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کتب کی تحریر میں نکھار آتا گیا ہے ابتدائی دور کی کتب کا جائزہ لیں اور آج کے دور کی کتابوں سے ان کا موازنہ کریں تو پہلی ہی نظر میں یہ فرق نظر آجاتا ہے اس میں شک نہیں کہ ہر کتاب حب رسول ﷺ کے جذبے سے لکھی گئی ہے یہاں تک کہ کہیں غلو سے بھی کام لیا گیا ہے جس سے ان مصنفین کی علمیت میں کمی اور جذباتیت کی زیادتی نظر آتی ہے۔

ہم نے جن کتب کو جائزے اور موازنے کیلئے منتخب کیا ہے وہ انیس اور بیسویں صدی کی چند کتب ہیں جو نہایت مقبول و مستند مانی جاتی ہیں اور علمی حلقوں میں ان کو بہت پذیرائی ملی ہے یہاں ان منتخب کتب کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

سیرت النبی ﷺ (شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی) کا اجمالی جائزہ:

شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی مشترکی کاوشوں سے یہ کتاب تشکیل پائی۔ کتاب کا جائزہ لینے سے قبل مصنفین کے بارے میں کچھ معلومات پیش کی جاتی ہے۔

شبلی نعمانی ہماری علمی و ادبی تاریخ میں نہایت اہم مقام رکھتے ہیں۔ مشہور نقاد مہدی افادی نے انہیں اردو کے عناصر خمسہ میں شمار کیا ہے۔ آپ ۱۸۵۷ء میں اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے ان کی نشو ونما اور سیرت کی تعمیر میں ان کے گھریلو تعلیمی ماحول کا بڑا دخل تھا جب حصول علم کا سلسلہ آگے بڑھا تو مولانا محمد فاروق چریا کوٹی سے منطق اور معقولات اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے عربی ادب کی تعلیم حاصل کی ۱۸۸۳ء میں علیگڑھ کالج میں عربی کے استاد مقرر ہوئے اور اس طرح سرسید کے رفقاء میں شامل ہوگئے۔ سرسید کی رفاقت سے قبل

شبلی کا رجحان مذہبی بحث ومناظرہ کی طرف تھا لیکن بعد میں علم کلام ،تاریخ ،ادب اور مختلف علمی موضوعات کی طرف توجہ ہوگئی اور نہایت اہم تصانیف کا سلسلہ چل نکلا۔شبلی نے اپنی ادیبانہ اور مؤرخانہ صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے سیرت نگاری کے میدان میں بھی قدم رکھا ان کی شخصیت اردو میں باقاعدہ تاریخ نگاری کے بانی اور پیش رو کی حیثیت سے ابھرتی ہے انہوں نے امام ابوحنیفہؒ پر سیرت نعمان ،حضرت عمر فاروقؓ پر الفاروق اور سوانح مولانا روم تصنیف کی ہیں ۱۹۱۲ء میں شبلی نے اپنی زندگی کا سب سے اہم کام کیا یعنی سیرت النبی ﷺ کی تصنیف وتالیف کا بیڑہ اٹھایا جو نہ صرف اسلامی ومذہبی ضرورت ہے بلکہ ایک علمی ،اخلاقی ،تمدنی اور ادبی ضرورت بھی ہے یعنی دینی ودنیاوی ضرورتوں کا مجموعہ ہے۔

شبلی نعمانی نے نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کی تالیف کیلئے جو قلم اٹھایا اس کی وجوہات وہ خود یوں بیان کرتے ہیں کہ یورپ کے مؤرخین نبی کریم ﷺ کی جو اخلاقی تصویر کشی کرتے ہیں وہ نعوذ باللہ ہر قسم کے معائب کا مرقع ہوتی ہے ادھر مسلمانوں کو جدید ضرورتوں نے عربی علوم سے بالکل محروم کر دیا ہے اس لئے اگر اس گروہ کو کبھی پیغمبر اسلام ﷺ کے حالات وسوانح کے دریافت کرنے کا شوق ہوتا ہے تو انہیں یورپ کی تصانیف کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اس طرح یہ زہر آلود معلومات آہستہ آہستہ اثر کرتی جاتی ہیں اور لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ ملک میں ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو پیغمبر ﷺ کو محض ایک مصلح سمجھتا ہے جس نے اگر مجمع انسانی میں کوئی اصلاح کردی تو اس کا فرض ادا ہو گیا اس بات سے اس کے منصب نبوت میں فرق نہیں آتا کہ اس کے دامن اخلاق پر معصیت کے دھبے ہوں۔

یہ وہ اسباب تھے جنہوں نے شبلی کو سیرت نبوی ﷺ پر ایک مبسوط کتاب تحریر کرنے پر مجبور کیا اور یہی جذبہ تھا جس کی بدولت فہم دین اور سیرت میں انہیں وہ بلند رتبہ ملا کہ برصغیر کے اولین سیرت نگار شمار کئے جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ سیرت نبوی ﷺ ،غزوات ،منصب نبوی ﷺ ،دلائل ومعجزات اور عہد رسالت کے دیگر واقعات سے متعلق معلومات کا بڑا سرمایہ ان ہی کی بدولت اردو داں طبقہ تک پہنچا ہے۔

شبلی اپنے اس اہم کام کو جلد سے جلد مکمل کرنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے سیرت النبی ﷺ کی

پہلی ہی جلد میں تاریخ عرب قبل از اسلام سے ابتداء کی اور سیرت طیبہ کے مکی دور کے حالات وواقعات اور پھر مدنی دور کے حالات وواقعات ۹ھ تک قلمبند کردیئے۔ دوسری جلد کا مسودہ بھی تیار کرلیا اور وہ مزید جو کچھ تحریر کرنا چاہتے تھے منصب نبوت، معجزات، آپ ﷺ کی تعلیمات، تشریف آوری کا مقصد، ان تمام امور سے اپنے لائق شاگرد سید سلیمان ندوی کو آگاہ کیا اور اس اہم کام کی ابتداء کرنے کے ایک ہی سال بعد یعنی ۱۹۱۴ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ سید سلیمان ندوی نے اپنے استاد محترم کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور بقیہ تمام مضامین کو پانچ جلدوں میں مدون کیا۔ اس طرح استاد اور شاگرد نے مل کر پیغمبر اسلام ﷺ کے حالات وواقعات انتہائی خوبصورت انداز میں قلمبند کرکے آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ کردیئے۔

سید سلیمان ندوی:

سید سلیمان ندوی کی شخصیت علم وادب کے میدان میں نہایت اہمیت کی حامل ہے ان کے علمی کارنامے بے شمار ہیں لیکن مولانا شبلی کی طرح ان کا بھی اہم ترین کام تدوین وتالیف سیرت النبی ﷺ ہے، جس کی ابتداء ان کے استاد محترم شبلی نعمانی نے کی اور تکمیل آپ کے ہاتھوں ہوئی۔

سید سلیمان ندوی صوبہ بہار میں ۲۳ صفر ۱۳۰۲ھ / ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر پھلواری شریف میں تحصیل علم کیا ۱۹۰۱ء میں دارالعلوم ندوہ، لکھنو میں داخل ہوئے یہاں ان کے ادبی وعلمی ذوق کو جلا ملی ۱۹۰۴ء میں مولانا شبلی لکھنؤ آئے تو سید سلیمان ندوی سے ملاقات ہوئی مولانا شبلی کے پاس مصر وشام کے عرب رسائل بکثرت آتے تھے سید صاحب ان کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے رہے جس سے ان میں عربی ادب کا ذوق پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ وہ عربی کے بھی اچھے ادیب شمار کئے جانے لگے۔ ان کی علمی صلاحیت دیکھ کر مولانا شبلی نے ''الندوہ'' کی دیکھ بھال ان کے سپرد کردی۔ ۱۹۰۷ء میں الندوہ کے نائب مدیر مقرر ہوئے اور مختلف موضوعات پر مضامین تحریر کئے ان مضامین کے اسلوب بیان اور طرز نگارش میں استاد ہی کے تحقیقی اور ادبی رنگ کی جھلک تھی جو رفتہ رفتہ اور بھی نمایاں ہوتی گئی ۱۹۰۸ء میں دارالعلوم ندوہ میں علم کلام اور

جدید عربی ادب کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں عربی زبان کے جدید الفاظ کی ایک لغت "لغات جدیدہ" کے نام سے لکھی ۱۹۱۳ء کے آخر میں ایک اہم تصنیف ارض القرآن کے نام سے مرتب کی جو دو جلدوں پر مشتمل ہے ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو اپنے استاد محترم مولانا شبلی نعمانی کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق اعظم گڑھ آگئے جہاں "دار المصنفین" کی بنیاد ڈالی ۱۹۱۵ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات مقرر ہوئے اور یہ خدمت ۱۹۵۰ء تک انجام دیتے رہے۔

۱۹۱۸ء میں اپنے استاد مرحوم کی تالیف سیرت النبی ﷺ (جلد اول) کو مرتب کر کے شائع کروایا ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کے بھی اہم رکن رہے۔ ۱۹۲۰ء میں یورپ کے سفر پر جانے سے پہلے استاد مرحوم کی سیرت النبی ﷺ کی دوسری جلد اور ساتھ ہی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سیرت سے متعلق تصنیف "سیرت عائشہ" بھی شائع کروائی اپنے استاد مرحوم کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے ۱۹۲۴ء میں سیرت النبی ﷺ کی تیسری جلد شائع کروائی جو خالصتاً سلیمان ندوی کی تالیف ہے ۱۹۲۵ء میں جنوبی ہند کی "مسلم ایجوکیشن ایسوی ایشن" کی دعوت پر سیرت نبوی ﷺ پر آٹھ خطبے دیئے جو "خطبات مدراس" کے نام سے شائع ہوئے۔ ان خطبات میں سیرت نبوی ﷺ ایسے اچھوتے اور دلنشین انداز میں پیش کی گئی ہے کہ اس سے بہتر طریقے پر اب تک پیش نہیں کی گئی یہ خطبات اپنے ادب وانشاء اور زور خطابت کے لحاظ سے اردو ادب کے شاہکار سمجھے جاتے ہیں۔

شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی دونوں کا مقصد سیرت نبوی ﷺ کی صحیح شکل میں تالیف کرنا تھا جو انہوں نے ایک دینی فریضہ سمجھ کر کیا چنانچہ ۱۹۳۲ء میں سیرت النبی ﷺ کی چوتھی جلد شائع ہوئی جس میں تعلیمات نبوی ﷺ کی تفصیلات ہیں ۱۹۳۶ء میں پانچویں اور ۱۹۳۹ء میں چھٹی جلد بھی شائع ہوگئی اسی سال ان کی تمام تقریروں اور تحریروں کا مجموعہ نقوش سلیمانی کے نام سے شائع ہوا۔ ۱۹۴۰ء میں بچوں کیلئے ایک کتاب رحمت اللعالمین ﷺ لکھی اور جو سلیس اور آسان زبان میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے ۱۹۴۰ء ہی میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے ان کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی۔

۱۹۴۶ء میں نواب بھوپال کے اصرار پر ان کی ریاست کے قاضی القضاۃ اور جامعہ مشرقیہ کے امیر کے

عہدوں پر مامور ہوئے ۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے یہاں بھی مذہبی قومی اور علمی خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی نے ادارۂ تعلیمات اسلام کا جو بورڈ قائم کیا اس کے باضابطہ صدر مقرر ہوئے اور اس بات پر بھرپور زور دیا کہ پاکستانی حکومت کے تمام قوانین قرآن وسنت کے مطابق ہوں عرب ممالک کی سب سے بڑی اکیڈمی مجمع فواد الاول قاہر نے ان کو اپنا رکن بنالیا علمی سرگرمیوں سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے۔

سید سلیمان ندوی کی علمی یادگاروں میں ان تصانیف کے علاوہ دارالمصنفین اور اس کا ماہانہ رسالہ ''معارف'' بھی ہے۔ اس رسالہ میں ادارت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ انہوں نے بے شمار مذہبی، علمی اور تاریخی مضامین بھی لکھے۔

سیرت النبی ﷺ کا اجمالی جائزہ:

سید سلیمان ندوی نے ایک مختصر جملہ میں ''سیرت النبی ﷺ'' کی تمام جلدوں کے مضامین کا تعارف کروا دیا اور ان کا مقصد بیان کر دیا کہ ان کتب کا تعلق صرف مغازی اور سیر کے واقعات سے نہیں بلکہ ان کا مقصد صرف ان دو سوالوں کا جواب ہے کہ اسلام کا پیغمبر کون تھا؟ اور وہ کیا لایا تھا؟ سیرت النبی ﷺ کی ابتدائی تین جلدوں میں پہلے سوال کا جواب ہے اور باقی جلدوں میں دوسرے سوال کا۔

جلد اول:

پہلی جلد دور نبوی ﷺ کے پر آشوب عہد اور غزوات پر مشتمل ہے ابتداء میں نہایت اہم دو مقدمات تحریر کئے ہیں جو انتہائی معلومات افزاء ہیں۔ پھر سیرت طیبہ کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت بیان کی ہے، قبیلہ قریش کا تعارف ہے اور پھر ولادت مبارکہ کا بیان قلمبند کیا ہے بعد ازاں حضور اکرم ﷺ کی مکی زندگی کے واقعات تحریر کئے ہیں جن میں آپ ﷺ کی معاش اور ازدواجی زندگی کا احوال بھی ہے، نزول وحی کا بھی بیان ہے اور تبلیغ دین کے واقعات بھی ہیں نیز تمام مشکلات ومصائب کا بھی بیان ہے جس کو وہ ہجرتوں تک لے جاتے ہیں پھر پہلی اسلامی ریاست کے قیام ونظام کی تفصیلات ہیں۔ پہلی جلد میں ۹ ھ تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

جلد دوم:

سیرت النبی ﷺ کی دوسری جلد نبوت کی دس سالہ امن کی زندگی کی تاریخ ہے اسلام کی امن کی زندگی جو ہجرت کے بعد مدینہ میں شروع ہوتی ہے اس سے دوسری جلد کی ابتداء ہوتی ہے اور جس تیزی سے اسلام کی اشاعت ہوئی اس کی تفصیلات ہیں اور پہلی اسلامی ریاست جس کی بنیاد پڑی اس کے انتظامات کا بیان ہے عبادات و معاملات سے متعلق بھی ابواب ہیں اور ۱۱ھ ہجری میں نبی کریم ﷺ کے وصال کا بیان شامل ہے اس کے علاوہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ اور معمولات کے بارے میں ابواب ترتیب دیئے ہیں جن میں شمائل، صبح سے شام تک کے معمولات، مجالس نبوی ﷺ، خطبات نبوی ﷺ، عبادات نبوی ﷺ، اور اخلاق نبوی ﷺ کی تفصیلات ہیں آخر میں آپ ﷺ کے خانگی معاملات کے بارے میں تحریر ہے ازواج مطہرات کے حالات زندگی بھی بیان کئے ہیں اور ان کے ساتھ آپ ﷺ کے برتاؤ کی تفصیلات ہیں۔

جلد سوم:

سیرت النبی ﷺ کی جلد سوم حضور اکرم ﷺ کے منصب نبوت، حقیقت نبوت اور فضائل و معجزات پر مشتمل ہے دلائل معجزات، فلسفہ جدیدہ اور عقلیت سے بحث کی ہے حضور اکرم ﷺ سے متعلق بے شمار معجزات کی تفصیل لکھی ہے اور ان باتوں کی وضاحت بھی کی ہے جن کو لوگوں نے معجزات کی فہرست میں شامل کرلیا ہے۔ حالانکہ وہ حضور ﷺ کے لحاظ سے بہت ہی معمولی امور ہیں جہاں معجزے کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہیں اس کے امکان وقوع کو بیان کیا ہے اور قرآن حکیم کے نقطہ نظر سے یہ ایک بہترین تبصرہ ہے۔

جلد چہارم:

چوتھی جلد میں منصب نبوت اور تعلیمات نبوی یعنی مقصد نبوت کی مکمل تفصیلات ہیں اصل موضوع سے قبل اس جلد میں ایک مقدمہ ہے جس میں نبوت کی حقیقت اور لوازم و خصائص کی تشریح ہے اس کے بعد دیباچہ ہے جس میں ولادت باسعادت کے وقت دنیا کی بالعموم اور عرب کی بالخصوص مذہبی اور اخلاقی حالت بیان کی گئی ہے اس کے بعد اس جلد کے اصل موضوع کا آغاز کیا ہے یعنی عقائد و ایمانیات سے متعلق بیان ہے۔ توحید، رسالت، آخرت، کتب سماوی اور ملائکہ پر ایمان موضوعات میں شامل ہیں۔

جلد پنجم:

چوتھی جلد عقائد ایمانیات سے متعلق تھی۔ ایمان کے بعد ارکان وعبادات کا مرحلہ آتا ہے چنانچہ جلد پنجم میں اعمال صالحہ اور عبادات وارکان کی تفصیلات درج ہیں۔ یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد اور ان صفات کی تفصیل ہے جو مومن کی پوری زندگی کو عبادت میں تبدیل کر دیتی ہیں اور جن کو عبادات قلبی کا نام دیا ہے۔ جس میں تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر اور شکر شامل ہیں۔ اس جلد میں بتایا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ بنی نوع انسان کیلئے کیا پیغام لائے تھے اور یہیں یہ جلد مکمل ہو جاتی ہے۔

جلد ششم:

یہ جلد مکمل طور پر اخلاقیات اسلامی پر مبنی ہے اخلاقیات دین اسلام کی اساس ہے حسن اخلاق کا دوسرا نام نیکی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں لہٰذا اس جلد میں سید سلیمان ندوی نے تفصیل کے ساتھ اسلامی فلسفہ اخلاق بیان کیا ہے فضائل اخلاق کے بعد اخلاق ذمیمہ پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے تاکہ اوامر ونواہی کا فلسفہ ہر انسان سمجھ لے۔

جلد ہفتم:

سید سلیمان ندوی کے انتقال کے بعد ان کے کچھ مضامین ان کے پرانے کاغذات میں پائے گئے جو معاملات اور سیاسیات سے متعلق تھے۔ ان مضامین کو سید مصباح الدین عبدالرحمٰن، ناظم دارالمصنفین نے یکجا کر کے سیرت النبی ﷺ کی جلد ہفتم کی شکل میں پیش کر دیا یہ جلد تقریباً (۱۰۰) سو صفحات پر مشتمل ایک مختصر کتاب ہے۔ سلیمان ندوی صاحب کا ارادہ ان معاملات پر ایک ضخیم کتاب مرتب کرنے کا تھا لیکن زندگی نے مہلت نہ دی۔ اس مختصر کتاب میں وسیع مطالعہ کا نچوڑ اور فکر ونظر کی ایسی گہرائی ملتی ہے جو بڑی بڑی ضخیم کتابوں میں ناپید ہے۔

اس جلد میں نبی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں معاشرتی مسائل کا حل اور سیاست وحکومت کے اصول بیان کئے ہیں اور بتایا ہے کہ اس دنیا میں حکومت، سلطنت اور سیاست بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کے ذریعہ اللہ کا

قانون دنیا میں نافذ کیا جا سکتا ہے عہد نبوی ﷺ میں نظام حکومت کا اجمالی جائزہ پیش کر کے سلطنت اور دین کا تعلق آیات واحادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے اور یہ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ حاکم حقیقی یعنی مقتدر اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۲۔ ضیاء النبی ﷺ (پیر محمد کرم شاہ) کا اجمالی جائزہ:

پیر محمد کرم شاہ:

پیر محمد کرم شاہ مشہور صوفی بزرگ حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کی نسل سے ہیں۔حصول علم کا آغاز حفظ القرآن سے کیا۔۱۹۳۶ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔پھر ۱۹۴۱ء تک مختلف اساتذہ اور اسکالرز سے اسلامک سائنس کی تعلیم لیتے رہے ۱۹۴۱ء ہی میں اوریئنٹ کالج لاہور میں فاضل عربی کیلئے داخلہ لیا۔ ۱۹۴۳ء میں شیخ نعیم الدین مرادآبادی کی نگرانی میں دورحدیث کیا۔۱۹۴۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے انگلش فیکلٹی میں بی۔اے کیا۔۴۷۔۱۹۴۶ء میں والد کے ساتھ تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔پھر مزید تعلیم کیلئے مصر چلے گئے۔جامعہ ازھر قاہرہ سے ایم فل کی ڈگری لی۔ان کے تحقیقی مقالہ کا عنوان ''الحدود فی الاسلام'' تھا۔ ۱۹۵۴ء میں پاکستان واپس آگئے ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔۱۹۸۰ء میں اس وقت کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ستارۂ امتیاز کے اعزاز سے نوازا۔۱۹۸۲ء سے تاحیات سپریم کورٹ آف پاکستان کی شریعت بنچ میں خدمات انجام دیتے رہے۔۱۹۸۸ء میں ضیاء الحق کی درخواست پر جنیوا گئے جہاں اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کمیشن میں شرکت کی اور قادیانیوں کی طرف سے پاکستان پر لگائے گئے الزامات کے حوالے سے پاکستانی حکومت کی پوزیشن کا دفاع کیا یعنی دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں وہ ایک نمایاں شخصیت رہے۔

ضیاء النبی ﷺ کا اجمالی جائزہ:

یہ کتاب پیر محمد کرم شاہ الازھری کی آج کے دور کی بے مثال کتاب ہے اس کتاب کو پڑھنے کے بعد قاری کافی طمانیت محسوس کرتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ ہم نے بہت کچھ حاصل کرلیا ہے کتاب کا نام ہی اس کے

مضامین کا تعارف ہے۔آمد مصطفیٰ ﷺ سے قبل دنیا کے جو حالات تھے ان کا انتہائی گہرائی اور وسعت کے ساتھ جائزہ پیش کیا ہے تا کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے حالات میں جو فرق آیا اور جو انقلاب عظیم برپا ہوا، عام انسان بھی اس کا فرق بہ آسانی دیکھ سکے اور نبی ﷺ کی ضیاء سے سارے جہاں میں روشنی کی جو کرنیں پھوٹیں اس میں اپنے عمال کی چھوٹی سے چھوٹی خرابی بھی نظر آجائے اب ہم ضیاء النبی ﷺ کی تمام جلدوں کا علیحدہ علیحدہ اجمالی جائزہ لیتے ہیں۔

جلداول:

یہ مکمل طور پر نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل کے حالات پر مشتمل ہے اس وقت کے مہذب اور غیر مہذب ممالک کی معاشرتی اور مذہبی تاریخ نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کی ہے۔اس خطہ زمین کی تاریخ بھی نہایت عمدہ انداز میں پیش کی ہے جہاں نور نبوت ضوفشاں ہوا۔پھر شجرۂ نسب بیان کیا ہے آخر میں شب میلاد مسعود میں پیش آنے والے عجائبات قدرت الٰہی کا ذکر ہے گویا جلد اول پوری کی پوری تمہیدی کتاب ہے۔

جلد دوم:

جلد دوم میں آپ ﷺ کی مکی زندگی کے حالات وواقعات تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ ولادت با سعادت سے متعلق معجزات تاریخ ولادت کے تعین کے بارے میں دلائل،محافل میلاد کے انعقاد کے حق میں دلائل،اسماء مبارکہ کی تشریح،معصوم بچپن کے واقعات آثار بعثت،وحی سے متعلق تفصیلات،آغاز تبلیغ،دعوت حق کے مختلف ادوار کی تفصیلات ،ایمان لانے والے صحابہ کی تفصیل ،کفار کی ستم رسانیاں،غم واندوہ کے پہاڑ،ہجرتوں کا ذکر اور اہمیت،معجزہ معراج کا بیان اور اہل مدینہ کا مکہ آکر اسلام قبول کرنا اور مکہ کے مسلمانوں کیلئے مدد کا جذبہ ان تمام معاملات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

جلد سوم:

جلد دوم کا اختتام ہجرت کے ذکر پر ہوا تھا،تیسری جلد کا آغاز ہجرت کی تفصیلات سے کیا ہے اور

ہجرت کے پانچویں سال تک کے واقعات اس جلد میں بیان کئے گئے ہیں۔ان واقعات میں صحابہ کرامؓ کی ہجرت، نبی کریمﷺ کی ہجرت، مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام، وہاں کے انتظامات، معاہدات، سلسلہ غزوات کی تفصیل، شرعی احکامات کے نزول کا ذکر اور واقعہ افک تک اس جلد میں مذکور ہیں۔

جلد چہارم:

جلد چہارم میں ۵ ہجری سے ۱۱ ہجری تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔جن میں غزوۂ خندق سے غزوہ تبوک تک کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے تمام غزوات کی تفصیل ہے۔ ۹ ہجری میں مدینہ میں وفود کی آمد کا جو سلسلہ جاری رہا اس کی تفصیلات بھی درج ہیں۔اس کے بعد حجۃ الوادع سے لیکر نبی کریمﷺ کے وصال تک کے واقعات کی تفصیلات ہیں۔

جلد پنجم:

پانچویں جلد میں نبی کریمﷺ کے لامتناہی کمالات وصفات عالیہ کا ذکر ہے اور اس سے متعلق آیات مبارکہ درج کی ہیں۔اس کے بعد آپﷺ فضائل وکمالات احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کئے ہیں۔اس کے علاوہ آپﷺ کے معجزات کا تفصیلی بیان ہے آداب معاشرت جو آپﷺ کی تعلیمات کا بنیادی عنصر ہیں بیان کئے ہیں۔آپﷺ کی ذات گرامی اور اس سے متعلق اشیاء کے بارے میں بڑا مفصل ذکر ہے آخر میں درود وسلام کی اہمیت بیان کی ہے۔

جلد ششم:

اس جلد میں پیر صاحب نے انتہائی جوش وجذبہ کے ساتھ اسلام اور پیغمبر اسلامﷺ پر معترض ہونے والے گم کردہ راہ مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور یہود ونصاریٰ کی اسلام دشمنی کے اسباب تلاش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے قرآن کی جمع وتدوین سے متعلق بھی باب شامل کیا ہے آخر میں قصہ غرانیق بیان کرکے کفار کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے کی حقیقت بیان کردی ہے۔

رحمۃ اللعالمین ﷺ (قاضی سلیمان سلمان منصور پوری)

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی تصنیف رحمت اللعالمین ﷺ سیرت طیبہ پر اردو کی ابتدائی کتاب میں انتہائی مقبول و مشہور کتاب ہے یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد ۱۹۱۲ء میں دوسری ۱۹۲۱ء میں اور تیسری مصنف کے انتقال کے بعد ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ قاضی صاحب کی یہ خواہش تھی کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت اقدس پر تین انداز میں کتب تحریر کریں مختصر، متوسط اور مطول۔ تا کہ ہر طرح کی طبیعت اور مزاج کے افراد مستفید ہوسکیں مختصر کتاب ''مہر نبوت'' کے نام سے ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی، متوسط انداز پر لکھی گئی کتاب رحمت اللعالمین ﷺ ہے افسوس کہ سیرت نبوی ﷺ پر شرح وبسط کے ساتھ مطول کتاب لکھنے کی آرزو پوری نہ ہوسکی۔

جلد اول:

جلد اول مقدمہ اور پانچ ابواب پر مشتمل ہے مقدمہ میں عرب کی تاریخ کا آغاز دو ہزار سال قبل مسیح سے کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے حالات وواقعات سے ابتداء کی ہے اور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت تک کے حالات نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں اور آپ ﷺ کے آباء واجداد کا مختصر تذکرہ بھی کیا ہے باب اول کے آغاز سے پہلے مکی دور کے تمام واقعات ولادت باسعادت سے ہجرت مدینہ تک قلمبند کئے ہیں۔ مولود مسعود، اسم مبارک کا رکھا جانا، ایام رضاعت ،لڑکپن و جوانی کے واقعات جن میں معاش وعقد کے معاملات اور پھر بعثت ونبوت کے عظیم واقعات بعد ازاں تبلیغ اور اس راہ میں مشکلات، آپ ﷺ کی مساعی جلیلہ کی کامیابی، یثرب کے لوگوں کا مکہ آکر اسلام قبول کرنا اور اہل مکہ کی کٹ حجتی سے تنگ آکر مدینہ ہجرت کا جانا یہ تمام واقعات ان ابواب میں درج کئے ہیں۔ باب اول کی ابتداء ہی میں وہ موضوعات بیان کردیئے ہیں جو اس پورے باب کا خلاصہ ہیں سب سے پہلے اس بین الاقوامی معاہدہ کا ذکر ہے جو استحکام امن کیلئے آپ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ کیا۔ یہ میثاق مدینہ کہلاتا ہے باب کا دوسرا عنوان قریش کی شرارتیں، سازشیں اور حملے سے متعلق ہے۔ اس میں تمام

غزوات کی تفصیلات ہیں۔ یہودیوں کی عہد شکنی کے عنوان کے تحت یہودیوں سے مسلمانوں کے تعلقات ،پھر میثاق مدینہ کی خلاف ورزی پر مدینہ سے یہودیوں کے اخراج کا ذکر ہے۔اس کے علاوہ جان نثاران نبی ﷺ کی بوقت شہادت کیفیات کا ایمان افروز بیان ہے غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ ترجمہ کے ساتھ تحریر کیا ہے جس میں ۴۹ نکات ہیں اور ہر نکتہ حکمت سے بھرپور ہے آخر میں اسیران جنگ سے متعلق معاملہ کا بیان ہے۔

دوسرا باب مکمل طور پر دنیا کے مختلف حکمرانوں کو دعوت اسلام دینے کے بارے میں ہے اور نبی کریم ﷺ کے وہ خطوط جو آپ ﷺ نے مختلف ممالک کے سلاطین کو ارسال فرمائے اور ان کا جو ردعمل سامنے آیا اس کا بیان ہے۔

تیسرا باب بھی دعوت و تبلیغ کے بارے میں ہے جس میں مختلف وفود کی آمد اور قبول اسلام کے واقعات ہیں اور ان کو جو تعلیمات دی گئیں ان کا بیان ہے چوتھے باب میں نبی کریم ﷺ کی دس سالہ مدنی حیات مبارکہ کے اہم واقعات کی تفصیل ہے اور آپ ﷺ کے وصال تک کے واقعات تحریر ہیں ان واقعات میں مسجد کی تعمیر،مؤاخات،تحویل قبلہ،اذان کا اجراء،نماز،روزہ،زکوٰۃ وغیرہ پھر حج کے بارے میں تحریر کیا ہے۔پھر صلح حدیبیہ ۶ھ ہجری کے بیان پر آگئے ہیں اس کے بعد غزوہ خیبر اور پھر حج کی فرضیت ،اہم شخصیات کا اسلام قبول کرنا، حجۃ الوادع اور خطبہ حجۃ الودع کا بیان ہے۔پھر حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد چیدہ چیدہ واقعات تحریر کئے ہیں۔آخری باب میں خلق محمدی ﷺ اور تعلیمات محمدی ﷺ کا بیان ہے اور آپ ﷺ کی ذات گرامی کے ہر پہلو کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے آپ ﷺ کے عادات واطوار اور شکل وشمائل کا ذکر بھی کیا ہے۔

جلد دوم:

جلد دوم کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے باب اول کی فصل اول شجرۂ مبارکہ پر مشتمل ہے اس کے تین حصے کئے ہیں حصہ اول میں جو شجرہ بیان کیا ہے وہ نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے اور آباءامات سب کے نام

موجود ہیں۔حصہ دوم میں معد بن عدنان سے اوپر نسب نامہ شروع کیا ہے اور حضرت اسماعیلؑ تک پہنچایا ہے حصہ سوم توراۃ کی مدد سے حضرت اسماعیلؑ سے شروع کر کے حضرت آدم بیان کیا ہے۔

فصل دوم میں شجرۂ مبارکہ بلحاظ مشہور انبیاء کرام اوپر سے نیچے کی جانب بیان کیا ہے یعنی ابوالبشر حضرت آدمؑ سے ابتداء کی ہے اور خیر البشر، وجہ تخلیق کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ پر انتہا کی ہے درمیان میں مشہور شخصیات کے حالات زندگی بھی اجمالاً بیان کر دیئے ہیں اور ان کا شجرہ بھی نیچے کی جانب بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں متعلقہ محترم خواتین کا ذکر بھی کیا ہے نبی کریم ﷺ کے تمام چچا اور پھوپھیوں کے حالات درج کئے ہیں حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے دوران واقع ہونے والے سورج گرہنوں کی فہرست بھی دی ہے آپ ﷺ کی اولاد طیبہ کے حالات بھی بیان کئے ہیں۔

باب دوم امہات المومنین کے بارے میں ہے اور ابتداء میں دنیا کے قوانین اور مذاہب کی رو سے ثابت کیا ہے کہ تعدد ازدواج کہیں بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔حضور ﷺ کی تعدد ازدواج کی مصلحتیں بیان کی ہیں پھر امہات المومنین کے حالات زندگی اور قرآن کے حوالے سے ان کے فضائل بیان کئے ہیں۔

باب سوم میں غزوات وسرایا کی تفصیلات ہیں۔یہاں تک کہ شہداء کرام کے نام اور مختصر معلومات بھی فراہم کی ہے۔باب چہارم میں ایک انوکھا انداز اختیار کیا ہے یعنی کفار جو قرآن کو محض پرانے لوگوں کے افسانے اور اہل کتاب اپنے راہبوں کی تعلیمات کہا کرتے تھے۔ان کا دلائل کے ساتھ رد کیا ہے اور قرآنی تعلیمات کا امتیاز بیان کیا ہے نیز مشہور انبیاء کرام کے قصائص قرآن کی روشنی میں بیان کئے ہیں اور توریت و انجیل سے ان کا موازنہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ قرآنی تعلیمات کی کتب سے کس قدر مختلف ہیں۔

پانچویں باب میں افضل الانبیاء کی افضلیت کا بیان ہے اور آپ ﷺ کا تمام انبیاء کرام کی صفات و خصائص کا جامع ہونا بیان کیا ہے۔ساتھ ہی آپ ﷺ کے اسماء الحسنیٰ کا بیان ہے۔

باب ششم آپ ﷺ کی صفت رحمت اللعالمین ﷺ پر مبنی ہے اور آپ ﷺ کی رحمت کے پہلو اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔باب ہفتم میں عشق اور محبت کا فرق بتایا ہے اور یہ حقیقت بیان کی ہے کہ

حضورﷺ کی محبت ایمان کی بنیاد ہے۔اس کے بعد آپﷺ کی صفات عالیہ جودوسخا،عدل وانصاف،نجدت وشجاعت،تواضع،حیا،شفقت ورافت،عفوودرگزر،زہداور دیگر عام اخلاقیات حسنہ کا ذکر کیا ہے۔

باب ہشتم میں سنن سے متعلق بہت مفید معلومات درج کی ہیں اس کا مقصد واقعات بیان کرتے وقت دن اور تاریخ کا صحیح تعین کرنے میں مدد لینا ہے اور اہل ہیئت کے علم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جدول کے ذریعہ بڑی اہم معلومات بہم پہنچائی ہیں جن میں سن ہجری کے علاوہ دنیا میں قدیم دور سے ہی مروج سنین کا بیان ہے جو مؤرخین کیلئے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

جلد سوم:

جلد سوم تین ابواب پر مشتمل ہے پہلا باب نبی کریمﷺ کی خصوصیات سے متعلق ہے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ آپﷺ کے اسماء الحسنیٰ ،ان کے معانی اور ان معانی کا آپﷺ کی ذات پر منطبق ہونا بیان کیا ہے مثلاً:

حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم○[۱]

ترجمہ: آپﷺ اپنی امت کی بھلائی کیلئے کمال درجہ طالب وشائق ہیں۔مومنوں سے بہت پیار کرنے والے۔

قرآن ہی کی رو سے یہ بیان کیا ہے کہ آپﷺ تمام انبیاء کرام کے خصائص کا مجموعہ بھی ہیں اور مزید بے مثال خصوصیات بھی آپﷺ کو ودیعت کی گئی اس کے بعد احادیث کی رو سے خصوصیات نبویہ بیان کی ہیں جس میں آپﷺ کے معجزات کا بیان ہے۔

صاحب قرآن کے خصائص بیان کرنے کے بعد قرآن کے خصائص بیان کئے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ قرآن حضورﷺ کا زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا معجزہ ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور اس میں موجود پیشن گوئیاں ثابت ہوتی جاتی ہیں۔پھر باب سوم میں خصائص اسلام بیان کئے ہیں اور اسلامی تعلیمات کا جائزہ پیش کیا ہے۔

سیرت احمد مجتبیٰﷺ (شاہ مصباح الدین شکیل)

شاہ مصباح الدین شکیل نے اپنی تصنیف ’’سیرت احمد مجتبیٰ‘‘ بیسویں صدی کے آخری دو عشروں میں قلمبند کی۔یہ اپنے وقت کی انتہائی واضح،منظم ومرتب،سادہ سلیس تین جلدوں پر مشتمل کتاب ہے۔

شاہ صاحب ۱۹۷۹ء سے سیرت مقدسہ سے متعلق تصنیف وتالیف میں مشغول ہیں نبی ﷺ کی ذات قرآن کی طرح قیامت تک کیلئے نمونہ کامل ہے اورزمانہ جدید کی ضرورتوں کو بھی پورا کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی کو جدید وقت کے تقاضوں کے ساتھ شاہ صاحب نے پیش کیا ہے۔ یہاں تک کہ جہاں کہیں مقامات مقدسہ اور حضور ﷺ کے مقامات سفر کی تصاویر میسر آئیں ان کو بھی اپنی تصانیف میں شامل کیا ہے۔مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی ''سیرت النبی ﷺ'' قاضی سلیمان سلمان منصور پوری کی ''رحمت اللعالمین ﷺ'' اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ''نبی رحمت ﷺ'' اردو میں ایسی بنیادی اور مستند کتب ہیں جن سے بعد میں آنے والوں نے فیض اٹھایا ہے۔شاہ مصباح الدین شکیل بھی ان فیضیاب ہونے والوں میں شامل ہیں۔

جس طرح یہ بات مشہور ہے کہ قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے اسی طرح ''پی۔ایس۔او۔ریویو'' کے ربیع الاول میں شائع ہونے والے تحقیقی مضامین کو جب یکجا کیا گیا تو ایک بہترین کتاب مرتب ہوگئی اور ''سیرت احمد مجتبیٰ'' اس کا نام رکھا گیا۔ان تحقیقی مضامین کے مصنف شاہ مصباح الدین شکیل ہیں۔ان مضامین کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔بیسویں صدی کے آخری دوعشروں میں یہ کتاب قلمبند کی گئی ہے۔

''سیرت احمد مجتبیٰ'' کی پہلی جلد ستمبر ۱۹۸۶ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔اس کا عنوان ''ظہور قدسی سے مسجد قباء تک'' ہے۔دوسری جلد جس کا عنوان ''قباء سے واقعہ افک تک'' ہے ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی اور تیسری جلد ''غزوہ خندق سے سفر آخرت تک'' ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی۔شکیل صاحب نے اپنی تصانیف کے عنوانات سیرت کی دوسری کتب سے مختلف رکھ کر ایک انفرادیت پیدا کی ہے۔نہ صرف کتاب کے عنوانات نئے ہیں بلکہ اندرونی عنوانات بھی مروجہ طریقہ سے جدا ہیں۔

سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ

جلد اول:

جلد اول کا عنوان ''ظہور قدسی سے مسجد قباء تک'' ہے۔سب سے پہلے قبل از اسلام عرب کی عام

حالت کا ذکر کیا ہے۔لفظ عرب کی تحقیق۔حدود اربعہ اور وہاں کی تہذیب وتمدن،بود وباش اور مختلف قبائل کی تفصیلات بیان کی ہیں،خانہ کعبہ کی تاریخ بھی بیان کی ہے دوسرا عنوان ”رسول اکرمﷺ کے آباواجداد ہے اس میں آپﷺ کے آباءاجداد میں سے خاص خاص لوگوں کی افضیلت کا بیان ہے۔تیسرا عنوان ولادت با سعادت سے متعلق ہے،جس میں اس وقت پر غیر معمولی واقعات کا رونما ہونا بیان کیا ہے اس کے بعد دور رضاعت کا بیان ہےاور دائی حلیمہ کے گھر میں آپﷺ کے وجود باجود کی برکات کا خوبصورت بیان ہے۔بعد ازاں حضور اکرمﷺ کی حیات پاک کے معصوم بچپن،صداقت وامانت وعصمت سے بھر پور جوانی ،پھر صاحب خلق عظیم کی ازدواجی زندگی اور اولاد اطہار کا ذکر کیا ہے،جس میں ان کے حالات وعادات واطوار بیان کیے ہیں۔نیز ان کی اولاد کے بارے میں بھی تحریر کیا ہے۔گھریلو حالات کے بعد اہل مکہ سے تعلقات کا بیان ہے خانہ کعبہ کی تعمیر کا واقعہ جس سے اہل مکہ کے دل میں آپﷺ کے احترام ومقام کا اظہار ہوتا ہے اس کے بعد غار حرا میں غور وفکر اور پہلی وحی کے نزول کا واقعہ بہت اچھے انداز میں رقم کیا ہے اس کتاب میں ایک مفرد مضمون ”بعثت کی شہادتیں“ کے عنوان سے ہے جس میں آپﷺ کی بعثت کے حوالے سے مختلف انسانوں اور جنات کی گواہیاں ہیں،بالخصوص حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں سابقہ کتب سماوی کی جو شہادتیں پائی جاتی ہیں،ان کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے ”منصب نبوت“ کے عنوان سے پہلی وحی کا تفصیلی بیان ہے پھر خفیہ تبلیغ کے تین سالوں کا ذکر ہے اور اس عرصے میں آپؐ کے قریبی احباب جو نور اسلام سے منور ہوئے ان کا ذکر ہے۔پھر سابقین اولین کا تذکرہ معہ ان کے مختصر حالات کے کیا ہے۔اس کے بعد نبوت کے تیرہویں سال تک کے واقعات سال بہ سال بیان کئے ہیں اور تیرہویں سال کا اہم ترین واقعہ ہجرت مدینہ ہے لیکن شکیل صاحب نے اس جلد کا اختتام ہجرت پر نہیں بلکہ مزید بڑھا کر پہلی مسجد قباء کے قیام پر کیا ہے کیونکہ اس مسجد کا قیام ہجرت کے مقصد کو واضح کر دیتا ہے یعنی شعائرَ اسلام کا قیام ہوا۔اس مسجد کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے کہ وہ مسجد جس کی بنیاد اول روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور یہاں دوگانہ نماز ادا کرنے کا اجر ایک عمرہ کے برابر ہے۔

جلد دوم:

پہلی جلد میں جس طرح بعثت مبارکہ کے بعد کے واقعات بلحاظ سال بیان کئے گئے ہیں اسی طرح ہجرت کے بعد کے واقعات سالوں کی ترتیب سے بیان کئے ہیں پہلی جلد کا اختتام مسجد قباء کی تعمیر پر ہوا تھا، دوسری جلد کی ابتداء وہیں سے کی ہے اور حضور ﷺ کے قباء میں والہانہ استقبال کا بیان ہے اس جلد کا اختتام پانچویں ہجری میں وقوع پزیر ہونے والے واقعہ افک پر کیا ہے۔ اسی سن کا ایک اور اہم واقعہ غزوہ خندق بھی ہے لیکن افک کے واقعہ کی اہمیت بھی اجاگر کرنا مقصود تھا، اس لئے اس کو عنوان کا حصہ بنایا ہے آغاز میں قباء کی بستی کا تعارف ہے اور مسجد قباء کی تعمیر اور اہمیت تفصیلاً بیان کی ہیں اس کے بعد یثرب میں والہانہ استقبال کا ایمان افروز بیان ہے راستہ میں بنو سالم کے محلے میں پہلی نماز جمعہ کا بھی ذکر کیا ہے میزبان رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حالات اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی مدینہ تشریف آوری کا بیان ہے۔ پھر سال بہ سال تمام اہم واقعات جن میں سن ہجری کا آغاز، مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع، پہلی درسگاہ صفہ کے قیام کے تفصیلات بیان کی ہیں۔ مدینہ کو حرم قرار دیئے جانے کا ذکر بھی ہے۔ لفظ یثرب کی تحقیق کی گئی ہے اور اس کا حدود اربعہ بتایا ہے ساتھ ہی یثرب کے یہودیوں سے تعلقات، معاہدات اور پھر اخراج کے واقعات ہیں۔ متلاشیان حق کا حضور ﷺ کو پہچان کر اسلام لانے کا پراثر بیان ہے، پھر غزوات سرایا کا بیان ہے اور ہر سال میں پیش آنے والے اہم واقعات بیان کئے ہیں روزے اور زکوٰۃ کی فرضیت بیان کرتے ہوئے پانچویں ہجرت تک پہنچتے ہیں اور واقعہ افک پر دوسری جلد کا اختتام کرتے ہیں۔

جلد سوم:

جلد سوم کا عنوان "غزوہ خندق سے سفر آخرت تک" ہے۔ پانچویں ہجری کے واقعات تیسری جلد کو دوسری جلد سے پیوستہ کرتے ہیں۔ جلد سوم کا آغاز پانچویں ہجری کے خاص واقعہ غزوۂ خندق سے کیا ہے اور حسب سابق بلحاظ سن ہر سال کے اہم واقعات ۱۱ ہجری تک سپرد قلم کئے ہیں اور ہر واقعہ کی جزئیات کا احاطہ بھی کیا ہے۔ مسلمانوں کی تربیت کے حوالے سے مختلف احکام کا نزول ہوا۔ مثلاً پردہ کا حکم، نماز کسوف وخسوف کا

حکم، ان تمام معاملات کا بیان ہے چھٹی ہجری کے واقعات میں سب سے اہم واقعہ صلح حدیبیہ ہے۔ اس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر دعوت اسلام کی تفصیلات ہیں۔ آپ ﷺ کے مکتوبات کے عکس بھی دیئے گئے ہیں، خیبر کے قلعوں کی تفصیلات بیان کی ہیں، عمرہ القضاء بھی ۷ ہجری میں ہوا لہٰذا اس کی بھی تفصیلات دی ہیں پھر ۸ ہجری کے واقعات کا آغاز معرکہ موتہ کی تفصیلات سے کیا ہے اور اسی سال وقوع پذیر ہونے والے دیگر سرایا کا بھی ذکر ہے۔ اس سال کا اہم ترین واقعہ فتح مکہ ہے جس کی نوید صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو فتح مبین کہہ کر دی تھی۔ اس فتح کا بیان تفصیل سے تحریر کیا ہے آٹھویں ہجری کا دوسرا اہم واقعہ غزوہ حنین ہے۔ اس کا بھی تفصیلی اور تحقیقی مواد اس کتاب میں ملتا ہے۔ پھر اس سال کے متفرق واقعات بیان کئے ہیں۔ اسی طرح ۹ ہجری کے چھوٹے بڑے واقعات قلمبند کئے ہیں۔ حج کی فرضیت کا بیان بھی ہے۔ ۹ ہجری سال وفود کہلاتا ہے چنانچہ شاہ صاحب نے مدینہ آنے والے وفود کی تفصیلات بھی تحریر کی ہیں۔ اس مضمون کو انہوں نے جو عنوان دیا ہے وہ ''تکذیب سے تصدیق تک'' ہے۔ یعنی عرب کے وہ قبائل جو آپ ﷺ کو جھٹلاتے تھے اب وہ تصدیق کرتے چلے جارہے تھے۔ وفود کی آمد کا سلسلہ ۱۰ ہجری تک جاری رہا اسی سال آپ ﷺ نے اپنا پہلا اور آخری حج ادا فرمایا۔ حجۃ الوداع کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور دیگر متفرق واقعات بھی بیان کئے ہیں اس کے بعد ہجرت کے گیارہویں سال کا بیان شروع کیا ہے اور اس کتاب کا آخری مضمون 'سفر آخرت'' کے عنوان سے ہے۔ اس مضمون میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری تقریباً تین ماہ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع جو آپ ﷺ کی تئیس سال تعلیمات نبوی کا نچوڑ ہے، قلمبند کیا ہے۔ جیش اسامہؓ کی روانگی، جھوٹے مدعیان نبوت کی گوشمالی، آپ ﷺ کے ایام علالت ایک ایک دن کے لحاظ سے بیان کرتے ہوئے رفیق اعلیٰ سے آپ ﷺ کے وصال کے دن تک لے گئے ہیں۔ اس طرح ایک ترتیب کے ساتھ ظہور قدسی سے رحلت قدسی تک کے واقعات ماہ و سال کی ترتیب سے ان تینوں جلدوں میں مربوط کردیئے ہیں اور ہر واقعہ کی سرخی نہایت خوبصورت اور منفرد ہے۔

سیرت مصطفیٰ ﷺ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۸۹۸ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے آپ کے والدہ کاندھلہ کے معروف عالم دین تھے نو برس کی عمر میں حفظ قرآن کرنے کے بعد صرف ونحو، حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ انیس برس کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے دار العلوم دیوبند گئے اور دوبارہ دورۂ حدیث پڑھا۔ مختلف درسگاہوں میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ جس میں مدرسۂ امینیہ دہلی اور دارالعلوم دیوبند شامل ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں حیدر آباد دکن چلے گئے۔ یہاں تقریباً دس سال قیام رہا اس دوران آپ نے کئی کتابیں تالیف کیں جن میں مشکوٰۃ کی عربی زبان میں شرح ''التعلیق الصبیح'' کی ابتداء چار جلدیں بھی شامل ہیں۔

آپ دارالعلوم دیوبند کے اس گروپ سے وابستہ تھے جو تحریک پاکستان میں سرگرم رہا۔ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں وزارت تعلیم کی دعوت پر ریاست بہاولپور آکر ۲۵ دسمبر ۱۹۴۹ء کو شیخ الجامعہ بہاولپور کی حیثیت سے فرائض سنبھالے ۱۹۵۱ء تک وہاں رہے۔ اس کے بعد مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے اصرار پر لاہور تشریف لائے اور ۱۹۷۴ء یعنی اپنی وفات تک اسی جامعہ سے وابستہ رہے۔

آپ کی عربی اور اردو مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصنیف وتالیف کی تعداد تقریباً ساٹھ (۶۰) ہے، جن میں بائیس (۲۲) جلدوں پر مشتمل تفسیر بیضاوی کی شرح (غیر مطبوعہ، عربی) تیئس (۲۳) پاروں پر مشتمل تفسیر معارف القرآن (مطبوعہ، اردو) مشکوٰۃ شریف کی آٹھ (۸) جلدوں پر مشتمل عربی زبان میں شرح کے علاوہ ''سیرت مصطفیٰ ﷺ'' بھی شامل ہے۔

سیرت مصطفیٰ ﷺ کلاسیکی انداز کی تین حصوں پر مشتمل کتاب ہے مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس کتاب کی بنیاد احادیث پر رکھی گئی ہے اور محدثین کرام کے اصولوں کی پابندی کی گئی ہے۔

مصنف نے کئی سیرت نگاروں بالخصوص شبلی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ''وہ فلسفہ جدیدہ اور یورپ کے مفکرین سے اس قدر مرعوب ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ آیات واحادیث کو توڑ موڑ کر کسی طرح فلسفہ اور سائنس کے مطابق کر دیں اور انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو یہ باور کرادیں کہ عیاذاً باللہ آنحضرت ﷺ کا کوئی قول اور

فعل مغربی تہذیب وتمدن اور موجودہ فلسفہ اور سائنس کے خلاف نہ تھا یہی وجہ ہے کہ جب معجزات اور کرامات کا ذکر آتا ہے تو جس قدر ممکن ہوتا ہے اس کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے''۔ ۲

اسی لئے انہوں نے ارادہ کیا کہ ''سیرت میں ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں اگر ایک طرف غیر مستند وغیر معتبر روایات سے پرہیز کیا جائے تو دوسری طرف کسی ڈاکٹر یا فلاسفر سے گھبرا کر نہ کسی روایت کو چھپایا جائے اور نہ کسی حدیث میں ان کی خاطر کوئی تاویل کی جائے اور نہ راویوں پر جرح کر کے اس حدیث کو غیر معتبر بنائے کی کوشش کی جائے''۔ ۳ چنانچہ انہوں نے اس عزم کے ساتھ یہ کتاب لکھی ہے۔

حصہ اول:

سب سے پہلے حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے چند کلمات برکات عطا فرمائے ہیں۔ اس کے بعد مقدمہ ہے جس میں سیرت نبوی ﷺ کو جاننے کی ضرورت واہمیت بیان کی ہے۔ بعد ازاں نبی کریم ﷺ کے نسب طاہر ومطہر سے کتاب کا آغاز کیا ہے اور نہ صرف پدری بلکہ مادری سلسلۂ نسب بھی بیان کیا ہے اور اہم شخصیات کے بارے میں اہم معلومات بھی فراہم کی ہیں۔ قریش کی وجہ تسمیہ اور ان کے اچھے کاموں کا ذکر بھی کیا ہے اور مشہور واقعات درج کئے ہیں جن میں چاہ زمزم کی کھدائی اور واقعۂ فیل شامل ہیں۔ عربوں کی بہترین خصوصیات کا ذکر کیا ہے جن کی نسبت حالؔی نے کہا تھا ''مس خام'' جس کو نبی ﷺ کی تعلیمات نے ''کندن'' بنا دیا۔

یہ وہ خصوصیات تھیں جو کسی تحریک کی کامیابی کیلئے لازمی ہوتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ایسی قوم میں مبعوث فرمایا۔ اس کے بعد ولادت باسعادت کی تاریخ بعض حوالوں سے ۸ ربیع الاول بتائی ہے۔ ارہاص کی اہمیت واضح کی ہے۔ ارہاص سے مراد وہ خارق عادت امور ہیں جو نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے قریب کے زمانے میں ظاہر ہوئے اور آپ ﷺ کی بعثت سے قبل تک جاری رہے مثلاً حضرت آمنہؓ کا ایک نور دیکھنا، وقت ولادت پورے مکان کا بقعہ نور بن جانا، ستاروں کا زمین کے قریب آجانا، ایوان کسریٰ کے کنگرے گر جانا، آتشکدۂ فارس کا بجھ جانا، دریائے ساوہ کا خشک ہو جانا، ان تمام امور کا مدلل

بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ کسی حدیث کے بخاری و مسلم میں موجود نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ حدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

اس کے بعد اسماء گرامی محمد ﷺ اور احمد ﷺ کی قرآنی آیات کے حوالے سے تحقیق کی ہے بعد ازاں مکی زندگی کے واقعات بیان کئے ہیں جن میں عام الحزن، عیسائی راہب بحیرا کا واقعہ، حرب الفجار، حلف الفضول، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، واقعہ تحکیم ساتھ ہی خانہ کعبہ سے متعلق معلومات، آغاز وحی نیز رویائے صادقہ کے بارے میں تحقیقی مواد موجود ہے۔ ورقہ سے ملاقات سابقین الاولین کا ذکر مع ان کے مختصر حالات زندگی، دوسری وحی اور اعلانیہ تبلیغ کے واقعات لکھے ہیں۔ پھر ان کفار کا ذکر بھی جو قریش کے درمیان اہم مقام رکھتے تھے، ان کی حرکات اور اسلام دشمنی کا بیان ہے کفار کے ذکر کے بعد ان نفوس قدسیہ کا بیان ہے جن پر کفار نے مظالم کی انتہا کر دی تھی لیکن انہیں اسلام سے دور نہ کر سکے، ان میں حضرت بلالؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت صہیب بن سنان، حضرت خباب بن الارت جیسے جان نثاران اسلام کا ذکر ہے۔ پھر شق القمر اور رد شمس کے معجزات بیان کئے ہیں۔ ہجرتوں کا تفصیلی بیان ہے۔ پھر سات سے دس نبوی ﷺ تک کا انتہائی تکلیف دہ واقعہ مقاطعہ بنی ہاشم اور شعب ابی طالب میں محصوری بیان کیا ہے اس کے بعد واقعہ معراج کی تفصیل ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ معراج جسمانی تھی۔ مختلف انبیاء کرام کی تمہید درج کی ہے۔ پھر مدینہ میں اسلام کی ابتداء کا ذکر اور تینوں بیعت عقبہ کا بیان ہے، ہجرت مدینہ کے اسباب اور واقعات قلمبند کئے ہیں بعد ازاں وہ واقعات بیان کئے ہیں جن سے ہجرت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے یعنی قباء میں پہلی مسجد کی تعمیر، تاریخ اسلامی کی ابتداء، پہلی نماز جمعہ، مدینہ میں استقبال پھر مدینہ میں مسجد کی تعمیر اور مؤاخات کا تفصیلی ذکر ہے یہود مدینہ کے ساتھ تعلقات کا بیان ہے سیرت مصطفی ﷺ کے اس پہلے حصہ میں ۲ھ تک کے واقعات بیان کئے ہیں مختلف احکام کے وجوب کا ذکر بھی کیا ہے جن میں صوم، عیدین کی نماز، زکوۃ وغیرہ شامل ہیں۔

حصہ دوم:

حصہ دوم کا آغاز بنی نوع انسان کیلئے انبیاء کرام کی تشریف آوری کی اہمیت سے کیا ہے اور یہ حقیقت

بیان کی ہے کہ انسان کسی بھی معاملہ میں نبی کی ہدایت کے بغیر صحیح سمت میں قدم نہیں اٹھا سکتا۔ انبیاء اکرام کی تعلیمات کا ایک اہم جزو جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ چنانچہ جہاد کی حقیقت واہمیت ،اغراض ومقاصد، جہاد کے آداب اور قرآنی آیات سے اس کے متعلق دلائل پیش کئے ہیں۔اس کے بعد اسلام اور مسئلہ غلامی پر بحث کی ہے پھر سلسلہ غزوات وسرایا کا بیان ہے بعد از اں ۸ ھ کے واقعات قلمبند کئے ہیں جن میں مزید غزوات و سرایا کے علاوہ واقعہ افک، حجاب کا حکم، بیعت رضوان، صلح حدیبیہ، شاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط، تحریم متعہ کی تفصیلات اور اس عرصہ کے تمام اہم واقعات کا احاطہ کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

حصہ سوم:

دوسرے حصہ کا اختتام ۸ ہجری کے واقعات پر کیا تھا، تیسرے حصہ کا آغاز ۸ ہجری سے ہی کیا ہے۔ اس سال کا سب سے اہم واقعہ فتح مکہ ہے۔اس فتح کا تفصیلی بیان ابتداء سے آخر تک قلمبند کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ فتح مکہ کے بعد عام معافی کا علان کیا گیا تھا بجز ان لوگوں کے جو توہین رسالت کے مرتکب ہوئے تھے ان کو واجب القتل ٹھہرایا گیا اور یہ لوگ اپنے جرم کی پاداش میں قتل کئے گئے۔

فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کے مختصر حالات تحریر کئے ہیں، تحریم متعہ سے متعلق دوبارہ بیان کیا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ اعلان فرمایا تھا پھر ۸ ہجری کے متفرق واقعات بیان کئے ہیں اس کے بعد ۹ ہجری کے واقعات کا آغاز کیا ہے اور وصولی زکوٰۃ وصدقات کیلئے عاملین کے نام درج کئے ہیں اس کے بعد مختلف سرایا کے واقعات تحریر کئے ہیں پھر اس سال کے سب سے اہم واقعہ غزوہ تبوک کا حال لکھا ہے، مسجد ضرار کے انہدام کا واقعہ اور پہلے حج کی تفصیلات اور پھر متفرق واقعات تحریر کئے ہیں اب ۱۰ ہجری کے واقعات کا آغاز ہوتا ہے جو مختلف قبائل کے وفود کی آمد اور بارگاہ رسالت میں ان کی حاضری سے کیا ہے وفود کی آمد ۹ ہجری سے شروع ہو چکی تھی اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ پہلے حج پر تشریف نہیں لے گئے تھے مولانا نے ۳۵ وفود کا حال لکھا ہے اس کے بعد اس سال میں ہونے والے مزید کچھ سرایا کا بیان ہے پھر ۱۰ ہجری کے اہم ترین واقعہ حجۃ الوداع کی تفصیلات تحریر کی ہیں۔اس کے بعد ''سفر آخرت کی تیاری'' کے عنوان سے وہ حالات رقم

کیے ہیں جن کو پڑھ کر دل تڑپ اٹھتا ہے اور آنکھوں میں آنسو امڈ آتے ہیں۔ سورۃ النصر کا نزول، علالت کی ابتداء اور آپ ﷺ کے وصال کا احوال تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلافت کے مسئلہ پر سقیفہ بنی ساعدہ میں بحث وتمحیث کے واقعہ کو قابل فہم انداز میں تفصیل سے بیان کیا ہے میراث انبیاء کے بارے میں بڑی مدلل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے دنیاوی مال ومتاع میں انبیاء کی میراث نہیں ہوتی۔ انبیاء کرام کی حیات جاودانی ان کی دنیاوی موت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔ جبکہ عام انسان قیامت میں دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں بڑا تفصیلی اور مدلل بیان ہے پھر ازواج مطہرات کے تذکرے میں نبی ﷺ کی حیات بعد الموت کے حوالے سے ثبوت کے طور پر جو دلائل دیے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ ازواج مطہرات کا کسی دوسرے شخص سے عقد نہیں ہو سکتا کیونکہ انبیاء حیات رہتے ہیں ازواج مطہرات کے حالات زندگی اور فضائل وخصائص بھی بیان کیے ہیں اس کے بعد مسئلہ حجاب پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے پھر تعدد ازواج کی بحث ہے اور دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ مردوں کو چار تک بیویوں کی اجازت میں کتنی زبردست مصلحت کارفرما ہے اس کے ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کے متعدد نکاح کی مصلحت بیان کی ہے بعد ازاں اولاد مطہرات کی تفصیلات اور ان کے خصائص وفضائل کا بیان ہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک، مہر نبوت، ریش مبارک، لباس مبارک، نعلین مبارک اور خرقہ مبارک کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کے لباس کے بارے میں تفصیلی اور واعظانہ گفتگو کی ہے اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے جس میں معجزات کی تعداد، اقسام اور سب سے بڑے معجزے قرآن کریم کا اعجاز بیان کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق انبیاء سابقین کی بشارات بیان کی ہیں۔ لفظ فارقلیط کی تحقیق بھی کی ہے اور نصاریٰ کے بعض شبہات کی تردید کی ہے۔ انباء الغیب کے عنوان سے قرآن کی پیش گوئیاں درج کی ہیں پھر ان پیشن گوئیوں کا بیان ہے جو احادیث میں آئی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی ذات گرامی سے صادر ہونے والی برکات ورحمت کا ذکر ہے۔ آخر میں خصائص نبوی ﷺ کا بیان ہے۔

اصح السیر (مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری)

مولانا حکیم ابولبرکات عبدالرؤف داناپوری کی تصنیف اصح السیر بیسویں صدی میں لکھی گئی کتب

سیرت میں نمایاں مقام رکھتی ہے حکیم صاحب کی خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات کو دو حصوں میں بیان کیا جائے لیکن بد قسمتی سے وہ دوسرا حصہ قلمبند نہ کر سکے۔ جو حصہ قلمبند کیا ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے وفات تک کے ایسے حالات جن کا تعلق بقول مصنف حضور ﷺ کی مجاہدانہ زندگی سے ہے، اس میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی قوت کر ترقی دینے کے مراحل کا بیان ہے۔ مصنف کا ارادہ دوسرے حصے سے متعلق یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی پر مشتمل ہو جس میں دلائل النبوہ، معجزات، معراج، مراتب شمائل کی تفصیلات ہوں اور یہ واقعات بھی ولادت سے وفات تک وسیع و بسیط ہوں۔

پہلا حصہ جو حکیم صاحب نے تصنیف کیا ہے اس میں سب سے پہلے ایک طویل مقدمہ ہے جس میں سیرت کے ماخذ کے طور پر سب سے پہلے قرآن وسنت کا بیان ہے اس کے بعد تدوین حدیث، تدوین سیرت، فن سیرت اور فن حدیث کا تعلق اور درایت و عقل کی بحث مقدمہ میں بیان کی ہے۔ بعد ازاں قدیم عرب کی تاریخ اور جغرافیہ کا خاکہ پیش کیا ہے، قدیم اقوام کا مختصر تعارف بھی پیش کیا ہے۔

مقدمہ کے بعد نبی کریم ﷺ کی حیات پاک کے حالات بیان کرنے کی ابتداء کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے حسب ونسب سے آغاز کرتے ہیں اور بائیسویں پشت اوپر عدنان تک نام تحریر کئے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہاں تک آپ ﷺ کا نسب صحیح طریقوں سے بلا اختلاف ثابت ہے اس کے بعد آپ ﷺ کے اجداد و جدات، اولاد ہاشم، اولاد عبدالمطلب، والدہ ماجدہ، ولادت اور یتیمی، رضاعت، والدہ اور دادا کا انتقال، سفر شام اور بحیریٰ، دوسرا سفر شام حضرت خدیجہؓ سے عقد، نبی کریم ﷺ کی اولاد واقعہ تحکیم، بعثت، سابقین اولین کے حالات بیان کئے ہیں۔ پھر دعوت وتبلیغ کے ادوار بتائے ہیں۔ آپ ﷺ کی مشکلات اور کفار کا یہ مشکلات پیدا کرنا تبلیغ روکنے کیلئے کفار کی تگ ودو اور مسلمانوں کی حبشہ کی طرف پہلی اور دوسری ہجرت، معاشرتی مقاطعہ پھر کچھ معجزات اور عام الحزن کا ذکر ہے۔ پھر سفر طائف کا افسوسناک واقعہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد معراج مبارک کا بیان ہے "مقدمہ ہجرت" کے عنوان سے اہل یثرب کی مکہ آمد اور قبول اسلام کا ذکر ہے۔ پھر ہجرت نبوی ﷺ کا تاریخ ساز واقعہ قلمبند کیا ہے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد وہاں جو انتظام وانصرام کیا گیا ہے اس کا بیان

ہے اس کے بعد جہاد وقتال کا ذکر ہے۔ قبائل یہود کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات کا بیان ہے پھر مغازی و سرایا کا بیان ہے۔ غزوہ بدر سے پہلے جو چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوئیں ان کا مختصر بیان ہے۔ اس کے بعد غزوۂ بدر کی تفصیلات ہیں۔ پھر بدر و احد کے درمیان ہونے والے چھوٹے غزوات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد غزوہ احد کا۔ یوم الرجیع کی تفصیلات ہیں۔ اس کے بعد واقعہ بیئر معونہ ہے قنوت نازلہ کا ذکر کیا ہے۔ پھر مختلف غزوات و سرایا کا بیان ہے غزوہ بنو مطلق اور واقعہ افک کی تفصیلات ہیں۔ اس کے بعد غزوۂ خندق، غزوۂ بنو قریظہ اور دیگر غزوات و سرایا کا بیان ہے پھر عظیم الشان واقعہ صلح حدیبیہ کی تفصیلات ہیں اس کے بعد عاجلانہ فتح یعنی غزوۂ خیبر کا ذکر ہے اور اس سے متعلق جتنے بھی امور تھے نیز کچھ احکام فقہیہ بیان کئے ہیں مزید چند سرایا کا ذکر کیا ہے عمرہ القضاء کا بیان ہے نیز نکاح محرم کی فقہی بحث ہے، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص کے قبول اسلام کا ذکر ہے، پھر غزوہ موتہ کا واقعہ بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس میں حضور ﷺ شریک نہیں تھے لیکن اصحاب حدیث اس کو "غزوہ" لکھتے ہیں اس کے بعد فتح مکہ تمام جزئیات کے ساتھ بیان کی ہے کچھ فقہی معاملات بیان کرنے کے بعد غزوہ حنین کا واقعہ لکھا ہے پھر مزید غزوات و سرایا کا ذکر کیا ہے۔ جن میں غزوۂ تبوک سب سے اہم ہے۔ پھر مساجد کا ذکر ہے۔

اس کے بعد کچھ فقہی احکام بیان کئے ہیں، جہاد کے آداب تحریر کئے ہیں کتاب الاموال کی تفصیلی بحث ہے جس میں زکوٰۃ، غنائم، خمس، فیئے، جزیہ، ہدایا تحائف، اموال مہجورہ، عشر، خراج وغیرہ شامل ہیں سلاطین کو اسلام کے تبلیغی خطوط اور آپ ﷺ کے قاصدوں کے بارے میں لکھا ہے پھر پہلے حج کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اس کے فوراً بعد سال وفود کا بیان ہے اور انتیس (۲۹) وفود کا مختصر تعارف کروایا ہے۔ درمیان میں جو بھی مسائل آئے وہ بھی بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد ۱۰ ہجری کے واقعات کا آغاز کیا ہے جن میں حجۃ الوداع مکمل تفصیلات کے ساتھ قلمبند کیا ہے اور پیش آنے والے مسائل بھی بیان کئے ہیں جیش اسامہؓ کی روانگی کا احوال لکھا ہے۔ آخری سورۃ کے نزول کا بیان ہے اور حضور ﷺ کے ایام علالت کی تفصیلات ہیں اور اس دوران پیش آنے والے واقعات لکھے ہیں۔ پھر متروکات کی تفصیلات ہیں۔ موالئی رسول اللہ ﷺ کا

تعارف ہے موذنین کے نام بھی درج کئے ہیں بعدازاں ازواج مطہرات کا ذکر کیا ہے جس میں حضورﷺ کا حسن معاشرت بھی بتایا ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے تمام امہات المومنین کا تعارف پیش کیا ہے۔ درمیان میں پردہ کی بحث بھی ہے۔

نبی رحمتﷺ (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

یہ کتاب دراصل السیرۃ النبویہ کے نام سے عربی زبان میں لکھی گئی اور انگریزی، ترکی اور انڈونیشی زبانوں میں اس کے تراجم کئے گئے۔ ''ان زبانوں کے وسیع حلقے میں اس کی اشاعت ہوئی اور عربی سیرت نے خاص طور پر متعدد مؤقر عرب جامعات کے نصاب میں جگہ پائی''۔ [۴]

کتاب کی مقبولیت، سند اور اہمیت کے پیش نظر یہ ناممکن تھا کہ اہل اردو اس سے محروم رہیں۔ چنانچہ اردو زبان میں اس کا ترجمہ مصنف کے لائق بھتیجے سید محمد الحسینی، مدیر ''البعث الاسلامی'' نے کیا اور خود مصنف کے زیر نگرانی کیا۔ گویا یہ اردو ترجمہ بالواسطہ مصنف ہی کا کیا ہوا ہے۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں، ''اردو ترجمہ کو لفظاً لفظاً پڑھا جہاں ضرورت پیش آئی اصل کتاب اور عربی ماخذ سے مقابلہ کیا اور کتاب کو طبع ثانی کیلئے پورے طور پر تیار کر دیا بعض مقامات پر (خصوصاً حواشی میں) چند مفید اور ضروری اضافے بھی کئے''۔ [۵] گویا الفاظ کا انتخاب، انداز بیان سب کچھ مصنف ہی کے زیر نگرانی کیا گیا بالفاظ دیگر ترجمہ بھی مصنف ہی کی تصنیف ہے۔

کتاب کی ابتداء ''عہد جاہلیت'' کے عنوان سے ہوتی ہے درحقیقت جہالت مذہب کے بگاڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان کی ساری زندگی اس کے عقیدے کے تابع ہوتی ہے چنانچہ عہد جاہلیت کے عنوان سے پہلے چھٹی صدی عیسوی کے دنیا کے مذاہب اور ان کے پیروکاروں کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے اس عہد کے بگڑے ہوئے مذاہب کے معاشروں کی حالت زار بیان کی ہے اور ان ممالک کے حالات لکھے ہیں جو بزعم خود تہذیب وثقافت کا گہوارہ بنے ہوئے تھے ان ممالک میں روم، ایران، ہندوستان اور یورپ کے حالات کی منظر کشی کی ہے اور ساتھ ہی اس خطہ زمین کے حالات بھی درج کئے ہیں جو تہذیب وتمدن سے عاری سمجھا جاتا تھا یعنی جزیرہ نما عرب، لیکن اسی خطہ زمین میں نبی آخری الزماںﷺ کو مبعوث فرمایا گیا اس

کی کیا وجوہات و مصلحتیں تھیں، مصنف نے ان وجوہات کا بہت اچھا تجزیہ کیا ہے اس حوالے سے عربوں کی خصوصیات اور دیگر وجوہات بڑے سہل انداز میں قلمبند کی ہیں جن میں عرب کا محل وقوع اور اس خطہ کی اہمیت کے اسباب بیان کئے ہیں اس کے علاوہ یہ بھی بتایا ہے کہ سرزمین عرب کے اس تاریک ترین دور میں ایک مستقل نبی کی بعثت کی کتنی شدید ضرورت تھی۔ جزیرہ نما عرب کا محل وقوع اور طبعی حالات بتانے کے بعد وہاں بسنے والے قبائل کے طور طریقے نہایت عمدہ انداز میں بیان کئے ہیں ان کے تمدنی و ثقافتی حالات، طبقاتی تقسیمات اور لسانی وحدت کے بارے میں تحریر کیا ہے۔مختلف اقوام کی تاریخ میں جزیرۃ العرب کی جو اہمیت اور مقام رہا ہے وہ بھی بتایا ہے۔

جزیرہ نما عرب انبیاء کرام کی سرزمین رہی ہے لہٰذا نبوت اور آسمانی مذاہب سے اس خطہ زمین کو جو نسبت رہی ہے وہ بیان کی ہے مختلف امتوں کے طور طریقے بتائے ہیں بعثت نبوی سے قبل مکہ کے حالات کی تصویر کشی کی ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ کی مکہ تشریف آوری کے اسباب لکھے ہیں۔ مکہ کے دیگر اعلیٰ خاندانوں بالخصوص قریش کی اہمیت بیان کی ہے اور اس خاندان کے مشہور اور معزز افراد کا تذکرہ اور بنی ہاشم کی اعلیٰ صفات بیان کی ہیں ساتھ ہی یہ حقیقت بھی بیان کی ہے کہ خانہ کعبہ کی اہمیت اور مرجع خلائق ہونے کا راز حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہی کا نتیجہ ہے۔اس کے بعد مکہ میں بت پرستی کا آغاز کس طرح ہوا اس کا مختصر تاریخی جائزہ پیش کیا ہے پھر اس عہد کا اہم ترین واقعہ یعنی اصحاب فیل کے واقعہ کی اہمیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کی اتنی اہمیت تھی کہ عربوں نے اپنی نئی تاریخ کا آغاز اس سے کیا۔اس کے بعد مکہ کی اہمیت قرآن حکیم کی روشنی میں بیان کی ہے پھر شہر مکہ کی باقاعدہ حکومت، یہاں کا نظم وضبط اور تہذیب وتمدن، صنعت اور ادب و ثقافت کا بڑا مفصل بیان ہے اس کے علاوہ اخلاقی اور مذہبی پہلو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

مکہ اور اہل مکہ کے مفصل حالات بیان کرنے کے بعد اصل مقصد کی طرف آئے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی ''ولادت باسعادت سے آغاز نبوت تک'' کے عنوان سے اس عرصہ چالیس سال میں جو خاص واقعات وقوع پذیر ہوئے وہ تحریر کئے ہیں آپ ﷺ کے والدین کا مختصر تعارف بھی پیش کیا ہے جو واقعات بیان کئے

ہیں ان میں ایام رضاعت، والدہ اور دادا کی وفات، چچا کے زیر پرورش ہونا، حضرت خدیجہؓ سے عقد، واقعہ تحکیم اور حلف الفضول شامل ہیں۔ اس کے بعد شعب ابی طالب میں محصوری اور عام الحزن کا بیان ہے۔ پھر طائف کا سفر اور وہاں حضورﷺ کو پیش آنے والی سخت مشکلات کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی شہر طائف کی اہمیت بیان کی ہے واقعہ معراج بہت تفصیل سے لکھا ہے اس کے بعد اہل یثرب کے مائل بہ اسلام ہونے کے واقعات قلمبند کئے ہیں اور ساتھ ہی یثرب اور اہل یثرب کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔ نیز یثرب کی تاریخ بہت تفصیل سے بیان کی ہے۔ یہودیوں کو وہاں جو مضبوط حیثیت حاصل تھی وہ بیان کی ہے یہودیوں کی اخلاقی پستی اور مذہب میں انہوں نے جو تبدیلی کی اس کی بھی وضاحت کی ہے، ان کی قتصادی حالت لالچ، حرص سود خوری کی بھی تفصیل لکھی ہے اور ان کے ثقافتی طور طریقوں کی بھی نشاندہی کی ہے یثرب مدینۃ النبیﷺ بننے جا رہا تھا چنانچہ ہجرت نبیﷺ کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور راہ میں پیش آنے والے معجزات بیان کئے ہیں نبی کریمﷺ کی یثرب تشریف آوری پر وہاں کے لوگوں نے جس والہانہ محبت کا اظہار کیا اور دیدہ و دل فرش راہ کیا اس کا حال تحریر کیا ہے۔

اس کے بعد یثرب کے قدیم قبائل اوس وخزرج کی تاریخ بیان کی ہے اور عہد جاہلیت میں ہونے والی جنگوں کا حال لکھا ہے یثرب کی طبعی وجغرافیائی کیفیت بیان کی ہے پھر مذہبی، معاشرتی اقتصادی اور تمدنی حالت بیان کی ہے اور یثربی معاشرہ کو پیچیدہ اور ترقی یافتہ بتایا ہے۔ پھر مدینہ میں مرکز کے قیام اور انتظامی امور کا خاکہ پیش کیا ہے۔ اس کے بعد منافقین کے ظہور اور تحویل قبلہ جیسے اہم امور درج کئے ہیں۔ کفار مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا آغاز کر دیا اور غزوات کی ابتداء ہوگئی۔ چنانچہ اب غزوات کا بیان شروع کیا ہے اور تمام اہم جنگوں کا تفصیلی احوال تحریر کیا ہے جن میں غزوہ بدر، احد، خندق، خیبر، حنین، تبوک، طائف اور سریہ موتہ شامل ہیں۔ پھر اس کے بعد یہودیوں سے تعلقات کا بیان ہے تعلقات میں کشیدگی اور مدینہ سے ان کے اخراج کے واقعات تحریر کئے ہیں، بعد ازاں صلح حدیبیہ، سلاطین وامراء کو دعوت اسلام، فتح مکہ، سال وفود، فرضیت حج، حج اکبر، حجۃ الوداع اور نبی کریمﷺ کا وصال حق جیسے امور بیان کئے ہیں اور پھر سال بہ سال کے

اہم واقعات تحریر کئے ہیں۔

آخر میں ازواج مطہرات واولاد اطہار کا مختصر تعارف پیش کیا ہے حضور اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ کے واقعات کا جائزہ پیش کرنے بعد آپ ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا ہے ساتھ ہی حلیہ مبارک اور وہ خصائص مبارک بیان کئے ہیں جن کی تعلیمات آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کو دیں اور آخر میں آپ ﷺ کی صفت رحمت اللعلمین کا بیان قرآن حکیم کی روشنی میں قلمبند کیا ہے۔

اس طرح یہ تصنیف مکمل ہو جاتی ہے اور کم وقت میں لوگوں کو حضور ﷺ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات مل جاتی ہیں۔

الرحیق المختوم (مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری)

بیسویں صدی کے آخری عشرے کی انتہائی مقبول کتاب ہے جو نہ صرف موتمر عالم اسلامی کے بین الاقوامی کتب سیرت النبی ﷺ کی تصانیف میں اول انعام یافتہ ہے بلکہ مقبولیت عامہ کے لحاظ سے بھی اول نمبر پر ہے۔ یہ سیرت طیبہ پر لکھی گئی ضخیم کتب کا خلاصہ ہے اور ضروری اور اہم ترین معلومات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کی مزید خصوصیات اگلے باب میں بتائی جائیں گی۔ یہاں اس کتاب کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

سیرت طیبہ پر لکھی گئی کتب کے مروجہ طریقہ کے مطابق سب سے پہلے عرب کے محل وقوع اور اقوام کے بارے میں اور قبل از اسلام یہاں کی کیفیت بیان کی ہے تاکہ دونوں ادوار کا موازنہ ہو جائے سب سے پہلے جزیرہ نمائے عرب کی طبعی اور جغرافیائی حیثیت بیان کی ہے پھر عرب اقوام پر نہایت تفصیلی اور معلومات افزاء تحریر ہے۔ عرب مستعربہ کا ذکر تفصیلاً کیا ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل تھی۔ یہاں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؓ کا فرعون کے دربار میں پہنچنا اور حضرت ہاجرہؓ سے عقد، حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت باسعادت، پھر اہلیہ اور نومولود کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر آنا، ذبح عظیم، پھر نبی کریم ﷺ کا شجرہ نسب تفصیلاً بیان کیا ہے جس میں حضور ﷺ کی اعلیٰ نسبی اور برتری حدیث کی روشنی میں بیان کی ہے۔ اس کے بعد مختلف قبائل کی مختلف علاقوں میں سکونت کا ذکر کیا ہے بعد ازاں عرب کی حکومتوں، سرداریوں اور مذاہب وادیان کا خاکہ پیش

کیا ہے۔پھر حجاز کی امارت کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔کیونکہ اس کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے اجداد سے ہے۔

عرب کے ادیان و مذاہب کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں عام باشندے دین ابرہیمی کے پیرو تھے اور توحید پر کار بند تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تعلیمات وہدایت بھلاتے گئے۔پھر کس طرح یہاں بت پرستی کا آغاز ہوا اور بتوں کے نام پر کیا کیا خرافات شروع ہوگئیں۔جوا، کہانت، نجوم عرافی، شگون اور توہم کا دور دورہ تھا۔''دین ابراہیمی میں قریش کی بدعات'' کے عنوان سے بتاتے ہیں کہ قریش نے دین ابراہیمی کو مکمل نہیں چھوڑا تھا بلکہ وہ حج وعمرہ بھی کرتے تھے لیکن بہت سی بدعتیں شامل کرلی تھیں پھر ان بدعات کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ مختلف مذاہب جو وہاں پائے جاتے تھے ان میں یہودیت ، عیسائیت، مجوسیت اور صائبیت شامل ہیں چنانچہ مصنف نے ان مذاہب کا مختصراً تاریخی خاکہ بھی پیش کیا ہے۔اس کے بعد جاہلی معاشرہ کی چند جھلکیاں بھی دکھائی ہیں۔''اجتماعی حالت'' کے عنوان سے مردوں اور عورتوں کے تعلقات کی جھلک بھی دکھائی ہے۔پھر اقتصادی حالت کا بیان ہے جو اجتماعی حالت کے تابع تھی۔تجارت وصنعت بھی تھی لیکن محدود پیمانہ پر۔کھیتی باڑی اور گلہ بانی بھی ہوتی تھی۔عام طور پر غربت پائی جاتی تھی۔اخلاقیات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بہت سی رذیلتوں کے باوجود اخلاق فاضلہ بھی ان میں پائے جاتے تھے۔وہ سچے، کھرے، سخی، مہمان نواز، وعدہ کے پاسدار اور دیگر اچھی خصوصیات کے حامل تھے۔عہد جاہلیت کی یہ خصوصیات بتانے کے بعد بر سر مقصد آئے ہیں اور سیرت طیبہ کا آغاز ''خاندان نبوت'' سے کیا ہے۔آپ ﷺ کے نسب گرامی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔پہلا حصہ عدنان تک گیا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس میں اکیس (۲۱) نام درج ہیں۔

دوسرا حصہ جو حضرت ابراہیمؑ تک جاتا ہے اس میں اکتالیس (۴۱) نام آتے ہیں بقول مصنف اس میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔تیسرا حصہ جو حضرت آدمؑ تک پہنچتا ہے اس میں انیس (۱۹) نام بتائے ہیں۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے خانوادے کا ذکر کیا ہے اور خانوادۂ ہاشمی کے مشہور افراد کے مختصر حالات

تحریر کئے ہیں چاہ زم زم کی کھدائی اور واقعہ فیل بیان کیا ہے۔ ولادت باسعادت سے بعثت تک کے حالات تحریر کئے ہیں اور وہی واقعات بیان کئے ہیں جو عموماً سیرت کی کتب میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس ایام رضاعت واقعہ شق صدر، ماں اور دادا کی وفات، چچا کے زیر کفالت ہونا بحیرا کا واقعہ، جنگ فجار، حلف الفضول، حضرت خدیجہؓ سے عقد، واقعہ تحکیم وغیرہ وغیرہ۔ اس باب کے آخر میں اظہار نبوت سے قبل آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔

پھر ایک عنوان ''نبوت ورسالت کی چھاؤں میں'' بنایا ہے اس میں غار حرا میں خلوت گزینی اور نزول وحی کا واقعہ بیان کیا ہے وحی کی اقسام بھی تحریر کی ہیں۔ دوسری وحی کے ذریعہ اعلانیہ تبلیغ کا جو حکم ملا اس کے مضمرات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد تبلیغ کے ادوار و مراحل کا بڑے واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ اعلانیہ تبلیغ کے بعد کفار و مشرکین کے ردعمل کے واقعات بیان کئے ہیں اور آپ ﷺ سے محاذ آرائی کے مختلف طریقے قرآن کی روشنی میں بیان کئے ہیں آپ ﷺ اور صحابہ کرام پر رونگھٹے کھڑے کر دینے والے مظالم کا نقشہ کھینچا ہے۔ پھر حبشہ کی طرف ہجرتوں کا ذکر ہے اور نجاشی کا مسلمانوں کے ساتھ سلوک بیان کیا ہے اور قریش کی ناکامی اور جھلاہٹ کا ذکر کیا ہے حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے حوصلہ افزاء واقعات بیان کئے ہیں۔ قریش کی طرح طرح کی چالوں کا ذکر کیا ہے جن کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ اپنا مشن ترک کر دیں۔ ''مکمل بائیکاٹ'' کے عنوان سے شعب ابی طالب میں تین سالہ محصوری کا کرب انگیز واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر ۱۰ نبوی جو عام الحزن تھا، اس کے بارے میں لکھا ہے۔ اس کے بعد ایک بہت اہم عنوان مرتب کیا ہے ''ابتدائی مسلمانوں کا صبر و ثبات اور اس کے اسباب وعوامل'' اس کے تحت انہوں نے اسلامی تحریک کی مقبولیت و کامیابی کے اسباب بتائے ہیں۔ بعدازاں دعوت اسلام کا تیسرا مرحلہ جو بیرون مکہ تبلیغ کا ہے جس میں سفر طائف کے حالات ہیں۔ طائف سے واپس آ کر دوبارہ مکہ میں تبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا اور مختلف علاقوں سے قبائل حاضر ہو کر اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ اس کے بعد اسراء اور معراج کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ پھر بیعت عقبہ اول و دوم کے واقعات ہیں۔ یہ بیعتیں ہجرت کا پیش خیمہ تھیں۔ چنانچہ اب

ہجرت کا بیان جزئیات کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ پھر قریش کے تحفظات اور حضورﷺ کے قتل کی ناپاک منصوبہ بندی کے بارے میں لکھا ہے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر نبی مکرمﷺ نے ہجرت فرمائی جس کا تفصیلی بیان ہے اس عظیم ہجرت کے ساتھ ہی سیرت طیبہ کا مکی دور تکمیل کو پہنچتا ہے اور مدنی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ مولانا نے مدنی عہد کو تین مرحلوں پر تقسم کیا ہے۔

پہلا مرحلہ: جس میں فتنے اور اضطرابات برپا کئے گئے اندر سے رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور باہر سے دشمنوں نے مدینہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے چڑھائیاں کیں۔ یہ مرحلہ صلح حدیبیہ ذیقعدہ ٦ ہجری پر ختم ہوجاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: جس میں بت پرست قیادت کے ساتھ صلح ہوئی۔ یہ فتح مکہ رمضان ٨ ہجری پر منتہی ہوتا ہے۔ یہی مرحلہ شاہان عالم کو دعوت دین پیش کرنے کا بھی مرحلہ ہے۔

تیسرا مرحلہ: جس میں خلقت اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوئی۔ یہی مرحلہ مدینہ میں قوموں اور قبیلوں کے وفود کی آمد کا بھی مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ رسول اللہﷺ کی حیات مبارکہ کے اخیر یعنی ربیع الاول ١١ھ تک محیط ہے۔ ٦

پہلے مرحلے میں ہجرت کے وقت مدینہ کے حالات کی نقشہ کشی کی ہے یہاں آباد قوموں کے حالات اوران کی حیثیت کے بارے میں بتایا ہے۔ پھر کس طرح اللہ کے نبیﷺ نے اس معاشرہ کو اپنی گرفت میں لیا اور ایک نئے پاکیزہ اسلامی معاشرہ کی بنیاد ڈالی، مسجد کی تعمیر ہوئی، مؤاخات قائم ہوئی، میثاق مدینہ ہوا، پھر کفار مکہ کے ساتھ مسلح کشاکش کا آغاز ہوا۔ چنانچہ غزوات وسرایا کا بیان ہے۔ معرکہ بدر سے قبل ہونے والے چھوٹے غزوات وسرایا کے حالات تحریر کئے ہیں پھر غزوۂ بدر کی تفصیلات ہیں۔ اس کے بعد پھر آٹھ جنگی واقعات بیان کئے ہیں۔ پھر غزوۂ احد کی تفصیلات ہیں اور بہادروں کے واقعات قلمبند کئے ہیں۔ مسلمانوں کی تربیت کے حوالے سے نکات بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد احد کے بعد کی فوجی مہمات کا ذکر کیا ہے ان کی تعداد بھی آٹھ ہی بیان کی ہے۔ اس کے بعد تیسرے بڑے غزوۂ خندق کی تفصیلات تحریر کی ہیں۔ غزوۂ بنوقریظہ کا بھی بیان ہے پھر ٦ ھ میں ہونے والی صلح حدیبیہ کا تمام جزئیات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

دوسرے مرحلے میں جن واقعات کو شامل کیا ہے ان میں بادشاہوں اور امراء کے نام تبلیغی خطوط، صلح حدیبیہ کے بعد فوجی سرگرمیاں جن میں غزوہ غابہ یا غزوہَ ذی قرد اور پھر ایک بڑے غزوہ خیبر کی تفصیل بیان کی ہے۔ پھر ۷ ہجری ہی میں غزوہَ ذات الرقاع اور چند سرایا کا ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ فتح مکہ ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد بعض جنگجو قبائل سر اٹھاتے ہیں اور غزوہَ حنین برپا ہوتا ہے۔ اس کے بعد مزید غزوات و سرایا کا بیان ہے۔ جن میں غزوہَ طائف اور غزوہَ تبوک شامل ہیں اور پہلے حج کا مختصر ذکر کیا ہے۔ پھر غزوات پر ایک نظر ڈالی ہے۔

تیسرے مرحلے میں انسانوں کا فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے کا بیان ہے اور اپنے مشن کی تکمیل کے بعد نبی کریم ﷺ کے رفیق اعلیٰ کی جانب سفر کے واقعات تحریر کئے ہیں۔

اس طرح یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام اہم واقعات کا احاطہ کرتی ہے اور استناد کے ساتھ معلومات کا خزانہ ہے۔

سیرت سرور عالم (ﷺ) کا اجمالی جائزہ (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آج کی مغرب زدہ مادہ پرستی کی یلغار میں مولانا نے اسلام کی تعلیمات کا جس طرح بند باندھا ہے اس سے کوئی بھی انصاف پسند شخص انکار نہیں کرسکتا۔

مولانا مودودی ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو اورنگ آباد حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں اپنے والد اور دیگر چند مدرسین سے حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کیلئے دارالعلوم فرقانیہ حیدر آباد سے منسلک ہوئے ۱۹۱۸ء میں شعبہ صحافت کی طرف آئے اور مختلف اخبارات سے وابستہ رہے ۱۹۲۱ء میں دہلی چلے گئے۔ وہاں مولانا عبدالسلام نیازی سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ دہلی ہی میں اخبارات "مسلم، الجمعیت" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ یہ دونوں اخبارت جمعیت علماء ہند کے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں دار العلوم فتحپور دہلی سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی سندلی اور ۱۹۲۸ء میں جامعہ ترمذی اور موطا امام مالک میں سندلی ۱۹۳۲ء میں حیدر آباد (عبارت)

سے ماہنامہ ”ترجمان القرآن“ جاری کیا جو آج بھی لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آ گئے آپ کی ایک سو بیس (۱۲۰) سے زیادہ تصنیفات ہیں جن میں کتب اور کتابچے شامل ہیں آپ کی سب سے اہم تصنیف مشہور زمانہ تفسیر تفہیم القرآن ہے، جو آپ نے ۱۹۴۲ء سے لکھنا شروع کی اور تیس سال کے عرصے میں مکمل کی آپ نے اسلامی تہذیب اور سیرت نبوی ﷺ کے حوالے سے اتنے مضامین لکھے کہ جب ان کو مرتب و مدون کیا گیا تو وہ ”سیرت سرور عالم ﷺ“ جیسی ضخیم کتاب کی صورت میں سامنے آ گئے ان مضامین کو مولانا کے قریبی ساتھی جناب نعیم صدیقی اور جناب عبدالوکیل علوی نے مرتب کیا ہے۔ مرتبین کا کہنا ہے کہ یہ بڑا کٹھن کام تھا جو تقریباً دو سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اس کام کو دیکھ کر مودودی صاحب خود حیران ہوئے کہ ان کے ہاتھوں اتنے مضامین سیرت طیبہ سے متعلق لکھے گئے۔ نعیم صدیقی صاحب نے دیباچہ میں چار جلدوں کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”تین مجلدات کی ابتدائی ترتیب مکمل ہو چکی ہے۔ ان میں سے پہلی جلد کا تعلق بنیادی مباحث، منصب نبوت اور نظام وحی، بعثت آنحضور ﷺ اور ماقبل بعثت کے ماحول اور دعوت کی مخاطب قوم اور عرب کے مختلف گروہوں کے احوال سے ہے دوسری جلد حضور ﷺ کی پیدائش سے لے کر ہجرت مدینہ تک کے احوال وواقعات پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد میں اس انتہائی سرگرم تحریکی زندگی کا مرقع سامنے آتا ہے جو لمحہ وصال تک حضور ﷺ نے مدینہ میں گزاری چوتھی جلد جو ابھی باقی ہے اس میں حضور ﷺ کی اصلاحات، تعلیمات اور نظام زندگی اور مختلف شعبوں میں لائے جانے والے تغیرات کا نقشہ پیش کرنا مطلوب ہے خدا کرے کہ ہم اسے بھی جلد مکمل کر سکیں“۔ ؎

بہر حال ابھی تک یہ کتاب دو ہی جلدوں میں منظر عام پر آئی ہے جو ۱۹۷۸ء میں مولانا مودودی صاحب کی زندگی میں شائع ہونے والی آخری کتاب ہے۔

جلد اول:

یہ کتاب کیونکہ مضامین کا مجموعہ ہے اس لئے مضامین کو موضوعات کی مناسبت سے جمع کر کے ترتیب دیا گیا ہے جلد اول کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کو ایک عنوان دیا ہے۔ پھر ہر حصہ کو ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کو فصول میں۔

پہلے حصہ کا عنوان ''سلسلہ نبوت سے متعلق اصولی حقیقتیں'' رکھا ہے۔اس کے پہلے باب کا عنوان ''حقیقت نبوت'' ہے ۔اس باب کی پانچ فصول ہیں۔فصل اول کا موضوع ''انسانیت کیلئے خدائی سلسلہ ہدایت'' ہے۔اس میں نبوت ورسالت کی اہمیت بیان کی ہے۔دوسری فصل کا عنوان ''نبوت سے متعلق عقل کا فیصلہ'' ہے۔اس میں بتایا ہے کہ اگر عقل سلیم ہے تو سلسلہ نبوت کے حق میں فیصلہ ہوگا۔پھر تیسری فصل ہے۔جس کا عنوان ''نبوت کی ضرورت وحقیقت'' ہےاور یہ ثابت کیا ہے کہ بنی نوع انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہی یہ ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر چلےاور یہ ضرورت سلسلہ نبوت کے ذریعہ ہی پوری ہوسکتی ہے چوتھی فصل میں بیان کیا ہے کہ ''پیغمبری کیا ہے''اس میں بتایا ہے کہ پیغمبر کی اطاعت کتنی لازمی ہے ۔تاریخ سلسلہ نبوت پر ایک نظر ڈالی ہے کہ پیغمبروں کو اللہ نے کونسی ذمہ داری دے کر دنیا میں بھیجااور بھٹکی ہوئی قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ پانچویں فصل کا عنوان ''انبیاء کی مشترکہ دعوت اوران کا منصب'' رکھا ہےاس مضمون میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ تمام انبیاء کرام کی دعوت ایک تھی اور وہ دین اسلام کی دعوت تھی اس کے بعد انبیاء کرام کی وہ خصوصیات تحریر کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو عطا کی ہیں اور اوصاف انبیاء سے متعلق چند آیات بھی درج کی ہیں۔

اس کے بعد دوسرا باب شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ''وحی'' ہے۔اس کی فصل اول میں وحی کا مفہوم، صورتیں اور اقسام بیان کی ہیں۔تیسرے باب میں ''نبوت محمدی ﷺ کی ضرورت اور اس کے دلائل'' بیان کیے ہیں۔اس کی فصل اول میں پچھلے انبیاء کے بعد آپ ﷺ کے مبعوث کئے جانے کی وجہ بیان کی ہے، یہ بھی بیان کیا ہے کہ خطہ عرب پر دین حق کی روشنی سب سے پہلے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے ذریعہ سے پہنچی تھی جو زمانہ قبل تاریخ میں گزرے پھر حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمٰعیلؑ آئے جن کا زمانہ حضور اکرم ﷺ سے ڈھائی ہزار برس قبل کا ہے ۔اس کے بعد آخری پیغمبر جو عرب کی زرسرزمین میں نبی کریم ﷺ سے پہلے بھیجے گئے وہ حضرت شعیبؑ تھے۔ ۸؎ پھر خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کیلئے اس خطہ،اس قوم اور اس وقت کے انتخاب کی مصلحتیں بیان کی ہیں۔فصل دوم میں ''نبوت محمدی ﷺ'' کا عقلی ثبوت'' پیش کیا ہےاور چودہ صدیوں پہلے

کی دنیا کا نقشہ کھینچا ہے۔ پھر حضورﷺ کے لائے ہوئے انقلاب کے چند پہلو بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد تیسری فصل میں ''نبوت محمدیﷺ پر قرآن میں استدلال'' کے عنوان سے چند اہم نکات پیش کئے ہیں۔ جن پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے۔ فصل چہارم میں بعثت سرور عالمﷺ کے متعلق توریت وانجیل کی پیش گوئیاں بیان کی ہیں۔ نجاشی حبشہ کی شہادت بھی تحریر کی ہے چوتھے باب کا عنوان ''سرور عالمﷺ'' ہے۔ اس کی فصل اول میں مولانا کی ایک نشری تقریر ہے۔ جو ۱۹۴۱ء میں آل انڈیا ریڈیو سے نشر کی گئی تھی وراس کی مخاطب برصغیر کی تمام اقوام تھیں۔ 9 اس میں مولانا نے یہ ثابت کیا کہ نبی کریمﷺ تمام عالم انسانیت کے رہبر ورہنما ہیں۔ آپﷺ سرور عالم ہیں۔ دوسری فصل بھی ایک نشری تقریر ہے جس کا عنوان ''سرور عالمﷺ کا اصلی کارنامہ'' ہے۔ اس تقریر میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ آپﷺ کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ خدا پر ایمان، اصول اخلاق اور عملی زندگی کو ملا کر ایک نظام مرتب کردیا اور ایک مکمل تہذیب وتمدن کا نقشہ دنیا میں عملی طور پر قائم ونافذ کردیا۔ پانچواں باب ''ختم نبوت'' سے متعلق ہے۔ جس کی پہلی فصل میں ختم نبوت کی حقیقت دلائل کے ساتھ بیان کی ہے اور آیات کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ آپﷺ تمام نبی نوع انسان کیلئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ دوسری فصل میں عقیدہ ختم نبوت پر جامع تحقیقی بحث کی ہے۔ تیسری فصل مسیح موعود سے متعلق ہے اور احادیث کی روشنی میں اس کی حقیقت بیان کی ہے فصل چہارم بھی ختم نبوت کے حوالے سے ہے قادیانیوں کی باطل تاویلات بیان کی ہیں۔ چھٹے باب میں حضور اکرمﷺ کی شخصی اور نبوی حیثیت پر استدلال کیا ہے۔ اس کی فصل اول میں اتباع اور اطاعت رسولﷺ کا بیان ہے۔ دوسری فصل ''نبیﷺ کی اطاعت اور آزادی رائے کا اسلامی تصور'' کے عنوان سے مضمون ہے تیسری فصل ''رسالت اور اس کے احکام'' کے عنوان سے ہے اور انبیاء کرام کی اطاعت کے بارے میں قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ پھر فصل چہارم میں رسول اللہﷺ کی حیثیت شخصی ونبوی کا جائزہ پیش کیا ہے۔ پانچویں فصل میں ''منصب نبوت اور اس کے فرائض از روئے قرآن'' بیان کئے ہیں اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا قرآنی آیات کی رشنی میں جواب دیا ہے ساتواں باب بشریت رسولﷺ سے متعلق ہے جس کی فصل اول کا عنوان ''نبوت وبشریت'' ہے اور قرآنی دلیل سے ہی ثابت کیا

ہے کہ نبی کا بشر ہونا ہی ضروری ہے کیونکہ انسانوں کو ہدایت دینا مقصود ہے۔آٹھواں باب ''دین حق'' کے عنوان سے ہے اور فصل اول میں مذہب کے جاہلی اور اسلامی تصور کا فرق واضح کیا ہے۔فصل دوم میں بتایا ہے کہ ''دین حق کیا ہے؟''فصل سوم میں اسلام اور جاہلیت کی کشمکش پر سیر حاصل بحث کی ہے۔فصل چہارم میں ''دین کا قرآنی تصور'' پیش کیا ہے۔نواں باب مسئلہ معجزات سے متعلق ہے اور معجزات کے برحق ہونے کے دلائل تحریر کیے ہیں۔فصل دوم میں انبیاء ماسبق کے معجزات پر ایک نظر ڈالی ہے اور حضور اکرم ﷺ کو عقلی معجزہ عطا کرنے کی وجہ بیان کی ہے نیز حسی معجزہ شق القمر کی تفصیلات ہیں دسواں باب مسئلہ شفاعت سے متعلق ہے اور قرآن کی روشنی میں لوگوں کی یہ غلط فہمی دور کی ہے کہ ہم دنیا میں کچھ بھی کریں ہماری شفاعت ہو جائے گی ''کون ہے جو اللہ کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ [۱۰] گیارہویں باب کی فصل اول میں قرآن کی پیشن گوئیاں بیان کی ہیں اور فصل دوم میں حدیث کی پیشن گوئیاں ہیں۔بارہویں باب میں قرآن اور حضور ﷺ سے متعلق مستشرقین کی علمی خیانتیں بیان کی ہیں اور نبی ﷺ اور قرآن کے بارے میں ان کے من گھڑت اور گھٹیا افسانے لوگوں کے سامنے لائے ہیں۔

جلد اول کے دوسرے حصہ کا عنوان ''بعثت سے پہلے کا ماحول'' رکھا ہے۔اس میں بھی ایک ذیلی عنوان ''اقوام ماضیہ'' ہے۔یہاں سے تیرہواں باب شروع ہوتا ہے۔جس کا موضوع ''سابق امتوں کی تباہی اور ان کے آثار'' ہے پہلی فصل میں ابتدائیہ ہے جس میں عوام الناس کو نصیحت کی ہے پھر دو سے لے کر گیارہ ہر فصل میں ایک قوم کا قصہ بیان کیا ہے۔اس میں قوم نوحؑ قوم عادؑ،قوم ثمودؑ،قوم ابراہیمؑ،قوم لوطؑ،قوم سبا،اہل مدین واصحاب ایکہ،قوم یونسؑ،بنی اسرائیل،اصحاب الرس کے قصائص ہیں۔

جلد اول کے حصہ سوم میں ''بعثت سے پہلے کا ماحول'' میں مروجہ مذاہب کا ذکر ہے۔یہاں سے چودھواں باب شروع ہوتا ہے۔اس وقت دنیا جس شرک وگمراہی میں مبتلا تھی اس کا سیر حاصل بیان ہے اس حوالے سے پوری انسانی دنیا پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے۔فصل دوم میں عرب کے مشرکین کے مذہب اور معاشرتی رسوم اور طور طریقوں کا مختصر اور جامع حال بیان کیا ہے۔پندرہویں باب میں عربوں ہی کے دیگر

مذاہب کا ذکر ہے فصل اول میں حنفاء کے عنوان سے توحید پرستی کا بیان ہے۔ فصل دوم میں صائبین کا، تیسری فصل مجوس سے متعلق ہے کہ یہ زرتشت کے پیروکار تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کرو۔ یعنی ان کو واضح طور پر اہل کتاب نہیں فرمایا۔ چوتھی فصل میں دہریت کی حقیقت بیان کی ہے سولہواں باب یہود اور یہودیت کے بارے میں لکھا ہے پہلی فصل میں حضرت موسیٰ سے قبل کے دور کا حال اور بنی اسرائیل کی تاریخ ہے۔ فصل دوم میں بعثت موسیٰؑ فصل سوم میں فلسطین کی فتح اور اس کے بعد کے حالات بیان کیے ہیں۔ ان ہی حالات کو آگے بڑھاتے ہوئے چوتھی فصل میں بعثت خاتم النبین ﷺ کے وقت یہود کے مذہبی معاشرتی حالات بیان کئے ہیں۔ سترہواں باب نصاریٰ و عیسائیت سے متعلق ہے۔ فصل اول میں عیسائیت کا ظہور اور نشو ونما پر مضمون ہے۔ فصل دوم میں انجیل کی تاریخی حیثیت سے بحث کی ہے فصل سوم میں حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی تعلیمات کا بیان ہے۔ فصل چہارم میں عیسائیوں کی گمراہی کے حقیقی اسباب بیان کئے ہیں۔ فصل پنجم میں توریت و انجیل میں نبی آخر الزماں ﷺ کی پیشن گوئیاں بیان کی ہیں۔ فصل ششم جس کا عنوان ''عیسائیت عرب میں'' ہے کا آغاز کرنے کیلئے مرتبین نے بعض کتب کے اقتباسات لئے ہیں جو عرب میں عیسائیت کی ابتداء کے بارے میں ضروری مواد فراہم کرتے ہیں۔ اس کے بعد قصہ اصحاب اخدود سے مضامین کا آغاز ہوتا ہے اور عرب میں عیسائیت کے سلسلہ میں کافی واقعات لکھے ہیں۔ فصل ہفتم میں ''عیسائیت بعثت نبوی ﷺ کے بعد'' سے آغاز کیا ہے اور ان چند راست باز عیسائیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی۔ ان میں ورقہ بن نوفل اور نجاشی شامل ہیں۔

جلد اول کے حصہ چہارم میں بعثت سے پہلے کا ماحول بتایا گیا ہے اور سب سے پہلے جزیرۃ العرب کی جغرافیائی اور تمدنی اہمیت بتائی ہے۔ اٹھارویں باب کا آغاز ہوتا ہے جس میں مختلف ممالک سے عربوں کے وسیع رابطے کا ذکر ہے جلد اول کا سب سے آخری عنوان ساری کتاب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ وہ ''سیرت کا پیغام'' ہے۔ یہ مولانا کی ایک تقریر ہے جو انہوں نے ۱۲۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو پنجاب یونیورسٹی میں کی تھی۔ [۱۱] جس میں رسالت کی ضرورت واہمیت بیان کی ہے نیز نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت ورسالت کا امتیاز بیان کیا ہے۔

---
(۱۷۲)

جلد دوم:

جلد دوم میں چودہ ابواب ہیں۔ باب اول کا عنوان یہ ہے کہ ''قرآن اپنے لانے والے کو کس حیثیت میں پیش کرتا ہے؟'' اس باب میں قرآن میں نبی ﷺ کی جو حیثیت بتائی گئی ہے اس کو بیان کیا ہے نیز یہ بھی بیان کیا ہے کہ دوسرے ہادی ورہنماؤں کو ان کی اقوام نے کیا درجات دے دیئے جو نہ صرف بالکل غلط بلکہ ان مقدس ہستیوں کی تعلیمات کا یکسر انکار بھی ہے۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے نظام اور ختم نبوت کا بیان بھی ہے۔

باب دوم میں حضور ﷺ کے خاندان کے بارے میں تفصیلات ہیں حضرت ابراہیمؑ سے آغاز کیا ہے اور آپ ﷺ کے اہل وعیال کے حالات بیان کئے ہیں نیز خانہ کعبہ کی تاریخ بھی بتائی ہے۔ بیان کو تسلسل کے ساتھ آگے بڑھاتے ہوئے جناب عبداللہ کی شادی تک لے آئے ہیں۔ باب سوم میں ولادت باسعادت سے آغاز نبوت تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

چوتھا باب آغاز رسالت اور خفیہ دعوت کے ابتدائی تین سالوں پر محیط ہے اس دور کے واقعات میں ارہاص، نزول وحی، سابقون الاولون، پہلا مرکز تبلیغ شامل ہیں۔ پانچویں باب میں دعوت حق کیلئے نبی ﷺ کو دی گئیں ہدایات کا بیان ہے یعنی جب آپ ﷺ کو علی الاعلان تبلیغ کا حکم ملا تو پروردگار نے آپ ﷺ کو کامیابی کیلئے دعوت وتبلیغ کے کیا طریقے سکھائے:

> ''دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف، حکمت اور عمدہ پند ونصیحت
> کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو''۔ [۱۲]

چھٹے باب میں دعوت اسلامی کی حقیقی نوعیت بیان کی ہے اور اسی کے ساتھ مشرکین کی عداوت کے اسباب بھی بیان کئے ہیں۔ پھر اس دعوت حق کے وہ نکات پیش کئے ہیں جن پر یہ دعوت مشتمل تھی اور ہر نکتہ کو ایک فصل میں بیان کیا ہے۔ یہ سات فصول ہیں جن میں توحید، رسالت، آخرت، قرآن اور اخلاقی تعلیمات

کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ ساتواں باب دعوت عام کی ابتداء اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کے بیان پر مبنی ہے۔ آٹھویں باب میں دعوت اسلامی کو روکنے کیلئے قریش کی تدابیر کی تفصیلات ہیں۔ نیز صحابہ کرامؓ پر ڈھائے جانے والے مظالم کا بھی بیان ہے۔ باب نہم ہجرت سے متعلق ہے۔ دین میں ہجرت کی اہمیت بتائی ہے اور مسلمانوں نے جو مختلف ہجرتیں کیں ان کا ذکر ہے۔ مہاجرین کے حالات بھی تحریر کئے ہیں۔ دسویں باب میں ۶ سے ۱۰ نبوی تک کے واقعات بیان کئے ہیں۔ جن میں رسول اللہ ﷺ پر قریش کی دست درازیاں، حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ جیسے صحابہ کرامؓ کا قبول اسلام، شعب ابی طالب میں محصوری کا واقعہ، حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات، پھر حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے عقد کے واقعات شامل ہیں۔ سفر طائف کا واقعہ بھی یہاں بیان کیا ہے۔ گیارہویں باب میں اسراء و معراج کے واقعہ کی حقیقت بیان کی ہے۔ اسی باب میں اسلامی تمدن کے اساسی اصول بیان کئے ہیں اور رویت باری تعالیٰ پر مفصل و مدلل بحث ہے۔ بارہویں باب میں مکی دور کے آخری تین سال کے واقعات قلمبند کئے ہیں جن میں طائف سے واپسی پر آپ ﷺ کی مختلف قبائل سے ملاقات اور حمایت کی طلب کا ذکر ہے پھر اہل یثرب کا مکہ آکر آپ ﷺ سے ملاقاتوں کا ذکر نہایت تفصیل سے کیا ہے اور اہل یثرب کی اسلام کی طرف رغبت اور قبول اسلام کا ذکر ہے۔

تیرہویں باب میں ہجرت مدینہ کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ پہلے مہاجر حضرت ابو سلمہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا دردانگیز واقعہ بیان کیا ہے ہجرت کے اذن عام اور مسلمانوں کی ہجرت کی تفصیلات ہیں اور پھر نبی کریم ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ کی ہجرت کا ایمان افروز بیان ہے۔ راستہ میں پیش آنے والے غیر معمولی واقعات، مدینہ میں حضور ﷺ کے انتظار کی کیفیت، آپ ﷺ کا قباء پہنچنا، پھر مدینہ میں داخلہ اور والہانہ استقبال، حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو شرف میزبانی حاصل ہونا و دیگر واقعات بیان کئے ہیں۔ چودھویں اور آخری باب میں مکی دور پر ایک نظر ڈالی ہے جس میں آغاز تبلیغ سے ہجرت تک کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔ آپ ﷺ کی اعلیٰ نسبی کا بیان ہے اور بلند و پاکیزہ کردار پر مختصر اور جامع تحریر ہے اظہار نبوت سے پہلے اور بعد کی زندگی کی تصویر کشی کی ہے نہ صرف آپ ﷺ کے اعلیٰ ترین اوصاف کا بیان ہے بلکہ صحابہ کرامؓ کے

اوصاف وایثار کا بھی بیان ہے۔ سیرت سرور عالم ﷺ کی دوسری جلد یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

سیرت رسول عربی ﷺ (علامہ نور بخش توکلی) کا اجمالی جائزہ:

کتاب کا جائزہ لینے سے قبل مصنف کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے

علامہ نور بخش توکلی ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کی۔ پھر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ایم۔ اے عربی کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔۱۸۹۳ء میں ہندو محمڈن اسکول چھاؤنی انبالہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۶ء میں میونسپل بورڈ کالج، امرتسر میں پروفیسر مقرر ہوئے لیکن مولانا غلام رسول قاسمی کشمیری کے فقہ، تفسیر اور حدیث کے درس میں شامل ہوتے رہے۔ علوم دینیہ پر بہت گہری نظر تھی۔ حضرت شاہ توکل نقشبندی سے بیعت تھے۔ اسی سبب سے توکلی کہلاتے ہیں۔

علامہ توکلی نے تصنیف وتالیف کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس طرف خصوصی توجہ دی اور خاصا کام کیا۔ قدرت نے انہیں وسیع معلومات، قوت استدلال اور عام فہم انداز تحریر میں مہارت عطا کی تھی۔ علامہ کی تصنیفات سے نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اردو زبان میں سیرت طیبہ پر لکھی جانے والی کتب میں علامہ توکلی کی کتاب سیرت رسول عربی ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ، اقوال وافعال، اخلاق وعادات، رفتار و گفتار اور طریق معاشرت کے بارے میں مستند معلومات ملتی ہیں۔ مباحث میں جدت پائی جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے از ولادت مبارکہ تا وفات تمام حالات وواقعات تسلسل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ بعثت مبارکہ سے قبل کے حالات مختصر ہیں لیکن بعثت کے بعد کے واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔

''سیرت رسول عربی ﷺ'' دو مقدمے اور دس ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے مقدمہ میں ملک عرب کا جغرافیہ بیان کیا ہے اور دوسرے مقدمہ میں عرب کی قدیم تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے۔ پہلے باب کا عنوان ''برکات نور محمدی ﷺ'' ہے، دوسرا باب نبی کریم ﷺ کے نسب شریف اور ولادت باسعادت سے

بعثت مبارکہ تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

اس میں آپ ﷺ کی خاندانی شرافت وسیادت، حضرت عبداللہ کی وفات، واقعہ اصحاب فیل، تولد شریف، تولد شریف کی خوشی کا ثمرہ، تولد شریف کے وقت خوارق، رضاعت، تعدد شق صدر، حضرت آمنہ کی وفات، حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابو طالب کی کفالت، شام کا پہلا سفر، حرب فجار میں شرکت، حلف الفضول، شام کا دوسرا سفر، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، تعمیر کعبہ کے عنوانات شامل ہیں۔

تیسرے باب میں قبل از بعثت دنیا کی حالت، ابتداءِ وحی، آغاز دعوت، تبلیغ علی الاعلان، حبشہ کی طرف ہجرتیں، شعب ابی طالب میں محصوری، عقبہ کی بیعتیں کے موضوعات ہیں۔ چوتھا باب ہجرت مدینہ، مسجد قباء کی تعمیر، مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی کی تعمیر، مؤاخات، اذان کی ابتداء، یہود سے معاہدہ، تحویل قبلہ، غزوات و سرایا، صلح حدیبیہ، بادشاہوں کو دعوت اسلام، غزوہ خیبر، غزوہ موتہ، فتح مکہ، فتح مکہ کے بعد کے غزوات کے عنوانات پر مشتمل ہے۔ پانچویں باب میں آپ ﷺ کی وفات اور حلیہ مبارک کا بیان ہے۔ چھٹے باب میں خلق عظیم کا بیان ہے، ساتویں باب میں معجزات بیان کئے ہیں، جس میں اعجاز قرآن کا خصوصی ذکر ہے۔ آٹھواں باب حضور اکرم ﷺ کے فضائل وخصائص کے لئے مخصوص کیا ہے۔ نویں باب میں ازواج مطہرات اور اولاد کرام کا بیان ہے، جس میں ازواج مطہرات کی فضیلت قرآن کی روشنی میں بیان کی ہے، امہات المومنین کا تعارف ہے، اولاد اطہار کے بارے میں معلومات تحریر کی ہیں۔ دسویں باب میں امت پر حضور اکرم ﷺ کے حقوق کا بیان ہے، جس میں ایمان واتباع، محبت وعشق، تعظیم وتوقیر، حضور اکرم ﷺ کی احادیث اور آثار کی تعظیم اور درود شریف کی کثرت کو شامل کیا ہے۔

حوالہ جات باب پنجم

۱۔ القرآن/التوبہ، آیت ۱۲۸

۲۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ/مولانا محمد ادریس کاندھلوی/ج ۱/ص ۱۵

۳۔ ایضاً ص ۱۷

۴۔ نبی رحمت ﷺ/مولانا سید ابوالحسن علی ندوی/دیباچہ: ص ۱۱،۱۲

۵۔ محولہ بالا

۶۔ الرحیق المختوم/مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری/ص ۲۴۳

۷۔ سیرت سرور عالم ﷺ/مولانا مودودی/دیباچہ: ص ۱۰

۸۔ ایضاً ص ۱۰۴

۹۔ سیرت سرور عالم ﷺ/حاشیہ: مرتبین/ص ۱۵۷

۱۰۔ القرآن/البقرہ، آیت ۲۵۵

۱۱۔ سیرت سرور عالم ﷺ/مولانا مودودی/حاشیہ: مرتبین/ص ۴۱۹

۱۲۔ القرآن/النحل آیت ۱۲۵

باب ششم

منتخب اردو کتب سیرت النبی ﷺ کا تقابلی مطالعہ

اردو زبان میں سیرت طیبہ پر بے شمار کتب تصنیف وتالیف کی گئی ہیں۔ ہر مصنف و مؤلف نے بہترین سے بہترین کتاب لکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے حالات زندگی دنیا کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی گوشہ دنیا سے پوشیدہ نہیں کیونکہ آپ ﷺ کو تمام عالمین کیلئے رہنما بنا کر بھیجا گیا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے متعلق ایسے حالات پیدا فرمائے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو دنیا کے سامنے لایا گیا لہٰذا آپ ﷺ پر جو بھی کتاب لکھی گئی اس میں ایک جیسے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ان میں کوئی اختلاف یا تبدیلی نہیں ہے۔البتہ ان میں جو فرق نمایاں ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ان میں ایک فرق یہ ہے کہ ان میں بعض کتب بہت تفصیل اور طویل مباحث کے ساتھ اور بعض کتب انتہائی مختصر انداز میں تحریر کی گئی ہیں۔

۲۔ بعض کتب میں حوالہ جات کے ساتھ مواد پیش کئے گئے ہیں اور بعض میں خطیبانہ اور بیانیہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔

۳۔ بعض کتب میں سیرت طیبہ کے ساتھ ساتھ جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے اور بعض میں صرف سیرت طیبہ اور آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں۔

۴۔ بعض مصنفین کا انداز بیان اور زبان نہایت شیریں اور دلکش ہے اور بعض نے ایسا طرز اختیار نہیں کیا صرف مواد پیش کیا ہے۔

منتخب کتب کے تقابلی مطالعہ میں اسی فرق کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اس کی افادیت پر بھی گفتگو کی جائے گی۔اس سلسلے میں جن کتب کو منتخب کیا گیا ہے،گزشتہ باب میں ان کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا۔اب

ان کتب کے تقابلی مطالعہ میں منتخب موضوعات کے تقابلی مطالعہ کے اسلوب کو اپنایا ہے لہٰذا اس باب میں تمام منتخب کتب کا موضوعاتی مطالعہ کیا جائے گا۔

فصل اول

سیرت النبی ﷺ (شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی) اور ضیاء النبی ﷺ (پیر کرم شاہ) کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ:

تاریخ بدل نہیں سکتی کیونکہ وہ حقیقت اور واقعات کا تسلسل ہے کتب سیرت کا موازنہ دراصل یہ دیکھنا ہے کہ کس مصنف نے ان واقعات کو کس انداز میں بیان کیا ہے۔ نیز قاری پر بھی منحصر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اس تحریر سے متاثر ہوتا ہے۔

جب ہم مولانا شبلی کی سیرت النبی ﷺ اور پیر کرم شاہ کی ضیاء النبی ﷺ کا موازنہ کرتے ہیں تو واقعات کی موجودگی دونوں میں یکساں نظر آتی ہے لیکن شبلی نے سیرت بیان کرنے سے پہلے سیرت کی اہمیت بیان کرکے آئندہ لکھنے والوں کیلئے دیباچہ فراہم کردیا ہے۔ سیرت کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں چند بنیادی باتیں پیش نظر رکھنا چاہئیں۔

(i) نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری اور پھر بعثت مبارکہ کے وقت دنیا کی بالعموم اور عرب کی بالخصوص کیا حالت تھی۔

(ii) آپ ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت مبارکہ کے بعد دنیا میں کیا انقلاب آیا۔

اس انقلاب کے جو مراحل ہیں وہی دراصل سیرت مطہرہ کے نام سے بیان کئے جاتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا، ترپن سال کا عرصہ آپ ﷺ نے وہاں گزارا۔ جب تک آپ ﷺ نے وہاں دعوت حق عام نہیں کی، آپ ﷺ اہل مکہ کی آنکھوں کا تارا تھے، آپ ﷺ کو صادق وامین کے القاب سے پکارا جاتا تھا مگر جب ان تاریک راہوں کے مسافروں کو آپ ﷺ نے صحیح راہ دکھائی اور دعوت حق دی تو وہ خود کو صحیح اور آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) غلط سمجھتے

ہوئے برگشتہ ہوگئے اور آپ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔ یہاں تک کہ صادق وامین اور ان کے ساتھیوں کا وطن میں رہنا محال ہوگیا اور وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے اور حیات طیبہ کے مدنی دور کا آغاز ہوا۔

مکی دور مسلمانوں پر قریش مکہ کے ظلم وستم کی داستان ہے تو مدنی دور اس ظلم وستم کے خاتمہ کی نوید ہے۔ ان دونوں ادوار کا ان کتب میں جو احوال بیان کیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے قبل ان دونوں کتب کا مقصد تصنیف پیش کیا جاتا ہے۔

مقصد تصنیف وتالیف

سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)	ضیاء النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
اردو کتب میں سیرت النبی ﷺ کا مقام بہت بلند ہے کیونکہ وہ محض سیرت ومغازی پر مشتمل تصنیف ہی نہیں ہے بلکہ اس کتاب کو لکھنے کا خاص مقصد ہے۔ وہ یہ کہ یورپ کے متعصب مؤرخین کے رکیک حملوں کا جواب دینا شبلی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ کیونکہ یورپی مصنفین تعصب اور کفر کے زہر میں قلم ڈبو ڈبو کر جو گمراہ کن باتیں تیار کررہے تھے وہی مسلمانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ کوئی شخص سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنا چاہتا تو یورپی مصنفین کی زہر آلود تصانیف کی طرف رجوع کرنا اس کی مجبوری ہوتی تھی، جس کے نتیجے میں نبی ﷺ کو وہ لوگ ایک عام مصلح تصور کرنے لگے تھے جو اگر (نعوذ باللہ) بعض خرابیوں کا حامل ہو بھی تو اس کے کام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ شبلی کہتے ہیں کہ ان حالات نے مجھے	ضیاء النبی ﷺ لکھنے کا مقصد سیرت طیبہ پر ایک بہترین کتاب لکھنا ہے جس میں نبی کریم ﷺ سے اپنی محبت، جوش ایمان اور عقیدت کا بھرپور اظہار کیا جائے۔ ضیاء النبی ﷺ سیرت طیبہ پر پاکستان میں کتب نویسی کے مقابلہ میں اول انعام یافتہ کتاب ہے۔ اس کتاب میں یقیناً وہ خصوصیات موجود ہوں گی جو اس مقابلہ میں رکھی گئی دوسری کتب میں معدوم ہوں گی۔ یعنی یہ اردو زبان میں اپنے وقت کی بہترین کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ شبلی کی سیرت النبی ﷺ سے جب ہم ضیاء النبی ﷺ کے مقصد تصنیف کا موازنہ کرتے ہیں تو بہت فرق نظر آتا ہے۔ کرم شاہ کا مقصد عظیم ہے تو شبلی

سیرت نبوی ﷺ پر ایک مبسوط کتاب لکھنے پر مجبور کیا۔ اس عظیم مقصد کے پیش نظر مصنف نے سیرت نبوی تالیف کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ یہ کام مصنف کا نصب العین بن گیا اور زندگی کی آخری سانسوں تک وہ اسی کام میں مصروف رہے۔ یہ شبلی کی آخری تصنیف ثابت ہوئی جس کو وہ مکمل بھی نہ کر سکے اوران کے عزیز شاگرد سید سلیمان ندوی نے ان کے اس مشن کی تکمیل کی۔

جس وقت یہ کتاب لکھی گئی وہ دور برصغیر پر انگریزوں کی بالا دستی کا تھا۔ وہ اپنے متعصّبانہ رویہ کا خوب مظاہرہ کررہے تھے اور نبی ﷺ کے بارے میں خوب زہر افشانی کررہے تھے۔ادھر مسلمان ادباء شش و پنج میں مبتلا تھے کہ سیرت طیبہ کی صحیح عکاسی کیونکر کی جائے۔ بہر حال شبلی نے بہت سنبھل کر اس کام کی ابتداء دینی فریضہ سمجھ کر کی۔

سیرت النبی ﷺ کی تصنیف و تالیف کیلئے باقاعدہ ایک محکمہ قائم کیا گیا۔اس میں عربی اور مغربی زبانوں کے جاننے والے قابل لوگ جمع ہوئے تا کہ مغربی کتب کا عربی کتب سے موازنہ کیا جائے اور جب جھوٹ اور سچ سامنے آجائے تو پھر اردو زبان میں اس کو بیان کردیا جائے۔

کا عظیم ترین ہے۔ سیرت طیبہ کو خوب سے خوب تر انداز میں اس طرح بیان کرنا کہ گزشتہ کتب کے مقابلہ میں زیادہ دلکش ہو اور لوگ اس کے مطالعہ کی طرف مائل ہوں ایک عظیم مقصد ہے اور مطالعہ کرنے والوں کیلئے مشعل راہ ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ مخالفین اور معترضین کے حملوں کو روکنا اور منہ توڑ جواب دینا بھی مقصود ہو تو پھر سیرت طیبہ کو تالیف کرنا بہت ہی عظیم کام بن جاتا ہے جو شبلی نے کیا ہے۔

مولانا شبلی کا مقصد اولین برصغیر کے مسلمانوں کے سامنے ان کی اپنی زبان میں سیرت طیبہ کی صحیح تصویر کشی کرنا تھا۔ تا کہ مسلمان خصوصاً نوجوان نسل دشمنان اسلام کے مذموم پروپیگنڈے کا شکار نہ ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے تحقیق و تسنید کے ساتھ ایک شاہکار کتاب تخلیق کی۔

پیر کرم شاہ کے سامنے اس طرح کے حالات نہیں تھے۔ ان کے وقت تک سیرت طیبہ پر اردو زبان میں بے شمار کتب سامنے آچکی تھیں۔ان کو محض ان کتب کے مقابلہ میں انفرادیت کے ساتھ کوئی تصنیف سامنے لانا تھی۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور

قدیم تحریری سرمایہ:

شبلی نے سیرت النبی ﷺ مرتب کرتے وقت قدیم تحریری سرمائے کو بھی سامنے رکھا اور بڑی تحقیق و تنقید اور صحیح اور مستند حوالوں کے بعد ان کتب سے فائدہ اٹھایا۔ وہ لکھتے ہیں کہ "عرب اور خصوصاً مدینہ میں حضو ﷺ کے زمانہ ہی سے لکھنے پڑھنے کا رواج تھا لیکن یہ بات تحقیق طلب ہے کہ اس زمانے میں روایتیں اور حدیثیں قلمبند ہوئی تھیں یا نہیں۔ چنانچہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس زمانہ میں بعض صحابہ آپ ﷺ کی اجازت سے ارشادات قلمبند کر لیتے تھے۔[1]

جلد اول کی ابتداء میں دو مقدمات ہیں۔

پہلے مقدمے میں سیرت نگاری کے حوالے سے علوم و فنون پر بحث کی گئی ہے۔ فن سیرت نگاری کی ابتداء اور تحریری سرمائے کی نہ صرف مختصر تاریخ بیان کی ہے بلکہ مختلف رسم الخط کے آغاز کے حوالے سے بھی بہت مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ سیرت نبوی ﷺ کی تالیف کی ضرورت بڑے مدلل انداز میں بیان کی ہے۔ نبی ﷺ کی ذات ہی نمونہ کامل ہوتی ہے لیکن دنیاوی حیات کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے نبی کی زندگی کے لمحات محفوظ کرنا ضروری ہے۔ اس کامیابی حاصل کی۔

پیر کرم شاہ کی کتاب کا ابتدائیہ شبلی کے مقدمات سے بالکل مختلف ہے۔ کتاب کا آغاز انہوں نے دعا اور حمد سے کیا ہے۔ اس کے بعد ساری دنیا کے بگاڑ کا نقشہ پیش کیا ہے۔

سیرت النبی ﷺ بیسویں صدی کے ابتدائی اڑتیس سالوں میں لکھی گئی ہے۔ جبکہ ضیاء النبی ﷺ بیسویں صدی کے آخری عشرے کی کتاب ہے۔ لہٰذا مصنف کے عہد کے ماحول کا اس کی تصنیف پر اثر انداز ہونا ناگزیر ہے۔

سلسلہ میں جہاں ضرورت پڑی قرآن کے حوالوں سے اپنے بیان کو مستند بنایا ہے۔

روایات کی چھان بین کیلئے روایت اور درایت کے محدثانہ اصولوں سے بحث کی ہے اور احادیث وسیرت کی روایات کے ردوقبول اور پایۂ استناد کی بحث بھی ہے۔

اس مقدمہ میں اس قدر علمیت اور معلومات ہے کہ وہ خود ایک مکمل کتاب ہے۔اس کو ڈاکٹر سید عبد اللہ عالمانہ تنقید کا شاہکار قرار دیتے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کا دوسرا مقدمہ کتاب کی تمہید کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔اس میں عرب کی قدیم سیاسی، معاشرتی، تہذیبی، تمدنی اور مذہبی تاریخ بیان کی گئی ہے۔عرب کی وجہ تسمیہ، عرب کا جغرافیہ، عرب کی قدیم تاریخ کے ماخذ، عرب کے اقوام وقبائل، نیز مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ کی تاریخ پر بھی مشرقی اور مغربی ماخذوں کی روشنی میں بحث کی ہے۔

اسلام سے قبل دنیا بالخصوص عرب کے حالات

شبلی نے سیرت النبیؐ کے دوسرے مقدمے میں قبل از اسلام عرب کے حالات کافی تفصیل کے ساتھ بیان کردیئے ہیں پھر کتاب کی ترتیب کے لحاظ سے چوتھی جلد میں سلیمان ندوی نے یہ حالات قلمبند کئے ہیں۔ ''ظلمت شب'' کے عنوان سے پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی مذہبی اور اخلاقی حالت کا اجمالی خاکہ موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں جو قومیں حکمراں تھیں ان کی مذہبی اور اخلاقی حالت کا بہت بہترین انداز سے جائزہ لیا ہے۔ اس وقت روئے زمین پر موجود دو اہم طاقتوں روم اور ایران کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ دو قدیم مذاہب کی حامل اقوام ہنود اور یہود کا حال بھی بیان کیا ہے۔ فارسی معاشرہ کے تمدنی اور مذہبی طور طریقوں کی لاجواب تصویر کشی کی ہے۔ رومی سلطنت کی بگڑی ہوئی حالت کا نقشہ بھی اسی طرح مؤثر، مختصر اور جامع انداز میں تحریر کیا ہے۔

ہندوستان کی بت پرستی اور قبیح مذہبی اور

پیر کرم شاہ نے قبل از اسلام کے حالات بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ شبلی کے بیان کی تشریح کی ہے۔ عیسائی روم کے بارے میں بھی اسی طرح کی مذہبی و تمدنی تفصیلات لکھی ہیں کہ کس طرح اصل عیسائیت کو تثلیث کے مشرکانہ عقیدے میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ فرقہ بندیوں اور کشت و خون کی داستانیں بھی رقم کی گئیں۔

پیر صاحب نے دنیا کو تہذیب کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے مہذب اور غیر مہذب۔ مہذب دنیا میں ایران، ہند، چین، یونان اور بازنطینی سلطنت کو شامل کیا ہے اور غیر مہذب دنیا میں براعظم افریقہ کے ممالک ہیں۔ لیکن ان میں ایک ملک مصر کو دنیا کی قدیم ترین تہذیب کا گہوارہ بتایا ہے۔ پیر صاحب نے ان ممالک کے حالات نہایت تفصیل سے علیحدہ علیحدہ بیان کئے ہیں۔ گویا ہر ملک کی تاریخ بیان کردی ہے اور ''مہذب'' دنیا کے غیر مہذب طور طریقوں کو کھول کر بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ نکتہ بھی بیان کردیا کہ اس مہذب دنیا کی تربیت کے لئے اللہ

معاشرتی رسومات کا حال بیان کیا ہے۔ ہنود کے بعد یہود کا احوال بیان کیا گیا ہے اور ان کا تعارف اس طرح کروایا ہے کہ یہ وہ قوم ہے جو سام کی اولا د میں سب سے پہلے وحی الٰہی کی امانتدار بنائی گئی۔ لیکن اس بار امانت کو انہوں نے اتار پھینکا۔ قرآن کی رو سے ان کی نافرمانیوں اور خوش فہمیوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی اخلاقی پستی کا حال بھی لکھا ہے۔

دنیا کے حالات کے بعد خطۂ عرب کی مذہبی اور اخلاقی حالت بیان کی ہے۔ عربوں پر یہود کا اثر، عرب کی بت پرستی، خدا کا عقیدہ، ابراہیمی تعلیمات کا اثر لیکن اس میں شرک کی ملاوٹ، پھر ملائکہ کی الوہیت، جنات کی الوہیت کے جو عقیدے وہ لوگ رکھتے تھے، قرآن کے حوالے سے وہ بیان کئے ہیں پھر ان کے عمومی عقیدے بت پرستی کی تفصیل لکھی ہے اور بتوں اور ان کے پجاری قبیلوں کی فہرست دی ہے۔ اس کے علاوہ ستارہ پرستی، جنات اور شیاطین سے متعلق ان کے اعتقادات کا ذکر کیا ہے۔ پھر قرآنی آیات کے حوالوں سے اس کی حقیقت بیان کی ہے۔ عربوں کی کہانت اور اوہام پرستی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد عربوں کی جنگجوئی کا ذکر ہے۔ نے ایک غیر مہذب قوم کو کیونکر منتخب فرمایا اور رہبر کامل ﷺ اس قوم میں مبعوث فرمایا۔ جس کی رہبری نے اس مس خام کو کندن بنا ڈالا اور وہ قوم نبی ﷺ کی بدولت دنیا کی رہنمائی کے قابل ہوگئی۔

پیر صاحب نے جب اہل عرب کا بیان کیا تو ان ہی خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو سیرت النبی ﷺ میں بیان کی گئی ہیں۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے اس لئے اس میں اختلاف نہیں ہے۔ انداز بیان اور ترتیب عنوانات کا فرق ہے۔ عربوں کی وہی خوبیاں، وہی تاریک پہلو، وہی مذہبی بے راہ روی جو سیرت النبی ﷺ میں بیان ہوئی ہے، پیر کرم شاہ کی کتاب میں بھی ملتی ہے۔ پیر صاحب نے عربوں کے اوصاف بیان کرنے میں عربی شاعری سے بھی مدد لی ہے۔ جس سے عربوں کے ادبی ذوق کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔

معاشرتی برائیوں کے تذکرے میں شراب نوشی، قمار بازی، سودخوری، لوٹ مار، چوری، سفاکی و بے رحمی و وحشت، زنا وفواحش، بے شرمی و بے حیائی، حلال و حرام سے نابلدی، جہالت اور عورتوں پر مظالم کی جو داستانیں عرب معاشرہ کی خصوصیات تھیں، ان کا بڑے جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

عربوں کی خوبیاں

عرب محض خرابیوں کا مجموعہ نہیں تھے بلکہ ان میں بہت سی خوبیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ لہٰذا مصنف نے عربوں کے اس پہلو کو بھی اچھی طرح سے بیان کیا ہے اور عربوں کی وہ خصوصیات بھی بیان کی ہیں جنہوں نے ان کو ''خیر الامم'' بننے کا اہل ثابت کیا۔ سیرت النبی ﷺ کا یہ حصہ سلیمان ندوی کا تحریر کردہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عرب قوم میں کچھ ایسی طبعی خصوصیات تھیں جو دوسری اقوام میں نہیں پائی جاتی تھیں۔ پھر عربوں کی فطری خصوصیات کا ذکر کیا ہے یعنی صحیح النسبی، فطری آزادی، کتابی فاسد تعلیم سے ناآشنائی، شجاعت و بہادری، حق گوئی و بے باکی، ذہانت، حافظہ، عقل و دانش، فیاضی، جفاکشی و باعملی وغیرہ وغیرہ۔

پیر صاحب نے اپنے مخصوص انداز بیان میں نہایت تفصیل کے ساتھ عربوں کی مثبت ومنفی دونوں طرح کی خصوصیات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ عربوں کی ہر خوبی کا ذکر بڑی وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔ عربوں کی صاف گوئی، شجاعت و بہادری، بہترین حافظہ، عہد کی پاسداری، مہمان نوازی کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا ہے۔ پھر ان کی زندگی کے تاریک پہلو کی طرف آئے ہیں۔ یعنی مذہبی بے راہ روی کی طرف اور الہامی وغیر الہامی مذاہب کے پیروکاروں کے بارے میں لکھا ہے۔ بعدازاں اہل عرب کے معاشرتی طور طریقے اور رسم و رواج کا بیان کیا ہے۔

عرب کی تقسیمات

سیرت النبی ﷺ میں پہلے قبائلی تقسیم بیان کی گئی ہے۔ پھر عرب کی قدیم حکومتوں کا بیان ہے جس میں قبل از اسلام عرب میں پانچ متمدن سلطنتوں کا ذکر ہے۔

اس کے بعد عرب کے مذاہب کی تفصیل ہے جس میں یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور مذہب حنفی سے متعلق معلومات ہے جو دین ابراہیمی تھا۔

عرب کی تاریخ کے آغاز کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ عرب کی تاریخ کا آغاز حضرت اسماعیلؑ سے ہوتا ہے۔ جن کی بابرکت موجودگی عرب کے ریگزاروں کو نخلستان میں تبدیل کرنے کا موجب بنی۔

عرب اقوام کی تقسیمات بیان کی ہیں۔

حضرت اسماعیلؑ کے واقعات بڑی تفصیل سے قلمبند کیے ہیں جن میں ذبیح اللہ کی نشاندہی اور قربانی کی اہمیت بتائی ہے، مکہ معظمہ کی مختصر تاریخ اور تعمیر کعبہ کا بیان بھی ہے۔

پیر کرم شاہ نے پہلے عرب کی علاقائی تقسیم بیان کی ہے اس کے بعد قبائلی تقسیم۔ ہر عنوان کی ضرورت سے زیادہ تفصیلات جن میں انتہائی جزوی باتیں شامل ہوئی ہیں بیان کرتے ہیں۔ علماء جغرافیہ کی بیان کردہ جزیرہ عرب کی پانچ حصوں میں تقسیم کا ذکر کیا ہے۔ جس میں التہامہ، الحجاز، النجد، العروض اور یمن شامل ہیں۔ پھر ان حصوں کی ذیلی تقسیمات کا ذکر ہے اور ہر منقسم حصہ کے نام کی وضاحت اور نسبت بھی بیان کی ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ جزیرہ نما عرب سارا کا سارا بنجر و بے آب و گیاہ ریگستان نہیں تھا بلکہ بعض خطے تو اتنے زرخیز تھے کہ یورپ میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پھر عرب کے مختلف علاقوں کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔ اس کے بعد عربی قبائل کے بارے میں بڑی وسیع معلومات فراہم کی ہیں۔ عرب مؤرخین کے حوالے سے عربوں کی تقسیم بڑے سہل انداز میں بیان کی ہے کہ عربوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، البائدہ اور الباقیہ۔ البائدہ فنا ہو چکے ہیں۔ الباقیہ باقی ہیں۔ پھر ان کی تقسیم در تقسیم بیان کی ہے۔

عرب کا مروجہ سیاسی نظام جو آزاد ریاستوں پر مشتمل تھا اور چھوٹی بڑی ریاستوں کے ایک دوسرے سے جو مفادات وابستہ تھے ان کا ذکر کیا ہے۔ پھر ان کی مذہبی حالت اور اخلاقی پستی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد نافرمان اقوام پر اللہ کے عذاب کا عبرت آموز بیان ہے اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب مختصراً بیان کئے ہیں۔

عرب کا رقبہ

جغرافیائی تبدیلیوں کے سبب دونوں کتابوں میں خطۂ عرب کا رقبہ مختلف بتایا گیا ہے۔

سید سلیمان ندوی نے جزیرہ نما عرب کا رقبہ جرمنی اور فرانس سے چار گنا بتا کر کل رقبہ بارہ لاکھ مربع میل بتایا ہے۔

کرم شاہ صاحب نے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے حوالے سے فرانس کے رقبہ سے دگنا اور کل دس لاکھ مربع میل بیان کیا ہے۔ جو جدید جغرافیائی تقسیمات کے مطابق ہے۔

نسب پاک

سلسلہ نسب سے متعلق شبلی نے تحقیقی مواد پیش کیا ہے۔ جس میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمایا ہوا شجرۂ مبارکہ عدنان تک ہے۔ اس میں بیس نام آتے ہیں۔ صحیح بخاری میں یہیں تک ہے۔ امام بخاری کی تاریخ کے مطابق عدنان سے ابراہیمؑ تک

پیر صاحب نے نسب پاک کا آغاز حضرت ابراہیمؑ سے کیا ہے اور تفصیل سے آپؑ کے حالات تحریر کئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے واقعات اور نمرودی نظام کے ساتھ آپ کی کشمکش اور اس باطل نظام کی گردن زنی اور حضرت ابراہیمؑ کی فہم وفراست

جونام آتے ہیں مولانا شبلی نے وہ بھی تحریر کیے ہیں۔ وہ آٹھ نام ہیں۔

علامہ سہیلی کے حوالے سے شبلی فرماتے ہیں کہ انہوں نے عدنان سے حضرت اسماعیلؑ تک چالیس پشتوں کا فاصلہ بتایا ہے۔ یہاں مستشرقین کی غلط بیانی اور حضورؐ کو سلسلۂ اسماعیلی سے الگ کرنے کی کوشش کے بارے میں حقائق پیش کیے ہیں۔

کہ آپ کس طرح معبود حقیقی کو پہچانتے ہیں۔ ساتھ ہی حضرت اسماعیلؑ سے متعلق واقعات بھی بیان کرتے گئے ہیں۔ پھر سیدنا حضرت اسماعیلؑ کے فرزندوں کے ناموں پر اکتفا کیا ہے اور عدنان تک جتنی پشتیں ہیں ان کا ذکر مستند معلومات نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کیا۔ عدنان سے حضرت عبداللہ تک کا شجرہ بیان کیا ہے کیونکہ یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود بیان فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں جتنے افراد آئے ہیں ان سب کے بارے میں کافی معلومات دی گئی ہیں۔

میلادِ مسعود

سیرت النبیؐ میں "ظہور قدسی" کے عنوان سے میلادِ مسعود کا بیان ہے۔ مولانا شبلی نے اپنی بھرپور صلاحیتیں اس مبارک ساعت کو بیان کرنے میں لگادی ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ الفاظ استعمال کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور ساتھ ہی وہ معجزات بھی بیان کئے ہیں جو اس مبارک رات رونما ہوئے جن میں قیصر و کسریٰ کی شان و شوکت لرزہ براندام ہوگئی اور دنیا میں جہاں جہاں کفر عروج پر تھا وہ سب تھرتھرا اٹھا۔

تاریخ ولادت کے سلسلہ میں بھی تحقیق کر کے

ضیاء النبیؐ میں "شب میلاد اور عجائبات قدرت الٰہی کا ظہور" کے عنوان سے اس مبارک رات کا ذکر ہے اور براہ راست ان محیر العقول واقعات کا تذکرہ شروع کردیا ہے جو اس رات وقوع پذیر ہوئے۔ اس کے بعد وہ ان لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں جو ان واقعات کو قبول نہیں کرتے۔ پھر مستشرقین کی چالبازیوں اور مسلمانوں کی کوتاہیوں کو ان واقعات کے انکار کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔

اس باب کے آخر میں پیر صاحب نے وہ قرآنی

۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بتائی ہے۔

آیات درج کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بارے میں بشارتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس کے بعد توریت اور انجیل میں حضور اکرم ﷺ کا جو ذکر مبارک ہے وہ مختصراً بیان کیا ہے۔ نیز آپ ﷺ کے بارے میں کاہنوں کی پیشن گوئیاں بھی تفصیل سے شامل کی ہیں۔

تاریخ ولادت مبارکہ کے حوالے سے پیر صاحب کافی بحث اور دلائل کے بعد ۱۲ ربیع الاول کو درست تسلیم کرتے ہیں۔

حیات طیبہ کے مکی دور کے منتخب اہم واقعات

بعثت مبارکہ

حیات طیبہ کے مکی دور کا سب سے اہم واقعہ بعثت مبارکہ ہے۔ شبلی نے "آفتاب رسالت کا طلوع" کے عنوان سے بعثت مبارکہ کا واقعہ بیان کیا ہے۔

پس منظر کے طور پر سب سے پہلے قریش کا احساس برتری اور اس کا سبب بتایا ہے۔ یہ بھی بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بچپن و جوانی میں کس طرح لہو ولعب سے محفوظ رکھا۔ پھر ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اس معاشرہ میں ہدایت کے متلاشی تھے۔ یہ موحدین کہلاتے تھے اور سب سے پہلے ان ہی لوگوں

مکی دور کے اہم واقعات کی تاریخی ترتیب ہے۔ لہٰذا سیرت کی ہر کتاب میں یہ واقعات اسی ترتیب سے ملتے ہیں۔ چنانچہ جو واقعات علامہ شبلی نعمانی نے بیان فرمائے ہیں وہی کرم شاہ صاحب کی کتاب میں بھی موجود ہیں۔ فرق وہی اختصار وانفصال کا ہے۔ پیر صاحب نے اہم واقعات کے درمیان چھوٹے واقعات بھی بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔

بعثت کے آثار، رویائے صادقہ، غار حرا میں حضور ﷺ کی خلوت گزینی کا احوال، نزول وحی میں

نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہا۔اس عبادت کا بیان ہے جو حضور ﷺ غار حرا میں فرمایا کرتے تھے۔اسی دور میں رویائے صادقہ کا آغاز ہوا اور پھر پہلی وحی کا نزول۔ یہ تمام واقعات مولانا شبلی نے تسلسل کے ساتھ نہایت خوبصورت انداز میں تحریر کئے ہیں۔پھر وہ حالات و واقعات مختصر اور جامع انداز میں لکھے ہیں جن سے متاثر ہوکر حق کے متلاشی اصحاب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ پھر سینہ بہ سینہ تبلیغ اسلام کا بیان ہے۔تین سال بعد جس آیت کے ذریعہ اعلانیہ تبلیغ کا حکم ملا،شبلی نے وہ سورۃ الحجر کی آیت ۹۴ بتائی ہے۔ فاصدع بما تؤمر (پس آپ ﷺ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف سنا دیجئے)۔مولانا شبلی کے بیان سے معلوم ہوا کہ اعلانیہ تبلیغ کا حکم سورۃ المدثر سے نہیں بلکہ اس آیت سے ملا ہے۔

جب دین کا اعلان ہوا تو دوسری طرف مخالفین کمربستہ ہوگئے لہٰذا اب شبلی قریش کی مخالفت کے اسباب عام فہم انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ''قریش کے تحمل کے اسباب'' کے عنوان سے وہ اسباب بتائے ہیں کہ قریش طاقتور ہونے کے باوجود حضور ﷺ کی کیفیت اور اس کے بعد کے واقعات۔ یہ وہ حقائق ہیں جو شبلی کی سیرت النبیؐ میں مختصر اور جامع ہیں لیکن پیر صاحب کی ضیاء النبی ﷺ میں بہت تفصیل سے ملتے ہیں۔ وحی کی تعریف اور وضاحت قرآن کی روشنی میں نہایت عمدہ طور پر کی ہے۔ وحی الٰہی کے مراتب بھی بیان کئے ہیں۔

لفظ نبی اور رسول کی لغوی اور علمی تحقیق کی ہے اور ایک خاص نکتہ اجاگر کیا ہے کہ نبوت کا اظہار تو سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول سے ہوگیا لیکن رسالت کا آغاز اس وقت ہوا جب سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ پیر صاحب کا یہ بیان علماء کی اکثریت کے مطابق ہے یعنی اعلانیہ تبلیغ کا حکم سورۃ المدثر کے ذریعہ ملا۔

تبلیغ کے مراحل بڑے عمدہ انداز سے بیان کئے ہیں۔ اس راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں اور مشکلات کا بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ پہلے مرحلے میں سابقون الاولون کے حالات بھی بیان کئے ہیں جن میں ان پر کفار کی طرف سے کئے جانے والے مظالم کی لرزہ خیز روداد بھی ہے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے

مٹھی بھر مسلمانوں کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے سے کیوں گریز کرتے تھے۔

اس کے بعد حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے واقعات لکھے ہیں۔ وہ آیت جس کو سننے کے بعد حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شبلی سورۃ الحدید کی پہلی آیت بتاتے ہیں جبکہ اکثریت سورۃ طٰہٰ کی آیت بتاتی ہے۔

ایمان لانے کے واقعات دلچسپ انداز میں لکھے ہیں۔ لیکن ابتدائی ایمان لانے والوں میں حضرت زیدؓ بن حارث کا ذکر نظر نہیں آتا۔

دوسرے مرحلے میں قریبی عزیزوں کو دعوت دینے کے حکم کے بارے میں تحریر کیا ہے جس میں سورۃ الشعراء کی آیات کا حوالہ ہے۔

تیسرے مرحلے میں علی الاعلان دعوت حق کا ذکر ہے جو سورۃ المدثر کے نزول سے شروع ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی قریش کی مخالفتوں کا آغاز ہو گیا۔ یہ بیان بھی بڑا تفصیلی ہے جس میں پیر صاحب نے یہ بتایا ہے کہ قریش نے کس طرح مخالفتوں کا آغاز کیا اور کس حد تک گئے، کیا کیا حربے استعمال کئے، کیا کیا لالچ دیئے اور ناکام ہونے پر اذیتوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

کفار کے ظلم و ستم

شبلی نے ''تعذیب المسلمین'' کے عنوان سے قریش کی ایذا رسانیوں کے دل ہلا دینے والے طریقے بیان کئے ہیں۔ ۵ نبوی میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے عاجز آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ شبلی نے اس ہجرت کا احوال مع مہاجرین کے ناموں

پیر کرم شاہ نے صحابہ کرامؓ پر ظلم و ستم کے روح فرسا واقعات بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ انداز بیان ایسا ہے گویا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہیں۔ حبشہ کی طرف کی جانے والی دونوں ہجرتوں کا حال بھی نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ ساتھ ہی مہاجرین کے حالات بھی قلمبند کئے

کے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد ے نبوی میں دوسری	ہیں۔ شعب ابی طالب کا واقعہ بھی بہت تفصیل سے
ہجرت حبشہ کا حال بیان کیا ہے۔ بعد ازاں شعب ابی	لکھا ہے۔
طالب میں محصوری کا مشہور و تکلیف دہ واقعہ قلمبند کیا	
ہے جو تین سال کے عرصے پر محیط ہے۔	

عام الحزن

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کے	پیر کرم شاہ صاحب نے بھی یہ واقعات اسی
انتقال کا سال جو عام الحزن کہلاتا ہے مولانا شبلی نے	طرح ترتیب وار بیان کئے ہیں۔ لیکن شبلی کے مقابلہ
اس کا ذکر بہت مؤثر انداز میں کیا ہے پھر سفر طائف کا	میں بہت زیادہ تفصیل سے تحریر کئے ہیں۔
حال لکھا ہے جو حضورؐ پر انتہائی سخت دن تھا۔	
یہ تمام واقعات علامہ شبلی نے تسلسل اور	
ترتیب کے ساتھ بیان کئے ہیں۔	

انصار مدینہ

اسلام کس طرح بتدریج اپنی منزل کی طرف	''اشاعت اسلام کی تازہ لہر'' کے عنوان سے
بڑھ رہا ہے۔ یہاں سے امید افزا واقعات بیان کرنا	وہ واقعات بیان کئے ہیں جن سے یہ بات ثابت
شروع کئے ہیں کہ یثرب کے لوگ خود آ کر دائرۂ	ہوتی ہے:
اسلام میں قدم رکھ رہے ہیں۔ اس بیان کا آغاز مولانا	اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
شبلی نے بڑے خوبصورت انداز سے کیا ہے:	اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے
''آفتاب کی روشنی دور پہنچ کر تیز ہو جاتی	مدینہ کے بت پرست قبائل کا مکہ آ کر اسلام
ہے۔ شمیم گل باغ سے نکل کر عطر فشاں بنتی ہے۔	قبول کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انتہائی خوشی

آفتاب اسلام طلوع مکہ میں ہوا لیکن کرنیں مدینہ کے افق پر چمکیں"۔

اس روشنی میں راستہ پا کر مدینہ کے بت پرست قبائل کس طرح آفتاب نبوت کے ہالے میں جمع ہوتے گئے۔ چنانچہ بیعت عقبیٰ اولیٰ (۱۱ نبوی) اور بیعت عقبیٰ ثانیہ (۱۲ نبوی) کے بارے میں تحریر کیا ہے اور اوس وخزرج کے نور ایمان سے منور ہونے والے لوگوں کے نام بھی درج کئے ہیں۔

کی بات تھی۔ بیعت عقبیٰ اولیٰ وثانیہ کے بارے میں بھی شاہ صاحب نے حسب معمول نہایت مفصل مواد فراہم کیا ہے۔

ہجرت مدینہ

نبوت ورسالت کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہجرت سنت انبیاء ہے۔ نبی اور رسول کو ایک مشن کے تحت اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتا ہے۔ لہٰذا نبی کو اپنے مشن کی تکمیل کیلئے اگر ترک وطن کرنا پڑے تو اس کو ہجرت کہا جاتا ہے۔

شبلی نے ہجرت مدینہ کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے پہلے ہجرت کا پس منظر مختصراً بتایا ہے۔ پھر عام مسلمانوں کی ہجرت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کفار مکہ نے حضور ﷺ رحمت اللعالمین کے خلاف جو ناپاک منصوبہ بنایا تھا شبلی نے اس کا ذکر بھی تفصیل سے کیا ہے۔ ہجرت سے متعلق علامہ شبلی کے بیان کا مطالعہ کرتے ہوئے بڑے اہم نکات سامنے آتے ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ کی ہجرت

پیر کرم شاہ کی کتاب بہت مفصل ہے۔ ہر بات اور ہر واقعہ کی مکمل تفصیلات دیتے ہیں۔ واقعہ ہجرت انہوں نے اس عنوان سے شروع کیا ہے:

"یثرب کی طرف ہجرت کا آغاز"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہجرت کے واقعات بالکل ابتداء سے بیان کئے ہیں۔ بہت سے صحابہ کی ہجرت کا انفرادی تذکرہ بھی کیا ہے اور پھر حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہجرت کا تفصیلی بیان ہے۔ پہلے ہجرت کی وجوہات اور حکمتیں بیان کی

ایک سربراہ اور لیڈر کیلئے مثال ہے۔ پہلے رعیت کی حفاظت کیلئے انتظامات فرمائے۔ اپنی ہستی کو آخر میں رکھا۔ کفار اب بھی آپ ﷺ کے پاس امانتیں رکھواتے تھے گویا آپ پر اعتماد ہونے کی دلیل دشمنوں نے خود پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے جانثاروں کی مثال جو حضرت علیؓ نے ہجرت کی رات آپ ﷺ کے بستر پر سو کر پیش کی۔ کفار حضور ﷺ کے قتل کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس رات آپ ﷺ کی جگہ پر سونا اپنے آپ کو قاتلوں کے حوالے کرنا تھا لیکن "فاتح خیبر کیلئے قتل گاہ فرش گل تھا"۔ ۲

دوسری مثال حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہجرت کے موقع پر دوستی کا حق ادا کر کے پیش کی۔

ان مثالی واقعات کو بیان کرنے کے بعد شبلی نے سفر ہجرت کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے ہیں۔

غار ثور میں رونما ہونے والے معجزات دفعتاً ببول کے درخت کا اگ جانا اور ٹہنیوں کا غار کو چھپا لینا، کبوتر کا گھونسلا بنا کر انڈے دینا سے متعلق روایات کو غلط اور اس کے راوی کو امام بخاری کے حوالے سے منکر الحدیث اور مجہول قرار دیا ہے۔

لیکن سراقہ بن جعشم کے ساتھ پیش آنے والے ... ہیں۔ اپنے انداز بیان میں مزید تاثیر پیدا کرنے کیلئے علامہ اقبال کے فارسی کلام کا سہارا بھی لیا ہے۔

مخالفین کے اس گمان کی بھی تردید کی ہے کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ نے دشمنوں کے خوف سے مکہ چھوڑا بلکہ اس نکتہ کو بیان کیا ہے کہ کفار تو خود خوفزدہ تھے کہ مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر ان کو ملیامیٹ نہ کر دیں۔ حضور ﷺ نے تو مکہ اس وقت چھوڑا جب اللہ نے حکم دیا۔

پیر صاحب کے تفصیلی انداز بیان کی وجہ سے بہت سے نکات سامنے آتے ہیں۔ یہاں ایک بات یہ سامنے آئی ہے کہ اسلام اور کفر کی نظر میں جہالت اور حکمت کے معیار کتنے مختلف ہیں۔ جس شخص کو اس کی جہالت کی وجہ سے "ابوجہل" کہا جاتا ہے کفار اس کو "ابوالحکم" کہتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے مختلف اسباب اور کفار کے منصوبے بتائے ہیں اور پھر حضور ﷺ کی ہجرت کا تفصیلی بیان ہے اور وہی حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جاں نثاری کا احوال ہے۔

پیر صاحب نے امام حسن عسکری کی تفسیر سے

والے معجزہ یعنی حضورﷺ کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری کے مستند حوالے دیئے ہیں۔ مسجد قباء کی تعمیر کا بھی ذکر کیا ہے۔

تمام واقعات کی تاریخیں علم ہیئت و ریاضی کے ماہرین کی آراء کے مطابق بیان کی ہیں۔

پھر اہل یثرب کے جوش وخروش کا احوال رقم کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضورﷺ کی میزبانی کیلئے بذریعہ قرعہ حضرت ابو ایوب انصاری کا نام نکلا۔ حاشیہ میں اس کی تفصیل بھی لکھی ہے۔

یہ تمام واقعات مولانا شبلی نے نہایت عمدہ انداز سے صحیح بخاری کے حوالوں کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

کچھ اقتباسات پیش کئے ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضورﷺ کو وحی کے ذریعہ یہ ہدایت ناموں کے ساتھ آئی کہ علیؓ کو اپنے بستر پر سلاؤ اور ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ ہجرت میں رکھو۔ اس تفسیر میں حضرت اسحاقؑ کو ذبیح اللہ بتایا گیا ہے۔

پھر بڑے ادبی انداز میں شب ہجرت کا ذکر کیا ہے اور حسب معمول آپ کی مکہ سے روانگی کا مال جزئیات کے ساتھ قلمبند کیا ہے اور سیرت ابن ہشام کے حوالے سے بوقت ہجرت حضورﷺ کی دعا بھی نقل کی ہے۔

تفصیل بیان کرنے کی وجہ سے بہت سی باتیں اس طرح بھی بیان کرتے ہیں جیسے ان کی چشم دید ہیں۔ مثلاً ہجرت کے موقع پر کاشانہ نبوت کا محاصرہ کرنے والے ایک نوجوان سے ایک آدمی کہتا ہے کہ ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ محمدؐ تو تمہارے سروں پر مٹی ڈال کر کب کے جا چکے ہیں''۔

سفر ہجرت کے دوران پیش آنے والے واقعات بہت تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ غار ثور کے منہ پر مکڑی کا جالا بنالینا، خاردار درخت کا اگ جانا، کبوتروں کا گھونسلہ بنا کر انڈے دینا، ان معجزات کو شبلی

نے نہیں مانا ہے۔ جبکہ پیر صاحب ان معجزات کو یقینی اور ان سے متعلق روایات کو مختلف دلائل سے صحیح ثابت کرتے ہیں اور سیرت ابن ہشام میں ابن کثیر کے حوالے سے اس روایت کی سند کو حسن بتاتے ہیں۔

پیر صاحب نے شیعہ علماء کی ایک بحث چھیڑی ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حضورﷺ کے ساتھ ہجرت کے بارے میں جولب کشائی کی گئی ہے، اس کو پر جوش انداز میں زیر بحث لائے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض الفاظ ایسے جن کے کئی معنی نکلتے ہیں ان کی معنوی وضاحت بھی کی ہے۔

حضور اکرمﷺ کے مکہ چھوڑنے کے بعد کفار کی بے چینی کا حال لکھا ہے۔ ابن ہشام کے حوالے سے ''شاہراہ ہجرت'' کے عنوان سے نہ صرف راہ میں پیش آنے والے واقعات بلکہ مختلف مقامات کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔ قباء میں تشریف آوری، یہاں چودہ دن قیام پھر یثرب کی طرف روانگی کا احوال لمحہ بہ لمحہ کی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے پہلی نماز جمعہ کا خطبہ نقل کیا ہے۔ پھر مدینہ میں آپﷺ کے استقبال کا حال بیان کیا ہے اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے گھر قیام فرمانے کا سبب بیان کیا ہے۔

حیات طیبہ کے مدنی دور کے منتخب اہم واقعات:

حیات طیبہ کا مدنی دور جس کو امن کا دور کہا جاتا ہے دراصل وہ اس لحاظ سے امن کا دور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اہل مکہ کے ہر روز کے ظلم وستم سے محفوظ و مامون ہو گئے تھے اور ایک پر سکون جگہ میسر آ گئی تھی۔ لیکن اہل مکہ نے مسلمانوں کو یہاں بھی چین سے نہیں رہنے دیا اور دیار اسلام پر حملے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مسلمانوں نے ان حملوں کا جواب دیا اور تائید ایزدی سے کامیابیاں حاصل کیں۔

مدنی دور وہ ہے کہ جس میں اس انقلاب عظیم کا آغاز ہوا جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی، جس کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ہے۔ دراصل یہی اسلام کی ترقی کا دور ہے۔

مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا جو ایک فلاحی ریاست تھی۔ جس کا بانی وسربراہ اللہ کا نبی تھا۔ اس سربراہ نے اس ریاست کا جو انتظام وانصرام فرمایا وہ دنیا بھر کی فلاحی ریاستوں کیلئے نمونہ ہے۔ یہی سب انتظامات مدنی دور کے واقعات ہیں۔ ان کو ہم تین حصوں انتظامی معاملات، دفاعی وخارجی معاملات اور شرعی معاملات میں تقسیم کر کے دونوں کتب کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں۔

انتظامی معاملات
(تعمیر مسجد، مؤاخات، میثاق مدینہ)
﴿تعمیر مسجد﴾

مولانا شبلی نعمانی نے حضور اکرم ﷺ کے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام کا حال لکھنے کے بعد براہ راست مسجد کی تعمیر کا ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر، ان کی بناوٹ وسادگی کا حال بھی بیان کیا ہے۔ نیز صفہ کا ذکر بھی کیا ہے جو دنیا کی پہلی اقامتی درسگاہ کا درجہ رکھتی ہے۔

شبلی صحیح بخاری باب المساجد کے حوالے سے

پیر کرم شاہ صاحب نے سب سے پہلے مدینہ منورہ کی فضیلت بیان کی ہے۔ پھر ہجرت کے واقعات سال بہ سال کی ترتیب سے قلمبند کئے ہیں۔ جاء مسجد کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ ایک کھلا میدان تھا جہاں لوگ کھجوریں سکھایا کرتے تھے قبروں کا ذکر پیر صاحب نے نہیں کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف مدارج النبوت ودیگر حوالوں سے لکھا ہے کہ

بتاتے ہیں کہ مسجد کی زمین کی قیمت حضرت ابو ایوبؓ نے ادا کی۔ یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ایک ایسا میدان تھا جس میں کچھ قبریں اور کھجور کے کچھ درخت تھے۔ حضورؐ نے قبریں اکھڑوا کر زمین ہموار کروادی۔ مسجد کی سادگی کی تصویر کشی کی ہے۔ پھر اذان کی ابتداء کے بارے میں بتایا ہے اور بخاری کی حدیث سے دلیل دی ہے کہ اذان کا مشورہ حضرت عمرؓ کا تھا۔

زمین کی قیمت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ادا کی۔ پھر حسب طریقۂ سابق مکمل تفصیلات کے ساتھ مسجد کی تعمیر کا احوال لکھا ہے۔ حجروں کی تعمیر اور ان کی سادگی کا بھی بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ صفہ اور اہل صفہ کا احوال بھی انتہائی موثر انداز میں بیان کیا ہے۔

مؤاخات

مسلمانوں میں آپس میں یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اس معاہدہ نے مسلمانوں کو آپس میں دینی اخوت کے رشتہ میں ایسا پرویا کہ خونی رشتہ سے بھی بڑھ گیا۔ یہ نبیؐ کی سوچ تھی جس پر عمل ہوا تو قرآن نے اس کی توثیق کردی۔ انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ کا یہ رشتہ قائم کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑا معاشی مسئلہ حل فرمایا۔ جس کی وجہ سے نہ انصار پر کوئی بوجھ پڑا اور نہ مہاجرین کی خودداری مجروح ہوئی۔

مؤاخات کا ذکر مولانا شبلی نے بڑے موثر انداز میں مختصر اور جامع کیا ہے۔ جس میں انصار مدینہ کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت، ان کی بے مثال میزبانی، کشادہ دلی، ہر موقع پر ایثار و قربانی کا مظاہرہ۔ دوسری طرف مہاجرین کی غیرت وحمیت، خودداری، محنت و مشقت اور رزق حلال کی تلاش کا احوال اتنے عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے کہ چند سطور

پیر کرم شاہ صاحب نے مؤاخات کی بھی پہلے تاریخ بیان کی ہے اور وہ بات جو کسی اور کتاب میں نظر نہیں آئی وہ یہ کہ مکہ میں بھی رشتہ اخوت قائم کیا گیا تھا جو اسلام قبول کرنے والے دو دو صحابہ کے درمیان ہوا۔

سبل الہدیٰ کے حوالے سے ان صحابہ کرام کی فہرست بھی دی ہے۔ اس وقت بھی حضور اکرم صلی

پڑھ کر ہی ان معزز ہستیوں کی سیرت و کردار سامنے آ جاتا ہے۔ نیز صحابہ کرامؓ کی اسلام اور پیغمبر اسلام سے محبت اور ایمان کی پختگی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ اس کے بعد مدینہ میں قائم ہونے والے رشتۂ اخوت پر بحث کی ہے اور تفصیل سے اس کا تجزیہ کیا ہے اور پھر وہی انصار کا ایثار اور مہاجرین کی خودداری کے تقریباً وہی واقعات بیان کئے ہیں جو ''سیرت النبیؐ'' میں ہیں۔ فرق وہی اجمال و انفصال کا ہے۔

میثاق مدینہ

مولانا شبلی کی سیرت النبی ﷺ میں یہود کی مختصر تعریف بیان کی گئی ہے اور میثاق مدینہ کی چند شرائط کا ذکر ہے۔ اس معاہدہ کے بارے میں مولانا شبلی نے بہت زیادہ اختصار سے کام لیا ہے اور سرسری سا اس کا ذکر کیا ہے۔

پیر کرم شاہ صاحب نے اس معاہدہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔ اس معاہدہ کی ۴۷ دفعات ضبط تحریر میں لائے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے حوالے سے یہ دفعات عربی میں ڈاکٹر نثار احمد کے اردو ترجمہ کے ساتھ درج کی ہیں اور ان ہی حوالوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صرف پہلا بین الاقوامی معاہدہ ہی نہیں بلکہ دنیا کا پہلا تحریری دستور بھی تھا۔ بعد ازاں یہودیوں کے خبث باطن اور بدطینی کا تفصیلی بیان ہے۔ ساتھ ہی مغربی مفکرین کے تذکرے بھی لکھے گئے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ مغرب کے فلاسفر بھی آپ ﷺ سے کس قدر متاثر تھے۔

دفاعی و خارجی معاملات

(سلسلۂ غزوات، یہودیوں سے تعلقات، صلح حدیبیہ، سلاطین کو دعوت اسلام)

حیات طیبہ کے مدنی دور کے واقعات میں دفاعی و خارجی معاملات کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ جو مملکت اسلام قائم ہوئی تھی اس کو برقرار رکھنا لازمی تھا۔ دشمنان اسلام اس کو ختم کرنے کے درپے تھے، چنانچہ جہاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ نیز ان ہی مخالفین کے ساتھ کچھ معاملات طے کرنا بھی ضروری تھے، اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلانا بھی تھا۔ چنانچہ مختلف مملکت کے سربراہوں کو تبلیغی خطوط بھی ارسال کئے گئے۔

ارباب سیر غزوات و جہاد کا جتنا ذکر کرتے ہیں، اہل یورپ اس سے اپنی غرض کے مطابق نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ ہمارے مصنفین نے اپنی تحریروں میں دشمنان اسلام کے اس زہریلے پروپیگنڈے کا جواب دیا ہے۔ مولانا شبلی اور پیر کرم شاہ نے غزوات کا ذکر اس طرح کیا ہے:

سلسلۂ غزوات

مولانا شبلی نے سب سے پہلے قبل از اسلام جنگوں کے بارے میں عربوں کی جو سوچ تھی وہ بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں کے عموماً دو سبب ہوتے تھے، ضرورت معاش اور انتظام۔ ضرورت معاش مال غنیمت سے پوری کرتے تھے اور جنگجویانہ خاصیت ان کو انتقام پر ابھارتی تھی۔ نیز مولانا نے جنگ میں ان کے وحشیانہ افعال کا بھی رونگھٹے کھڑے کردینے والا حال بیان کیا ہے۔	پیر کرم شاہ صاحب نے بھی غزوات و سرایا کا بیان اچھے انداز میں کیا ہے۔ غزوہ اور سریہ میں فرق مختصر اُبتانے کے بعد ان مہمات کا ذکر کیا ہے جو نبی کریم ﷺ روانہ فرماتے تھے۔ ان مہمات کے مقاصد بڑے عام فہم انداز میں بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد غزوات و سرایا کا تفصیلی بیان شروع کیا ہے۔ جہاد کی اہمیت بتاتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ ملت اسلامیہ کے سیاسی استحکام اور ترقی کیلئے جدوجہد کتنی لازمی ہے۔
یہ سارا احوال بتانے کے بعد جنگ میں اسلام کے مقرر کردہ اصول وقواعد واضح طور پر بیان	بعد ازاں چھوٹے بڑے غزوات و سرایا کی مکمل تفصیلات تحریر کی ہیں۔ یہاں تک کہ شرکاء جہاد

کئے ہیں اور غزوات نبوی کے اسباب بھی بتائے ہیں۔ یہ حقیقت واضح کی ہے کہ مسلمانوں نے اس وقت ہتھیار اٹھائے جب اللہ نے ان کو اجازت دی کہ خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ آیات کے حوالے سے شبلی نے واضح کیا ہے کہ مسلمان درحقیقت لڑنے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو لڑائی کے جو آداب سکھائے ہیں ان پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔

غزوہ اور سریہ کا فرق بتا کر غزوات و سرایا کا تفصیلی بیان شروع کیا ہے۔ اس بات کو دوبارہ واضح کیا ہے کہ اسلام نے جنگی معاملات میں کس قدر اصلاحات کیں اور جنگ کو دنیا سے برائیوں کے خاتمہ کا ذریعہ بنادیا جو قبل از اسلام دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان اصلاحات کی وجہ سے لڑائی عبادت بن گئی اور مسلمانوں کے فرائض میں شامل ہوگئی۔

کے حالات بھی لکھے ہیں۔

یہاں پیر صاحب کا انداز تحقیقی نہیں بلکہ بیانیہ ہے اور بیان بھی ایسا گویا آنکھوں دیکھا حال پیش کرر ہے ہیں۔ کفار کی حرکات وسکنات، ان کے سرداروں کے مکالمے اور تیاریاں وغیرہ تفصیل سے تحریر کی ہیں۔

شاہ صاحب کی کتاب میں ایسے واقعات کثرت سے ملتے ہیں جو سیرت کی دوسری کتب میں عام طور پر نہیں پائے جاتے۔ تفصیلی انداز کی وجہ سے تیسری جلد تک صرف بدر واحد، غزوۂ بنونفیر اور واقعہ افک پائے جاتے ہیں۔ جبکہ مولانا شبلی نے پہلی ہی جلد میں غزوہ تبوک تک کے حالات بیان کرنے کے بعد غزوات پر دوبارہ نظر ڈالی ہے۔

یہودیوں سے تعلقات

جس وقت حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، یہاں یہودی چھائے ہوئے تھے اور بت پرست قبائل ان کے ماتحت رہتے تھے۔ مسلمانوں کی آمد سے یہودیوں کی حیثیت ثانوی ہوگئی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ کہلاتا ہے تا کہ ان کے دلوں میں جو کینہ و بغض ہونا یقینی تھا، اس کو معاہدہ کے ذریعہ پابند کیا جا سکے۔

مولانا شبلی نے ان یہود کی کیفیت قرآنی حوالوں سے واضح کی ہے کہ یہ کتنے جھوٹے، گناہ کی طرف بڑھنے والے لالچی، خائن اور سود خور قوم ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے ان سے کس طرح کے تعلقات رکھے۔ جہاں مؤافقت ہوسکتی تھی آپ ﷺ نے مؤافقت پسند فرمائی اور جس حد تک جائز تھی رواداری بھی فرمائی۔ یہ تمام باتیں شبلی نے نہایت عمدہ انداز میں اس طرح بیان کی ہیں کہ کتاب کا یہ حصہ پڑھ کر یہود کی بدفطرتی اور چالبازیاں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ اس کے بعد شبلی وہ تاریخ بیان کرتے ہیں کہ کس طرح مدینہ میں آباد یہود کے تین خاص قبائل کا خاتمہ ہوا۔	پیر کرم شاہ صاحب نے میثاق مدینہ کا حسب طریقۂ سابق تفصیلی مواد فراہم کیا ہے، اس کی چند شقیں بھی تحریر کی ہیں۔ میثاق مدینہ کے حوالے سے مستشرقین جو قیاس آرائیاں کرتے ہیں اس سے بھی بحث کی ہے۔ پھر ان یہود کا احوال لکھا ہے جس کی مسلمانوں کے خلاف سرگرمیاں نا قابل معافی تھیں چنانچہ ان کو قتل کروادیا گیا۔ اس کے بعد ان یہودی قبائل کا مدینہ سے نکالے جانے کا احوال خلاف معمول مختصر اور جامع انداز میں تحریر کیا ہے جنھوں نے میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کی ان میں بنو قینقاع، بنو نفیر اور بنو قریظہ شامل ہیں۔

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ تاریخ اسلام کا انتہائی اہم واقعہ ہے۔اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت اور خارجہ پالیسی کا شاہکار قرار دیا جاتا ہے۔مولانا شبلی نے اس معاہدہ کو اسلام کی تمام آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ کہا ہے۔قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان یہ معاہدہ قریش کی برتری ظاہر کررہا تھا جس سے بعض صحابہ پریشان بھی ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ معاہدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو''فتح مبین''قرار دیا اور جلد ہی یہ مسلمانوں کی فتح ثابت ہوگیا۔سیرت النبی ﷺ اور ضیاء النبی ﷺ دونوں میں یہ عظیم الشان واقعہ تفصیل سے درج ہے۔

مولانا شبلی نے بڑے عمدہ انداز سے صلح حدیبیہ کا واقعہ تحریر کیا ہے۔زیارت کعبہ کیلئے مسلمانوں کی تڑپ، کفار کا مسلمانوں کے اس کام میں سدراہ بن جانا، پھر بیعت رضوان کا واقعہ درمیان میں پیش آجانا جس سے مسلمانوں کا جوش و ولولہ کفار نے دیکھا، حضور اکرم ﷺ سے صحابہ کی عقیدت کا منظر جو سفیر قریش کو دیکھنے کا موقع ملا اور پھر کفار کے رویے میں نرمی کا آنا جس سے وہ معاہدہ پر آمادہ ہوئے، معاہدہ کی شرائط کا کفار قریش کی جانب سے مقرر کرنا، حضور ﷺ کی طرف سے قبول فرمالینا ان شرائط کا بظاہر کفار کے حق میں ہونا لیکن درحقیقت مسلمانوں

پیر کرم شاہ صاحب نے''صلح حدیبیہ''کے بجائے''غزوۂ حدیبیہ''کا لفظ استعمال کیا ہے۔اس واقعہ کا تاریخی پس منظر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان جو مذاکرات اور اس سلسلہ میں جو پیغام رسانی ہوئی اس کی بھی غیر معمولی تفصیلات بیان کی ہیں ساتھ ہی ان نکات کی بھی نشاندہی کرتے گئے ہیں جو مسلمانوں کی حالت احرام میں تربیت کے حوالے سے سامنے آتے گئے ہیں۔

قریش کی پیش کردہ شرائط جن کو حضورؐ نے منظور فرمایا اس سے مسلمانوں کی پریشانی بالخصوص حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مکالمہ بھی تحریر

کے حق میں ہو جانا۔	کر دیا ہے۔
یہ تمام واقعات مولانا شبلی نے بڑے تسلسل اور استناد کے ساتھ بیان کئے ہیں۔	ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے جس میں حضورﷺ کی عہد کی پاسداری اور عاشقان نبیﷺ کیلئے راہوں کا ہموار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پھر بیعت رضوان کا ذکر اس انداز میں ہے کہ اس درخت کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے جس کے سائے میں حضورﷺ نے بیعت لی تھی۔ اس ذکر کا عنوان ہی انہوں نے ''شجر بیعت'' رکھا ہے۔

سلاطین کو دعوت اسلام

صلح حدیبیہ کے نتیجے میں قریش مکہ کی طرف سے جنگ کا خطرہ ٹل گیا تو اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلانے کا موقع میسر آیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مملکتوں کے سربراہوں تک تبلیغ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے۔ جس کا مختلف ردعمل سامنے آیا۔

مولانا شبلی نے ضروری جزئیات کے ساتھ ان تبلیغی خطوط، ان خطوط کو لے جانے والے صحابہ کرامؓ اور ان سلاطین کا ذکر کیا ہے جن کو یہ خطوط ارسال کئے گئے۔ پھر ان سلاطین نے جو رویہ اختیار کیا اس کا بھی مفصل بیان ہے۔ گستاخ رسولﷺ خسرو پرویز کا انجام بھی لکھا ہے۔	پیر صاحب نے بھی ان خطوط کی اہمیت واضح کی ہے۔ خطوط لے جانے والے صحابہ کرامؓ اور سلاطین کے نام مذکور ہیں۔ اس کے بعد ان خطوط کا عربی متن مع ترجمہ درج کتاب کیا ہے۔ شاہ صاحب نے بھی تقریباً وہی انداز اختیار کیا ہے جو شبلی نعمانی کا ہے۔

شرعی معاملات

نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا مقصد بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی تھا۔لہٰذا ان کے اذہان میں انقلاب برپا کرنے اور صحیح عقائد ان کے قلوب میں راسخ کرنے کے بعد اب ان کی تربیت کا مرحلہ آیا۔مدینہ منورہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دارالسلام عطا فرمادیا تھا لہٰذا اب ان کو بہت سے اعمال کا مکلّف بنایا جانا تھا تاکہ وہ اپنا فرض منصبی ادا کرسکیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد فرمایا ہے یعنی ''تم وہ امت ہو جو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو''۔شرعی احکام کا بیان کتب سیرت النبی ﷺ کا لازمی حصہ ہے کیونکہ یہی نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے۔زیر مطالعہ کتب میں یہ معاملات بہت جامع انداز میں موجود ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی نے سن وسال کے لحاظ سے واقعات بیان کرنے کے دوران جہاں کوئی حکم نازل ہوا اس کو بیان کردیا۔مثلاً ۲ ہجری کے واقعات کے درمیان میں آیت جہاد کا نزول، روزہ کی فرضیت، دوگانۂ عید، ۳ ہجری کے واقعات میں حکم وراثت کا نزول، نکاح مشرکہ کی تحریم، ۴ ہجری کے واقعات میں حرمت شراب وغیرہ وغیرہ۔اسی طرح ہر سال کے احکام بیان کئے ہیں۔ جلد دوم میں یہ تمام شرعی معاملات تفصیل سے بیان کئے ہیں۔فرض اور نفلی عبادات، معاشرتی معاملات جن میں نکاح و طلاق، وراثت و وصیت،	پیر کرم شاہ صاحب نے بھی اس طرح سن و سال کے لحاظ سے ان احکام کو بیان کیا ہے۔لیکن احکام بیان کرنے میں شبلی سے مختلف انداز اختیار کیا ہے۔پیر صاحب نے ایک سن میں نازل ہونے والے واقعات ایک ساتھ بیان کئے ہیں۔مثلاً ٦ ہجری میں نازل ہونے والے احکام تسلسل سے اس طرح یکجا کئے ہیں: فرضیت حج، حالت احرام میں شکار کی پابندی، نماز استسقیٰ، حکم ظہار، حرمت شراب وغیرہ۔ ''ضیاء النبی ﷺ'' کا انداز ''سیرت النبی ﷺ'' سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ ایک سن میں نازل ہونے والے احکام ایک جگہ لکھے ہیں۔جبکہ

وقف کے قوانین، حلال وحرام کے معاملات غرضیکہ آپ ﷺ کی تمام تعلیمات کو بیان کیا ہے۔ ۱۰ ہجری میں وصال نبیؐ تک کے واقعات اسی جلد میں مکمل کرنے کے بعد اب نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے اعمال و افعال کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ گویا پہلے آپ ﷺ کی تعلیمات رقم کیں۔ اب یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی ان ہی تعلیمات پر عمل پیرا تھی اور آپ ﷺ نے جن امور کی تعلیم بنی نوع انسان کو دی آپ ﷺ خود اسی پر عمل پیرا تھے۔ یہ طریقہ بیان مولانا کا بہت ہی افادیت سے بھرپور ہے۔ نبی کریم ﷺ کے معمولات، مجالس، عبادات، اخلاق غرض زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق آپ ﷺ کی ذات اقدس کا عمل قلمبند کیا ہے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ کی گھریلو زندگی جن میں ازواج مطہرات، اولاد نبی ﷺ، ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ کے برتاؤ کی تفصیلات بھی تحریر کی ہیں۔ آپ ﷺ کی نجی زندگی کا احوال مستند حوالوں کے ساتھ دیکھنا ہو تو شبلی اور ان کے شاگرد سید سلیمان ندوی کی تصنیف سیرت النبی ﷺ میں ملتی ہے۔

سیرت النبی ﷺ میں واقعات کے دوران جب حکم نازل ہوا ہے، اس کو بیان کردیا گیا ہے۔

منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد ہم ایسے موضوعات کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں جو مستقل موضوعات ہیں یعنی معجزات اور تحریک استشراق۔

معجزات

اللہ تعالیٰ دلائل و براہین کے ذریعہ اپنے انبیاء کی تائید فرماتا ہے۔ یہ دلائل و براہین عرف عام میں ''معجزات'' کہلاتے ہیں۔ یہ انبیاء کرام کی ذات سے صادر ہونے والے ایسے افعال ہوتے ہیں جو دوسرے انسانوں کیلئے خارق فہم ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے جن میں سب سے بڑا اور زندہ معجزہ قرآن حکیم ہے۔ جس کی حقانیت اور پیشن گوئیاں سامنے آتی چلی جارہی ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ''سیرت النبی ﷺ'' اور ''ضیاء النبی ﷺ'' دونوں تصانیف میں معجزات کا تفصیلی بیان ہے۔

سیرت النبی ﷺ میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ جلد سوم مکمل طور پر دلائل و معجزات ہی سے متعلق ہے۔ اس میں معجزہ کے حوالے سے ان تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات ملتے ہیں جو انسان کے ذہن میں پیدا ہوسکتے ہیں۔ پھر ان دلائل و آیات کا سیرت محمدی ﷺ سے تعلق بتایا ہے۔ عقل و فلسفہ، وحی و الہام و مشاہدہ غرض ہر لحاظ سے معجزہ کی حقانیت کے ثبوت پیش کئے ہیں۔ یہ ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ کی تو شخصیت ہی معجزۂ الٰہی ہے اور حس حقیقی رکھنے والے انسان نبی کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں وہ معجزہ طلب نہیں کرتے۔ اس ضخیم جلد میں معجزہ سے متعلق

ضیاء النبی ﷺ کی جلد پنجم میں ''المعجزات'' کے عنوان سے مضمون قلمبند کیا ہے۔ اس مضمون کے سرورق پر جو آیت مبارکہ درج کی ہے اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ کا اصل اور ہمیشہ زندہ رہنے والا معجزہ قرآن کریم ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ ثابت ہوتا جاتا ہے۔ پھر اپنے مضمون میں نہایت عام فہم انداز میں معجزہ کی وضاحت کی ہے۔ بڑے احسن طریقے سے بتایا ہے کہ حضور ﷺ کو ایسے معجزات عطا ہوئے جو ہر طبقہ کیلئے ضروری تھے پھر حضور ﷺ کے سب سے بڑے معجزے قرآن حکیم کا طویل تذکرہ کیا ہے جس میں قرآن کی فصاحت و بلاغت اور دیگر

سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مصنف نے معجزات کی دو اقسام ترتیب دی ہیں ایک وہ جو لوازم نبوت ہیں اور ہر نبی کے ساتھ پیش آئے۔ یہ دلائل و براہین ہیں۔ ان کا نام "خصائص النبوہ" رکھا ہے اور دوسرے وہ واقعات ہیں جو ہر نبی کے زمانے کے حالات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا فرمائے۔ عام طور پر ان ہی کو معجزات کہا جاتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ میں ایسے معجزات بھی بیان کئے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً حضور ﷺ کی ذات والا صفات سے صادر ہوئے۔ سیرت النبی ﷺ میں ان معجزات کو بھی مختلف ابواب میں استناد اور ماخذوں کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے وہ آیات و دلائل پیش کئے گئے ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ پھر وہ معجزات جو صحیح اور مستند روایتوں سے ثابت ہیں۔

وجوہ اعجاز قرآن بڑی تفصیل سے رقم کی ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے مقابلہ میں ضیاء النبی ﷺ میں قرآن کریم کے اعجاز پر بڑا تفصیلی بیان ہے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً پیش آنے والے بے شمار معجزات میں سے خاصی تعداد میں ان کا ذکر کیا ہے۔ سیرت النبی ﷺ میں بھی ان معجزات کا بیان ہے۔

مستشرقین

مستشرقین کی تحقیقی کاوشوں کا سب سے بڑا مقصد اسلام کو ختم کرنا ہے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا۔ وہ اس حقیقت سے واقف تھے کہ اسلام کی بنیاد اور ملت اسلامیہ کی قوت کا دار و مدار قرآن اور صاحب قرآن کی سیرت پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ لہٰذا انہوں نے ان دونوں ستونوں کو کمزور کرنے کی

سرتوڑ کوشش کی ہے۔قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کی شخصیت پر طرح طرح کے اعتراضات اٹھائے تاکہ لوگوں کو بدگمان کریں اور خود مسلمانوں کو ان کے دین سے دور کریں۔ سیرت النبی ﷺ اور ضیاء النبی ﷺ دونوں کتب میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہے۔

مولانا شبلی نے سیرت طیبہ پر جو قلم اٹھایا ہے اس کا محرک مستشرقین کی قرآن و سیرت سے متعلق ہرزہ سرائی تھا۔لہٰذا انہوں نے کتاب کے شروع ہی میں مستشرقین کی ان زہریلی کتابوں کا خلاصہ اور ان کے مصنفین کی ذہنی پراگندگی کا جائزہ پیش کردیا ہے۔ یورپین تصنیفات کا مطالعہ کرنے کے بعد شبلی نے ان کا جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ ساری تحریک استشراق کا خلاصہ ہے۔

شبلی کیونکہ مؤرخ بھی ہیں اس لئے انہوں نے اس تحریک کا تاریخی انداز سے جائزہ پیش کیا ہے۔ اس تحریک کا آغاز کس طرح ہوا، مستشرقین کی سوچ کیا ہے، اپنی تصنیفات میں انہوں نے کیا مواد پیش کیا ہے، ان کی تصنیفات کا عمومی انداز کیسا ہے، تعصب کا دخل کس حد تک ہے؟ ان تمام امور پر انہوں نے تحقیقی انداز سے بحث کی ہے۔مستشرقین کی علوم شرقیہ سے دلچسپی کی پوری تاریخ بیان کی ہے۔شبلی لکھتے ہیں کہ

پیر کرم شاہ صاحب نے مستشرقین پر خاص توجہ دی ہے اور اپنی تصنیف کی آخری دو جلدیں ششم اور ہفتم مکمل طور پر مستشرقین کے بارے میں تصنیف کی ہیں۔ اگرچہ کہ ابتدائی جلدوں میں بھی جہاں ضرورت پڑی مستشرقین کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں جو ہرزہ سرائی کی ہمت کی ہے شاہ صاحب نے اس کا سبب مسلمانوں کی اپنی کوتاہیاں بتائی ہیں اور آج ملت اسلامیہ کی جو حالت ہے اس پر مسلمانوں کی خبر لی ہے۔تحریک استشراق کا مکمل پس منظر بیان کیا ہے اور یہ حقیقت بتائی ہے کہ مسلمان مادی پسماندگی اور مغرب کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ ان کی ہر ضرورت کی تکمیل مغرب کے واسطے سے ہوتی ہے لہٰذا وہ مغرب کے سامنے احساس کمتری کا شکار ہیں۔ عالم اسلام کی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے بے حساب خزانوں سے مالا مال کیا ہے۔ جس پر

"یورپ ایک مدت تک اسلام کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ جب اس نے جاننا چاہا تو مدت دراز تک حیرت انگیز مفتریانہ خیالات اور توہمات میں مبتلا رہا"۔[۳]

پھر ایک عیسائی مصنف باسورتھ سمتھ کی ایک تحریر سے اقتباس پیش کرتے ہیں کہ

"عیسائیت اسلام کی چند ابتدائی صدیوں تک اسلام پر نہ نکتہ چینی کر سکی اور نہ سمجھ سکی۔ وہ صرف تھرتھراتی اور حکم بجالاتی رہی"۔ [۴]

مستشرقین کی تصانیف میں جو کچھ مواد پیش کیا گیا ہے شبلی نے اس کے چند اسباب بیان کئے ہیں۔

اول یہ کہ عیسائی اسلام سے واقف نہیں تھے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ متعصب تھے۔ فرانس کے ایک مصنف ہنری دی کاستری کی تصنیف سے ایک اقتباس جو شبلی نے درج کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ قرون وسطیٰ میں یورپ میں جو داستانیں اور نظمیں اسلام سے متعلق رائج تھیں وہ بغض وعداوت اور بدگمانیوں سے بھری ہوئی تھیں اور وہی آج تک قائم ہیں۔

مغربی اقوام کی نظریں لگی ہوئی ہیں اور وہ اپنی ٹیکنالوجی کے ذریعہ اس پر قابض ہونا چاہتی ہیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کے اسباب صرف دینی نوعیت کے نہیں ہیں بلکہ معیشت اور سیاست بھی اس کا سبب ہیں لہٰذا وہ مسلمانوں کو ان کے دین سے دور کرنے کی سازشوں میں لگے رہتے ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی سیرت وکردار کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں تا کہ مسلمان بدگمان ہو جائیں اور مذہب اور پیغمبر کی حیثیت ان کی نظروں میں کم سے کمتر ہوتی چلی جائے۔

پیر صاحب کا انداز تحریر ایسا ہے کہ وہ ہر بات کی تہہ تک چلے جاتے ہیں اور ابتداء سے آغاز کرتے ہیں تا کہ قاری پورے سیاق وسباق کے ساتھ بات کو مکمل طور پر سمجھ سکے۔ تحریک استشراق کا پس منظر بھی ابتداء سے بیان کیا ہے اور طلوع اسلام کے وقت یہود ونصاریٰ کی سیاسی اور سماجی حیثیت سے اس بحث کا آغاز کیا ہے اور بتایا ہے کہ قبل از بعثت مبارکہ یہود و نصاریٰ بہت مضبوط حیثیت میں تھے لیکن مذہبی اعتبار سے بے راہ روی کا شکار ہو چکے تھے۔ یورپ کے

سترہویں اور اٹھارہویں صدی کو شبلی یورپ کے جدید عہد کا آغاز قرار دیتے ہوئے مستشرقین کی کوششوں کا ذکر کرتے ہیں بلکہ ہمارے لئے ان کی کچھ خدمات بھی بیان کردی ہیں۔ شبلی کے مطابق اس دور میں مستشرقین کی کوششوں سے نادر و نایاب عربی کتابوں کے تراجم شائع ہوئے، عربی زبان کے مدارس قائم ہوئے۔ خواہ ان کی غرض علمی تھی یا سیاسی۔ شبلی نے ایک اور خاص بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مستشرقین نے جن عربی کتب تاریخ کے تراجم کئے وہ عیسائی عربوں کی تحریر کردہ تھیں جو ماضی میں اسلامی ممالک کے باشندے تھے۔ شبلی کہتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی میں مستشرقین کو حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل رہی۔ علوم شرقیہ کے مدارس اور کتب خانے اور ایشیاٹک سوسائٹیز قائم کیں۔ مشرقی تصنیفات کی طبع و اشاعت کے انتظامات کئے گئے اور تصنیفات کا ترجمہ شروع کیا۔ یہاں شبلی مستشرقین کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جو انہوں نے تصنیف و تالیف کے سلسلے میں کیں۔

تاریک دور کا احوال قلمبند کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مسلمان جس وقت علم و ہنر کی معراج پر تھے، یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاریکی میں رہنے والے روشنی کی طرف لپکے اور مغرب کی فضاؤں میں بھی شمعیں روشن کرنے کا تہیہ کیا۔

پیر کرم شاہ صاحب مستشرقین کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ جو علوم اسلامیہ سے متاثر ہوئے اور مغرب میں بھی ان علوم کی روشنی پھیلائی۔ خود بھی فائدہ اٹھایا اور آج خود مسلمان ان کی کاوشوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس کی کوششیں اسلام دشمنی کیلئے ہیں۔ اس گروہ نے اس علمی ورثے کو اپنے تعصب سے زہر آلود کیا ہے۔ اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔

پیر صاحب نے ایسے گروہ کیلئے بڑا جارحانہ انداز اختیار کیا ہے اور دلائل کے ساتھ اس گروہ کی حقیقت اور اس کے مقاصد بیان کئے ہیں اور جو مسلمان اس گروہ سے متاثر ہو جاتے ہیں ان کو بھی ہشیار کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ

''اصل تاریخی تصنیفات اوران کے تراجم کی اشاعت ممالک اسلامیہ اور یورپ کے تعلقات، مذہبی منافرت کی کمی اور آزادانہ تحقیقات کی خواہش ان تمام چیزوں نے یورپ میں مصنفین تاریخ اسلام اور سوانح نگاران پیغمبر عرب کا ایک کثیر التعداد گروہ پیدا کردیا''۔ ۵

یہاں شبلی نے اپنی اس بات کے ثبوت میں آکسفورڈ کے ایک عالم کا بیان رقم کیا ہے:

''محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے''۔ ۶

یورپی مصنفین کو بھی شبلی نے بڑے اچھے طریقے سے کچھ گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) جو عربی زبان اور اصل ماخذوں سے ناواقف ہیں اور دوسروں کی تصنیفات وتراجم جن کا مستند ہونا ثابت نہیں ان کو اپنے میلان طبع کے مطابق بیان کرتے ہیں۔

مستشرقین کی کارروائیوں کا تاریخی وتجزیاتی جائزہ پیش کرتے ہوئے متعصب مستشرقین کی کارروائیوں کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) قرآن حکیم کی مخالفت

(۲) احادیث کی مخالفت

(۳) سیرت النبیؐ کی مخالفت

(۴) شریعت اسلامیہ کی مخالفت

(۵) تاریخ اسلام کی مخالفت

مستشرقین نے ان تمام جہتوں میں خوب زہرافشانی کی ہے۔ پیر صاحب نے بالکل صحیح نکتہ کی نشاندہی کی ہے کہ اسلامی علوم میں ان کی اس گہری دلچسپی کی وجہ ماضی میں مسلمانوں کی ترقی کا راز جاننا ہے۔ پیر صاحب مستشرقین کی ان کارروائیوں کا جواب دینے کیلئے مسلم مفکرین کو تاکید کرتے ہیں اور خود بھی بھرپور کوشش کی ہے۔ متعدد مستشرقین کی تحریروں کے اقتباسات درج کئے ہیں اور تجزیہ کرتے ہوئے دلائل کے ساتھ ان کو رد کیا ہے۔

پیر صاحب نے مستشرقین کے خیالات و

(۲) جو عربی زبان وادب اور علم تاریخ وفلسفہ کے ماہر ہیں لیکن مذہبی معلومات اور فن سیرت سے نابلد ہیں اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں افتراء پردازی کرتے ہیں۔

(۳) اسلامی مذہبی لٹریچر کا علم رکھتے ہیں لیکن تعصب کی بناء پر کذب بیانی کرتے ہیں۔

(۴) مستند حوالوں اور اصول ومبادی کی پرواہ کئے بغیر کہیں سے بھی کوئی بھی واقعہ اپنی تصنیف میں شامل کر لیتے ہیں۔ اکثر تراجم ان کتب کے کئے ہیں جو عیسائی عربوں کی تحریر کردہ تھیں۔

جذبات کو واضح کیا ہے جو وہ اسلام کے خلاف رکھتے ہیں۔ وہ قرآن کو نبی ﷺ کا وضع کردہ کلام اور احادیث کو مسلمانوں کی گڑھی ہوئی باتیں کہتے ہیں نبی ﷺ کی ذات گرامی پر تنقید کرتے ہیں۔ نزول وحی کے وقت آپؐ کی جو کیفیت ہوتی تھی اس کو مرگی کا دورہ سمجھتے ہیں تعدد ازواج، فترۃ الوحی غرض ان کو جہاں کوئی بات اپنی فہم نارسا کے ذریعہ ایسی نظر آئی جس کے ذریعہ وہ دنیا کو گمراہ کر سکیں وہاں اپنی اس کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ پیر صاحب نے ان کی تمام ہرزہ سرائیوں پر بھر پور تنقید کی ہے۔

عمومی موازنہ

۱۔ ہر نئی کتاب کی بنیاد اس کی پیشرو کتب ہوتی ہیں۔ شبلی کی ''سیرت النبیؐ'' بھی کئی کتب کی روشنی میں تصنیف کی گئی ہے لیکن بنیادی ماخذ قرآن حکیم ہے۔ اس کے بعد احادیث مبارکہ ہیں اور پھر سیرت کی قدیم کتب۔

جبکہ پیر کرم شاہ صاحب نے ''ضیاء النبی ﷺ'' کی بنیاد کتب سیرت پر رکھی ہے لہٰذا سند کے اعتبار سے مولانا شبلی کی ''سیرت النبیؐ'' زیادہ بلند پایہ کتاب ہے۔ اس کے اکثر حوالہ جات صحیح بخاری کے ہیں جبکہ ضیاء النبیؐ میں زیادہ تر حوالے کتب سیرت ہی کے ہیں بلکہ کتاب کا زیادہ حصہ تو سیرت ابن ہشام کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ سیرت النبی ﷺ ایک مجمل کتاب ہے جبکہ ضیاء النبی ﷺ مفصل ہے۔ اگر چہ کہ دونوں کتب سات

سات جلدوں پر مشتمل ہیں لیکن مواد کے لحاظ سے ''سیرت النبی ﷺ''، علم کا خزانہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی تو پہلی جلد ہی میں بیان کر دیئے ہیں۔ بقیہ جلدیں آپ ﷺ کی تعلیمات و اخلاقیات پر مبنی ہیں۔

ضیاء النبی ﷺ میں واقعات کی تفصیل بہت زیادہ ہے۔ مولانا شبلی نے خاص خاص واقعات تفصیل سے لکھے ہیں اور نسبتاً کم اہم واقعات کا صرف تذکرہ کیا ہے اور بہت سے واقعات سے گریز کیا ہے تا کہ زیادہ اہم واقعات تفصیل سے بیان کر سکیں۔ جبکہ پیر صاحب نے چھوٹے چھوٹے واقعات بھی بہت تفصیل سے رقم کئے ہیں۔

۳۔ مولانا شبلی نعمانی کی سیرت النبی ﷺ میں عالمانہ انداز نمایاں ہے۔ اس کے علاوہ وہ اردو زبان میں ابتدائی کتب میں سے ہے اس لئے آج کے سہل پسند طالب علم کیلئے اس کو سمجھنے میں نسبتاً ذہن اور حافظہ پر زیادہ زور دینا پڑتا ہے جبکہ ضیاء النبی ﷺ کا انداز تحریر بڑا سلیس اور بے ساختہ ہونے کے ساتھ ساتھ علمی بھی ہے اور ہر ذہنی سطح کا انسان اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔

۴۔ علامہ شبلی نعمانی کی تحریر میں ادب و بلاغت وغیرہ کے مطالعہ کے اہم اصول ملتے ہیں۔ شبلی کی تحریر سادہ، مدلل اور منطقی ہوتی ہے۔ ان کی تحریر میں بڑا اعتماد اور وثوق و یقین پایا جاتا ہے۔ اعجاز بھی ان کی نثر کا خاص وصف ہے۔ ان کی عبارت کا علمی وقار اور فاضلانہ رعب و ادب قاری پر اثر ڈالتا ہے۔ شبلی ایک بڑے ادیب و دانشور ہونے کے ساتھ ساتھ مؤرخ بھی تھے۔ اکثر تاریخ کے اختلاف کو تحقیق کے ذریعہ حل کیا ہے۔

۵۔ مولانا شبلی کے بیان میں جوش سے زیادہ علمیت نظر آتی ہے جبکہ کرم شاہ صاحب کے بیان میں جوش و جذبہ زیادہ نظر آتا ہے۔

۶۔ مولانا شبلی اپنے بیان کے دوران جہاں ضرورت ہوتی ہے مستشرقین کا نقطۂ نظر بھی بیان کرتے ہیں۔ پھر دلائل سے اس کا رد کرتے ہیں تاکہ مستشرقین کی غلط بیانیاں اور ان کی تردید ایک ساتھ قارئین کی نظر سے گزرے۔ جیسا کہ بحیرہ کا واقعہ ہے۔

پیر صاحب مستشرقین کی ہرزہ سرائی کا نہ صرف جواب دیتے ہیں بلکہ محققانہ انداز اختیار کرتے ہوئے جہاں جس بات کی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے اس کی تحقیق بھی کرتے ہیں۔

۷۔ مولانا شبلی جیسے بہترین مفکر و ادیب کی معرکتہ الآراء کتاب ''سیرت النبی ﷺ'' میں کہیں کہیں کوئی لفظ ایسا بھی نظر آ جاتا ہے جو اس کتاب کے شایان شان نہیں۔ مثلاً بعض مقامات پر لفظ عبادت کی جگہ پوجنے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ روزہ افطار کے لفظ کے بجائے لفظ ''توڑنا'' استعمال کیا ہے۔ مثلاً

''آپ ﷺ روزہ رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ ﷺ کبھی روزہ نہ توڑیں گے۔ پھر روزہ توڑ دیتے تھے''۔

پیر کرم شاہ صاحب کی کتاب ''ضیاء النبی ﷺ'' کی عبارت پر غور کریں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جہاں لفظ ''کو'' استعمال کرنا چاہئے وہاں وہ ''نے'' استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً

''وہ مکانات جہاں اللہ تعالٰی کے برگزیدہ رسول ﷺ ''نے'' اور مہاجرین و انصار کے محبوب مرشد و راہبر ''نے'' رہائش اختیار کرنا تھی''۔

یہ بات شاہ صاحب کی کتاب میں شروع سے لے کر آخر تک نظر آتی ہے۔

۸۔ یورپ کے متعصب مؤرخین آنحضرت ﷺ کے حسن خلق کو آپ ﷺ کی مجبوری اور کمزوری کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ پیر کرم شاہ صاحب نے اس بات کا نہایت سادہ انداز میں مدلل جواب اس

طرح دیا ہے کہ آپ ﷺ کے حسن خلق کے وہ واقعات بیان کئے ہیں جو آپ ﷺ کو مکمل اقتدار حاصل ہونے کے بعد سامنے آئے۔ جب کفار کی گردنیں اسلام کی تلوار کے نیچے تھیں اور ایک جنبش سے ان کو اڑایا جا سکتا تھا، لیکن آپ ﷺ نے ان کو معاف فرما دیا۔ جس کی سب سے بڑی مثال فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کے عفوو درگزر کی ہے۔ دنیا کی تاریخ ایسی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

دونوں کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ مولانا شبلی کی سیرت النبی ﷺ اردو میں پہلی مستند کتاب ہونے کی وجہ سے آئندہ آنے والے مصنفین کیلئے بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اپنے وقت کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ کتاب بے مثال ہے اور آج کے وقت میں ضیاء النبی ﷺ کا جواب نہیں۔ لیکن اردو کتب میں شبلی کی سیرت النبی ﷺ کی اہمیت آج بھی مسلم ہے اور ہر دور میں رہے گی۔

فصل دوم

رحمت اللعالمین ﷺ (قاضی سلیمان منصور پوری) اور سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ (شاہ مصباح الدین شکیلؒ) کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ

ہمارے ابتدائی سیرت نگاروں کا یہ قاعدہ نظر آتا ہے کہ سب سے پہلے وہ نبی کریم ﷺ کے حالات زندگی اور تعلیمات کا خلاصہ پیش کر دیتے ہیں۔اس کے بعد وہی واقعات مفصل تحریر کرتے ہیں۔ یہ ان کے اس ایمان کا تقاضہ ہے کہ موت اٹل حقیقت ہے۔لہٰذا اگر زندگی مہلت نہ دے تو بھی سیرت طیبہ پر مختصر لیکن مکمل کام ہو جائے۔ رحمت اللعالمین ﷺ میں بھی یہی بات نظر آتی ہے۔ یہ کتاب بیسویں صدی کی ابتدائی کتاب ہے جو ان ہی حالات میں لکھی گئی ہے جو مولانا شبلی کو سیرت النبیؐ لکھتے وقت درپیش تھے۔ جس کے تحت مصنفین ومؤلفین کے پیش نظر یہ مقصد تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت وتعلیمات کو اردو زبان میں پیش کرکے برصغیر کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اہل مغرب کا پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف پروپیگنڈہ ناکام ہو جائے۔

جبکہ سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں دارالاسلام میں لکھی گئی ہے جہاں مؤلف کا مقصد اپنے جوش وجذبہ ایمانی کی تسکین اور حب رسول ﷺ کا اظہار ہے۔قدیم وجدید کتاب کا موازنہ کرنے سے دونوں ادوار کا بھی کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہوتا ہے۔

ابتدائیہ

رحمت اللعالمین ﷺ	سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ
رحمت اللعالمین ﷺ کی ابتداء میں مقدمہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے آباء واجداد، عرب اور اہل عرب اور حضور ﷺ کی مکی زندگی کے حالات پر مشتمل ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا مقصد دراصل حضور اکرم ﷺ کے مشن کو بیان کرنا تھا	سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ میں ''سرآغاز'' کے عنوان سے پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی کی جانب سے ایک ابتدائیہ ہے۔ جس میں اس کتاب اور اس کے مؤلف شکیل صاحب کے بارے میں معلومات اور اعزازات کا ذکر ہے۔اس کے بعد شکیل صاحب کے

جو مدنی زندگی میں پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے اور جس کا مقدمہ حیات طیبہ کا مکی دور ہے۔

متعلق ابوالخیر کشفی صاحب کا تفصیلی مضمون ہے۔ پھر کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر سعید ابراہیم صاحب نے پہلے ایڈیشن کا پیش لفظ لکھا ہے۔اس کتاب میں چونکہ نقشہ جات اور مختلف مقامات کی تصاویر بھی ہیں اس لئے ان کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

طباعت واشاعت

طباعت واشاعت کے حوالے سے جب ہم دونوں کتب کا موازنہ کرتے ہیں تو بہت بڑا فرق نظر آتا ہے۔سلمان منصور پوری صاحب کی کتاب کی طباعت واشاعت نہایت سادگی کے ساتھ ہوئی ہے جبکہ شکیل صاحب کی کتاب کی طباعت واشاعت ایک اعلیٰ ادارہ کے تحت نہایت اہتمام کے ساتھ کی گئی ہے۔

اسلام سے قبل عرب کے حالات

قاضی سلمان منصور پوری صاحب نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں بہت عمدہ طریقے سے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نسلی پس منظر بیان کیا ہے۔ دو ہزار قبل مسیح سے ۲۰۷ عیسوی تک کے حالات لکھے ہیں۔جن میں حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی نسل سے خاص خاص لوگوں کا ذکر کیا ہے۔شام ومصر میں حضرت اسحاق وحضرت اسماعیلؑ کا آباد ہونا اور آپ کی نسلوں کا یہاں پھیلنا بتایا ہے۔

مصباح الدین شکیل صاحب کے جن مضامین کو کتابی شکل دی گئی ہے وہ زبردست تحقیقی مضامین ہیں قبل از اسلام خطۂ عرب اور اہل عرب کے بارے میں جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ اکثر کتب میں نہیں ملتیں۔ جزیرہ نما عرب کی جغرافیائی تحقیق، علاقوں کے ناموں کے مطالب و معانی، عربوں کی نسلوں کا تحقیقی بیان، عربوں کی ادبی محافل کا تحقیقی بیان اور ان کے میلوں ٹھیلوں کا ذکر کیا ہے۔

پھر عرب کی جغرافیائی صورتحال بیان کی ہے۔
اس کے بعد اہل عرب کی اخلاقی کیفیت قلمبند کی ہے اور نہایت سہل اور جامع انداز اختیار کرتے ہوئے عربوں کی ہر برائی کا سبب بھی بیان کیا ہے اور ساتھ ہی عربوں میں موجود فطری خوبیوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔
مذہبی حالت کے بیان میں جب وہ الہامی مذہب یہودیت و عیسائیت کا ذکر کرتے ہیں تو ان مذاہب میں لوگوں کی پیدا کردہ خرابیوں کا بیان کرتے ہیں کہ کس طرح ان لوگوں نے ان مذاہب کو خراب کیا۔ خود مذہب کے تابع ہونے کے بجائے مذہب کو اپنی ناقص عقل کے مطابق کرلیا۔
اس کے بعد نہایت خوبصورت اور جامع انداز میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کا خاکہ پیش کیا ہے اور ان تعلیمات کی وجہ سے لوگوں کی سیرتوں میں جو فرق آیا اس کا موازنہ بھی بہت اچھے انداز سے کیا ہے۔
اس کے علاوہ عرب کے حالات میں ان تمام باتوں کا ذکر بھی ہے جو سیرت کی تقریباً ہر کتاب میں ملتے ہیں۔ یعنی ان کے مذہبی، سیاسی، معاشی و معاشرتی حالات۔ لیکن شکیل صاحب نے ہر بات بڑی تحقیق کرکے لکھی ہے۔ خانہ کعبہ کی پوری تاریخ بیان کی ہے۔ شکیل صاحب جو بھی بات بیان کرتے ہیں اپنے وقت کی جدید معلومات کے ساتھ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی تصاویر کے ذریعہ بھی وضاحت کرتے ہیں۔
یہ تمام تفصیلات بیان کرنے کے بعد فوراً ہی حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ پر آگئے ہیں جب آپؑ اپنی زوجہ محترمہ حضرت بی بی حاجرہ اور بچے حضرت اسماعیلؑ کو وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ کے حکم سے چھوڑ آئے تھے۔ اس مختصر ذکر کے بعد قریش کا ذکر کیا ہے اور مکہ کی شہری ریاست کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ پھر عربوں کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی طور طریقوں کی تفصیلات دی ہیں۔ عربوں کی اخلاقی گراوٹ اور تعلیمی پستی کا ذکر کیا ہے اور مکہ کی شہری ریاست کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ پھر عربوں کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی طور طریقوں کی تفصیلات دی ہیں۔ عربوں کی اخلاقی گراوٹ اور تعلیمی پستی کا ذکر کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے مکی دور کے عمومی واقعات کا تقابلی مطالعہ

رحمت اللعالمین ﷺ کیونکہ قاضی صاحب کی وہ کتاب ہے جس کو وہ تفصیل کے لحاظ سے ''متوسط'' کا نام دیتے ہیں اس لئے جو بھی واقعات بیان کئے ہیں وہ نہ تو بالکل مختصر ہیں اور نہ ہی زیادہ طویل۔ واقعات تمام درج کئے ہیں لیکن ہر واقعہ کی تفصیل نہیں دی بلکہ ذکر کیا ہے۔

جب ہم اس کتاب میں حیات طیبہ کے مکی دور کے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو ولادت باسعادت سے لے کر ہجرت مدینہ تک کے واقعات مختصر اور جامع انداز میں ملتے ہیں۔

شکیل صاحب کا انداز تحقیقی ہے اس لئے ایک ایک بات پر تحقیق کر کے لکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی کتاب کی ضخامت رحمت اللعالمین سے زیادہ ہے۔ حالانکہ اس کتاب میں خالصتاً سیرت طیبہ کے حوالے سے حالات درج ہیں یعنی ولادت با سعادت سے رحلت تک کے حالات ترتیب وار دیئے گئے ہیں لہٰذا معلومات کے لحاظ سے سیرت طیبہ پر بہترین کتاب ہے۔ جب اس کتاب میں بیان کردہ مکی دور کے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کتب میں کم وبیش واقعات وہی ہیں لیکن تحقیقی انداز کی وجہ سے ایک ایک چیز کا عنوان دے کر ایک ایک مضمون ایک ایک باب کی صورت میں ہے۔ مثلاً ''ولادت سرور کائنات'' کے عنوان سے جو باب ہے اس میں اسم مبارک رکھے جانے تک کے واقعات ہیں۔

نئے لکھنے والوں کیلئے پرانے لکھنے والے رہنما ہوتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شکیل صاحب نے اپنی تحقیق میں رحمت اللعالمین سے بھی بہت سی باتیں اخذ کی ہیں۔

تاریخ ولادت

جغرافیائی و سائنسی تحقیق کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل، ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بروز پیر بتائی ہے۔

قاضی سلمان منصور پوری صاحب نے کتاب کا آغاز حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسماعیلؑ کے مختصر ذکر سے کیا ہے اور نہایت اختصار کے ساتھ تمام واقعات بیان کر دیئے ہیں جن میں آپ ﷺ کا اسم مبارک رکھا جانا، رضاعت، والدہ کا انتقال، راہب بحیرا کا واقعہ، پیشۂ تجارت کا آغاز، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، حضور ﷺ کا مختلف مواقع پر حکم مقرر ہونا، قرب زمانۂ بعثت کے مختصر حالات، بعثت ونبوت، ورقہ بن نوفل سے ملاقات، حضور ﷺ کا مقصد نبوت، پھر پلٹ کر دنیا کے حالات پر آئے ہیں اور بعثت کے وقت دنیا کی حالت کا مختصر نقشہ کھینچا ہے۔

خاندان کے لوگوں کے دعوت حق دینے کا واقعہ لکھا ہے۔ پھر علی الاعلان تبلیغ اور قریش کی مخالفت وایذا رسانیاں، مظلوم مسلمانوں کی پہلی ہجرت حبشہ، حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا اسلام قبول کرنا، دوسری ہجرت حبشہ کا ذکر نہیں ہے۔ شعب ابی

مؤرخین کی تحقیق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند مؤرخین کی بیان کردہ تاریخ ولادت درج کی ہے۔ یہاں تک کہ یہ عجیب روایات بھی درج کر دی ہیں کہ آپؐ کے والد ماجد کا انتقال آپؐ کی ولادت کے ایک سال بعد ہوا۔ جبکہ قرآن سے ثابت ہے کہ آپ یتیم پیدا ہوئے۔

دیگر واقعات کا مختصر بیان:

رضاعت کو عنوان بنا کر حضرت حلیمہؓ سے متعلق معلومات دی ہیں۔ پھر آپ ﷺ کا والدہ کے زیر سایہ آنا، والدہ کے انتقال کے بعد دادا اور پھر چچا کے زیر کفالت آنا، بچپن میں پیش آنے والے ایسے واقعات بیان کئے ہیں جو ابتدائی میلاد ناموں میں پائے جاتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ کے عہد جوانی کے وہی واقعات لکھے ہیں جو قاضی سلمان صاحب کی کتاب میں ہیں۔ فرق عنوانات کا ہے۔ شکیل صاحب نے یہ واقعات بیان کرتے وقت دلچسپ انداز بیان اختیار کیا ہے۔

غار حراء میں نزول وحی کا واقعہ لکھتے وقت غار حراء کے بارے میں معلوماتی مضمون ہے، نزول وحی کی کیفیت مختصراً بیان کی ہے، پھر حضرت خدیجہؓ کا تسلی

طالب میں محصوری، عام الحزن سفر طائف، واقعہ معراج، طفیلؓ بن عمرو دوسی اور حضرت ابو ذرؓ غفاری کا ایمان لانا، بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ کا ذکر اور پھر یثرب میں اسلام قبول کرنے والوں کی کثرت، سابقین اولین کی شان بیان کی ہے کہ ان اصحاب نے اسلام کیلئے کتنی قربانیاں دیں۔

دینا، ورقہ سے ملاقات کا واقعہ بھی لکھا ہے۔ شکیل صاحب نے ہر سال کے لحاظ سے واقعات لکھے ہیں۔ ہر واقعہ نہایت خوبصورت عنوان دے کر بیان کیا ہے۔

علی الاعلان دعوت حق کے بعد کفار کی مخالفانہ کارروائیوں کا بیان ہے، مخالف سرداروں کی فہرست بھی دی ہے اور ان کے مخالفانہ طرز عمل کے بارے میں بھی بتایا ہے اور اہل ایمان پر اذیتوں کے جو پہاڑ توڑے گئے ان کے دل ہلا دینے والے واقعات لکھے ہیں۔ تمام سابقین اولین کے عظیم الشان ایمان افروز حالات بڑے عمدہ انداز میں تحریر کئے ہیں۔

حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا حال بھی تفصیل سے لکھا ہے اور ان بہادروں کے قبول اسلام سے کفار پر جو گزری اس کی تفصیل بھی لکھی ہے۔

شعب ابی طالب میں محصوری کا واقعہ بھی تحقیق و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ سفر طائف، واقعہ معراج، بیعت عقبہ غرضیکہ کوئی بھی واقعہ جو منصور پوری صاحب کی کتاب میں ہے وہ شکیل صاحب کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ ایک واقعہ جو ان کی کتاب میں ملتا ہے وہ کہیں اور نظر نہیں آیا جو شاید شکیل

صاحب کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابو طالب کے انتقال کے بعد ابو لہب حضور اکرمؐ کی حمایت میں کھڑا ہو گیا اور قریش مکہ کو خبردار کیا کہ اپنے بھتیجے پر کوئی زیادتی برداشت نہیں کروں گا۔

ہجرت

ہجرت کے واقعہ کے بیان کے بغیر تاریخ اسلام یا سیرت طیبہ پر کوئی تصنیف مکمل نہیں ہو سکتی۔ ہجرت تبلیغ دین کا لازمی حصہ ہے۔ سلمان منصور پوری صاحب اور شکیل صاحب دونوں کی کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل سے لکھا ہے۔

مکہ کے مسلمانوں نے تین ہجرتیں کیں۔ دو حبشہ کی طرف ایک مدینہ کی طرف۔ رحمت اللعالمین ﷺ میں دوسری ہجرت حبشہ کا بیان نہیں ہے لیکن ہجرت مدینہ کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کے بعد ام معبد کی زبانی حضور اکرم ﷺ کا حلیۂ مبارک بیان کیا ہے جو انہوں نے اپنے شوہر کو بتایا تھا۔

ام معبد ایک بوڑھی خاتون تھیں جن کے خیمے میں سفر ہجرت کے دوران حضور ﷺ نے کچھ وقت قیام فرمایا تھا۔ یثرب پہنچنے سے پہلے قباء میں آپ ﷺ کے قیام، مسجد کی تعمیر پھر بنی سالم کے محلّہ

شکیل صاحب نے ہجرت حبشہ اول و دوم کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مہاجرین کے ناموں کی فہرست بھی دی ہے۔ دوسری ہجرت حبشہ کو ۶ نبوی کا واقعہ بتایا ہے۔ نجاشی حبشہ کو اولین موحد بادشاہ لکھا ہے اور نجاشی کے بہترین سلوک کا ذکر کیا ہے۔

ہجرت مدینہ کے واقعہ کو بھی بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا۔ راہ میں پیش آنے والے واقعات بھی اچھے انداز میں تحریر کئے ہیں بعد ازاں انصار میں سے مشہور صحابہ کرام کے بارے میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔

ان کے مختصر حالات زندگی قربانیوں اور اعلیٰ درجات کا بیان ہے۔

میں پہلی نماز جمعہ کی ادائیگی اور اسلام کا پہلا خطبۂ جمعہ نقل کیا ہے۔ آخر میں حضور ﷺ کا یثرب میں داخلہ اور اور شہر کا نام "مدینۃ النبی ﷺ" رکھا جانے کا حال لکھا ہے۔ حیات طیبہ کے مکی دور کے واقعات بیان کرنے کے بعد قاضی صاحب نے مدنی دور کے حالات و مشکلات کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مدینہ میں بھی مشکلات بہت تھیں لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دنیاوی طاقت سے بھی نواز دیا تھا اس لئے مسلمانوں نے ان مشکلات پر قابو پا لیا۔	اظہار نبوت کے بعد تین سال کے واقعات مجموعی طور پر بیان کئے ہیں اس کے بعد سال بہ سال کے لحاظ سے واقعات تحریر کئے ہیں۔

حیات طیبہ کے مدنی دور کے عمومی واقعات

حیات طیبہ کا مدنی دور وہ ہے جب اسلام غالب آ چکا تھا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے طاقت سے نواز دیا تھا۔ مکہ میں مسلمان کمزور تھے، مظلوم تھے، کفار مکہ مظالم ڈھاتے تھے لیکن مسلمانوں کو جواب دینے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق زندگی گزار رہے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو ملک اور فرمانروائی عطا کر دی۔ چنانچہ انہوں نے نہ صرف مدینہ میں پیش آنے والی مشکلات پر قابو پایا بلکہ دنیا کا بیشتر حصہ اپنے زیر نگیں کر لیا۔

قاضی صاحب کی تصنیف کا زیادہ حصہ حضورﷺ کی مدنی زندگی پر مشتمل ہے۔ آپﷺ کی ذاتی زندگی جس کا ترپن سالہ دور مکی ہے اس کے واقعات مختصر لکھے ہیں لیکن آپﷺ کی تعلیمات جس کا زیادہ حصہ مدنی دور سے تعلق رکھتا ہے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ حیات طیبہ کے مدنی دور کا آغاز وہ باب اول سے کرتے ہیں۔ جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اس سے پہلے جو کچھ بیان کیا گیا وہ مدنی دور کا پس منظر تھا۔ مدنی دور میں سب سے پہلے قیام و استحکام امن کیلئے بین الاقوامی معاہدہ میثاق مدینہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد قریش مکہ کی سازشیں اور مدینہ پر ان کے حملوں کا بیان ہے جس کے نتیجے میں کئی غزوات وقوع پذیر ہوئے۔

بعد ازاں چند جاں نثاران نبیﷺ کا ذکر کیا ہے۔ پھر صلح حدیبیہ کا اشارۃً ذکر کرتے ہوئے فتح مکہ کا مختصر احوال لکھا ہے جس میں دشمنان اسلام پر غلبہ پانے کے بعد ان کو عام معافی دینے کا بے مثال واقعہ تحریر کیا ہے اور اسلامی فوج کو جو ہدایات دی جاتی تھیں وہ بھی بیان کی ہیں ان نکات کو واضح کرکے دنیا کے سامنے تعلیمات نبویﷺ پیش کی ہیں۔

شکیل صاحب کی کتاب میں مدنی دور کے واقعات بھی نہایت ترتیب سے سال بہ سال کے لحاظ سے بیان کئے گئے ہیں اور ''قباء کی بستی'' کے عنوان سے آغاز کیا ہے اور بڑی تفصیل سے قباء میں پہنچنے کا احوال قلمبند کیا ہے۔ مدینہ کے مشہور قبائل اوس و خزرج کی تاریخ بیان کی ہے۔ انصار کی بستیوں کی بھی تفصیل لکھی ہے۔ قباء کے بیان میں مسجد قباء کی تعمیر اور فضیلت بیان کی ہے۔ قباء سے یثرب کی طرف روانگی کا احوال، پھر یثرب میں انتہائی والہانہ استقبال کا خوبصورت بیان ہے۔ راستہ میں بنو سالم کے محلّہ میں پہلی نماز جمعہ کی ادائیگی کا ذکر ہے۔ اہل مدینہ کی میزبانی کا انداز بتایا ہے۔ اسلامی کیلنڈر کے بارے میں تحقیقاتی مضمون ہے۔ تعمیر مسجد نبوی جس میں مسجد کے مختلف توسیعی مراحل کا تفصیلی بیان ہے۔

مدینہ منورہ کی حرمت وفضیلت پر مضمون ہے۔ حق کے متلاشی چند نفوس قدسیہ کا احوال لکھا ہے۔ لیکن ''مدینۃ النبیﷺ'' کا نام کئی مرتبہ یثرب لکھا ہے۔

میثاق مدینہ

میثاق مدینہ کے ذریعہ یہودیوں سے جو معاملات طے ہوئے لیکن وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور بدعہدی کی چنانچہ ان کے مدینہ سے نکالے جاتے تک کا سارا احوال بیان کیا ہے۔

شکیل صاحب نے میثاق مدینہ کا بڑا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس کی چیدہ چیدہ دفعات بھی تحریر کی ہیں۔ یہودیوں کی بدعہدی اور ملک بدر کرنے کا بڑی وضاحت کے ساتھ مضمون ہے۔

مؤاخات

مؤاخات کا ذکر مختصراً کیا ہے لیکن جامع ہے ان انصار ومہاجرین کے ناموں کی فہرست دی ہے جن کو بھائی بھائی بنایا گیا۔

دومرتبہ رشتۂ مؤاخات کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ایک بین المہاجرین مؤاخات جو مکہ میں ہوئی تھی۔ دوسری ہجرت کے بعد مدینہ میں انصار ومہاجرین کے درمیان ہوئی جو تقریباً سیرت کی ہر کتاب میں مذکور ہے۔

غزوات وسرایا

تمام اہم غزوات کا بیان ہے لیکن زیادہ مفصل نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہر خاص بات موجود ہے۔ مال غنیمت کی تفصیلات ہیں۔ اسلامی فوج کو جو ہدایات رحم دی جاتی تھیں اس کا بھی بیان ہے۔

غزوہ اور سریہ کا فرق بتانے کے بعد بڑا تحقیقی معلوماتی مضمون تحریر کیا ہے جس میں بہت سی جنگی اصطلاحات بتائی ہیں۔ عہدرسالت مآب میں واقع ہونے والے غزوات وسرایا کا تفصیلی بیان ہے۔
اس کے علاوہ شہداء کے مرتبے اور مجاہدین کے ایمان افروز واقعات بھی تحریر کئے ہیں۔

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ تاریخ اسلام کا انتہائی اہم واقعہ ہے جس کو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ''فتح مبین'' قرار دیا اور جو فتح مکہ کا سبب بن گیا۔ سیرت کی ہر کتاب میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ ''رحمت اللعالمین ﷺ'' میں تفصیل سے موجود ہے۔ اس کے اسباب، واقعات اور فاتحانہ نتائج تمام لازمی تفصیلات کے ساتھ قاضی صاحب نے یہ معاہدہ اس کی شرائط اور اس کے فوائد سب کچھ تحریر کیا ہے۔

سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ میں بھی یہ معاہدہ مکمل تفصیلات کے ساتھ درج ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور خاص بات جو اس کتاب میں نظر آئی وہ یہ کہ شکیل صاحب نے علماء کا یہ استدلال پیش کیا ہے کہ نزول وحی سے قبل آپ ﷺ امی تھے، نزول وحی کے بعد امی نہیں رہے۔

مختلف سلاطین کو تبلیغی خطوط

مختلف بادشاہوں کو حضور اکرم ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے جو خطوط ارسال فرمائے اس کی تفصیلات میں بڑے عمدہ طور پر یہ بات ثابت کی ہے کہ آپ ﷺ تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے اس لئے آپ ﷺ نے تمام دنیا کے سلاطین کو دعوت حق پہنچائی۔ پھر اس ردعمل کا بیان ہے جو ان سلاطین کی طرف سے سامنے آیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کسریٰ ایران کا کیا انجام ہوا۔

شکیل صاحب نے ان خطوط کی نہ صرف تفصیلات لکھی ہیں بلکہ حضور ﷺ کی طرف سے لکھے گئے خطوط کا عکس بھی اپنی کتاب میں محفوظ کیا ہے اور ان بادشاہوں نے جو جواب دیا اس کی بھی تفصیلات ہیں۔ کسریٰ ایران کا انجام انہوں نے بھی بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔

سال وفود

حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں مختلف قبائل کے وفود حاضر ہوتے رہتے تھے لیکن ۹ھ کو سال وفود اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس سال ستر (۷۰) قبائل کے وفود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان وفود کی مسلسل آمد کی وجہ سے ہی آپ ﷺ اس سال حج کیلئے تشریف نہیں لے گئے تھے کیونکہ آپ ﷺ کا مشن اس وقت مدینہ میں عروج پر تھا۔

قاضی صاحب نے مناسب تفصیل کے ساتھ وفود کا ذکر کیا ہے۔

شکیل صاحب نے ۸ سے ۱۰ ہجری تک کے سالوں کو وفود کے سال بتایا ہے اور چالیس وفود کے بارے میں تحقیقی و تفصیلی بیان ہے۔

شرعی احکام

شرعی احکام میں عبادات اور دیگر احکام بھی شامل ہیں یعنی کلمہ شہادت کی زبان سے ادائیگی نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور جہاد کے علاوہ سود، شراب کی حرمت۔ پردہ کے احکام وغیرہ شامل ہیں اور دونوں کتب میں ان عنوانات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

تحویل قبلہ کا واقعہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ قاضی صاحب نے یہ واقعہ نسبتاً تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ۲ہجری کا یہ واقعہ ہے۔

قاضی صاحب نے اذان اور نماز کی اہمیت پر بڑا جامع مضمون لکھا ہے۔ انبیاء کرام کے تاریخی حوالوں سے نماز کی اہمیت اجاگر کی ہے۔ زکوۃ کی اہمیت پر بڑی مدلل بحث کی ہے اور دنیا میں پائے

شکیل صاحب نے بھی تحویل قبلہ کے حوالے سے بڑا اہم مضمون تحریر کیا ہے کیونکہ ان کا انداز تحریر تحقیقی ہے اس لئے خانہ کعبہ کی پوری تفصیل بھی دی ہے۔

نماز کی رکعات میں اضافہ پر مضمون لکھتے ہوئے بہت معلومات نماز سے متعلق فراہم کی ہیں۔ اسی طرح روزہ کی فرضیت کے بارے میں جو مضمون

جانے والے غیر اسلامی معاشی نظام سے موازنہ کر کے ثابت کیا ہے کہ معاشی مسائل کا بہترین حل اسلام نے نظام زکوٰۃ کے ذریعہ پیش کیا ہے۔زکوٰۃ کو تیسرا اور روزہ کو اسلام کا چوتھا رکن بتاتے ہیں۔

ہے اس میں مختلف مذاہب کے حوالے سے روزے کی تاریخ بیان کر دی ہے عیدین کی نماز کے بارے میں بھی بتایا ہے۔شکیل صاحب بھی زکوٰۃ کو کلمہ شہادت اور نماز کے بعد تیسرا رکن لکھ رہے ہیں۔

دونوں کتب کا عمومی موازنہ

﴿انداز بیان﴾

دونوں کتب کا موضوع ایک ہے لیکن انداز بیان ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔''رحمت اللعالمین ﷺ'' کا انداز محدثانہ ہے۔بہت آگے تک کے واقعات پڑھنے کے بعد قاری پھر کسی ابتدائی واقعہ پر آجاتا ہے واقعات کے بیان میں اس طرح کی ترتیب نہیں ہے جو کتب سیرت کو کتب احادیث سے مختلف کرتی ہے۔بلکہ جہاں جس واقع کی ضرورت ہوئی وہیں بیان کر دیا گیا ہے۔نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت ومحبت نمایاں ہے لیکن اس عقیدت ومحبت میں استناد کو فراموش نہیں کرتے اور واقعات کی تحقیق وتصدیق کرتے ہیں۔غیر مذاہب کی معتبر ومقدس کتابوں سے بھی حضورؐ کی فضیلت کے دلائل بیان کرتے ہیں۔شرعی مسائل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

مصباح الدین شکیل صاحب کی کتاب ''سیرت احمد مجتبیٰ'' ایک انتہائی منظم ومرتب کتاب ہے جو ان کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے۔ہر مضمون کسی عنوان پر لکھا گیا اور پھر مضامین کو واقعات کی ترتیب سے تالیف کر دیا گیا۔لہٰذا اس کتاب میں واقعات میں بڑی تنظیم وترتیب پائی جاتی ہے۔یہ کتاب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات زندگی پر محیط ہے اور خالصتاً تاریخی اور معلوماتی کتاب ہے۔شکیل صاحب کا انداز مؤرخانہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی محققانہ بھی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور خاص بات جو شکیل صاحب کی کتاب میں نظر آتی ہے وہ یہ کہ واقعات بیان

کرنے میں قدیم مولود ناموں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے لیکن انداز بیان نیا ہے۔عنوانات کا انداز بالکل نئے طرز پر ہے اور بے حد دلکش ہے۔جس سے کتاب میں بڑی جدت آ گئی ہے۔

وسعت موضوع

قاضی صاحب کی کتاب ''رحمت اللعالمین ﷺ'' اپنے موضوع کے لحاظ سے شکیل صاحب کی کتاب ''سیرت احمد مجتبیٰ'' کے مقابلہ میں زیادہ وسعت رکھتی ہے۔ سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ صرف حضور اکرم ﷺ کے حیات طیبہ کے حالات وواقعات پر مبنی ہے۔آباءواجداد کے حالات کے علاوہ تمام وہ معاملات بیان کئے گئے ہیں جو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں پیش آئے۔درمیان میں جہاں کوئی حکم نازل ہوا وہ بیان کیا ہے۔سیرت طیبہ کے حوالے سے بہت معلوماتی کتاب ہے۔صحابہ کرامؓ کے حالات و واقعات، ان کی زندگی کے سخت ادوار، قربانیاں، محبت رسول ﷺ کے واقعات یعنی حضور اکرم ﷺ کے دور کے اہل ایمان اور اہل کفر کے حالات وواقعات، اہل ایمان کے انعامات اور اہل کفر کے انجام پر لکھی گئی ایک مبسوط کتاب ہے۔

جبکہ قاضی سلمان منصور پوری صاحب کی ''رحمت اللعالمین'' میں حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے حالات وواقعات کے علاوہ بھی بہت سے موضوعات شامل ہیں۔حضور اکرم ﷺ کے آباءواجداد کا پہلے مختصر پھر مفصل حال بیان کیا ہے۔شجرۂ طیبہ بھی نہایت تفصیل کے ساتھ نہ صرف آباءکرام بلکہ امہات العظام کا بھی بیان کیا ہے۔

آپ ﷺ کے آباءواجداد، اولاد کرام نیز دیگر انبیاءکرامؑ کے حالات بھی بیان کئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے خصائص کبریٰ، قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کی روشنی میں تحریر کئے ہیں۔نیز آپؐ کے معجزات بھی بیان کئے ہیں۔ پھر خصائص قرآن و خصائص اسلام بھی بیان کی ہیں۔ درمیان میں خصائص الاقوام جن میں عرب، یہود و نصاریٰ، ہنود اور مجوس شامل ہیں رقم کی ہیں۔شرعی مسائل وعبادات کا بیان بھی ہے۔

فصل سوم

اصح السیر (مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری) اور سیرۃ المصطفیٰ ﷺ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی) کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ

یہ دونوں کتب بیسویں صدی کے نصف اول میں لکھی گئی ہیں۔ دونوں مصنفین کے پیش نظر مغربی مصنفین کی کتب نہیں۔ جس طرح مولانا شبلی کے پیش نظر یہ مقصد تھا کہ مستشرقین کے رکیک حملوں کو روکا جائے اور ان کی طرف سے پھیلائی جانے والی اسلام کے خلاف بدگمانیوں سے مسلمان نوجوانوں کو بچایا جائے۔

دانا پوری اور کاندھلوی دونوں صاحبان ان سیرت نگاروں پر تنقید کرتے ہیں جو ان کے خیال میں جدید فلسفے اور مغربی مصنفین سے متاثر ہیں اور جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا قول و فعل مغربی تہذیب و تمدن اور فلسفہ و سائنس کے خلاف نہیں تھا۔ ان کی نظر میں شبلی نعمانی ایسے ہی مصنفین کے سرخیل ہیں۔ اس بات کے ثبوت میں وہ کہتے ہیں کہ یہ مصنفین معجزات و کرامات کے ذکر کو ہلکا کر کے بیان کرتے ہیں اور جرح و تعدیل کے ذریعہ ایسی روایات کو کمزور کرتے ہیں۔ دوسرا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ جہاد و قتال کو مدافعانہ جنگیں لکھتے ہیں جبکہ جہاد و قتال ایک دینی فریضہ ہے۔ یہ دونوں مصنفین جہاد و قتال اور نبی کریم ﷺ کے معجزات کو بہت گہرائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ طرز فکر دونوں کی ایک ہے۔ لیکن سیرۃ المصطفیٰ ﷺ زیادہ وسیع و بسیط کتاب ہے۔ دانا پوری صاحب نے بہت کچھ مواد کتاب کے دوسرے حصے کیلئے رکھا ہوا تھا لیکن وہ لکھا نہ جاسکا۔ چنانچہ موجودہ کتاب کاندھلوی صاحب کی کتاب کے مقابلہ میں مختصر نظر آتی ہے۔

اصح السیر	سیرۃ المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
مقدمہ	
سیرت طیبہ کے طالب علم کو جس پس منظر کی ضرورت ہوتی ہے اس مقدمہ میں وہ بہت عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ سلسلۂ نبوت و رسالت اور اس	محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے اپنی کتاب کی بنیاد اس حقیقت پر رکھی ہے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم ترجمہ: (نبی مومنین کے حق میں ان کی جان سے بھی

کی تکمیل، الہامی کتب، ان میں تحریف، قرآن حکیم اور اس کی حفاظت، سنن ختم المرسلین، احادیث مقدسہ کا مقام و مرتبہ، تدوین حدیث، سیرت طیبہ کی تدوین، عقلی معیارات، عقل کی گمراہی، عقل سلیم کے تقاضے، محدثین و سیرت نگاروں کی خدمات، اصحاب حدیث واصحاب سیر کی کوششوں اور معیار تحقیق میں فرق، گزشتہ اقوام عالم کی تاریخ، ان کے عروج و زوال کی داستانیں، اللہ کی نعمتیں اور بندوں کی ناشکری و سرکشی کا انجام۔ ان تمام موضوعات پر دانا پوری صاحب نے نہایت مناسب انداز سے بحث کی ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ساری معلومات قرآن واحادیث سے اخذ کی ہیں۔

قدیم تاریخ کی معلومات کے ذرائع تو بہت ہیں لیکن مصنف نے صرف وہ ذرائع اختیار کیے جن کی سچائی میں کوئی شبہ نہیں یعنی قرآن واحادیث اسی بنیاد پر مصنف نے اپنی کتاب کا نام ''اصح السیر'' رکھا ہے۔ اپنے اس دعوے میں وہ حق بجانب ہیں۔

زیادہ قریب ہے۔ ۷

لہٰذا نبی ﷺ کی سیرت جاننا اور لکھنا کتنا لازمی ہے۔ گویا مصنف نے یہ کام اپنا دینی فریضہ سمجھ کر کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ صرف اور صرف امت مسلمہ ہی اپنے نبیؐ سے متصل ہے۔ جس کی مثال دنیا کی کسی امت میں نہیں ملتی۔

دانا پوری صاحب کے برعکس کاندھلوی صاحب محدثین اور سیرت نگاروں کا معیار تحقیق ایک ہی بتاتے ہیں۔ حدیث کی جمع و تدوین کے حوالے سے کاندھلوی صاحب کا نظریہ یہ ہے:

''جن محدثین نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام نہیں کیا ان کا مقصد یہ تھا کہ حدیث کا ذخیرہ جمع ہوجائے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو بھی منقول ہوا ہے وہ سب ایک بار محفوظ ہوجائے۔ بعد میں اس کی تنقیح کر لی جائے گی''۔ ۸

درایت کو بدعت کہتے ہیں کہ اس سے اصل روایت گم ہوجاتی ہے۔ کاندھلوی صاحب نے بھی اپنی تصنیف کی بنیاد احادیث پر رکھی ہے۔

نسب مطہرہ

نسب مطہر، عدنان تک بیان کیا ہے جو صحیح طریقوں سے ثابت ہے۔ خود حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہیں تک بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد اختلاف ہے۔ چنانچہ داناپوری صاحب نے بھی سلسلۂ نسب یہیں تک تحریر کیا ہے۔ کلاب پر جا کر مادری اور پدری دونوں سلسلۂ نسب جمع ہو جاتے ہیں۔

نسب مطہرہ کی طہارت و پاکیزگی بیان کی ہے اور آغاز اس حدیث سے کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''باعتبار حسب نسب میں تم سب سے بہتر ہوں''۔

پاکیزگی کے حوالے سے آپؐ نے فرمایا کہ میرے آباء واجداد میں کوئی مرد یا عورت کبھی زنا میں ملوث نہیں ہوا۔ کاندھلوی صاحب نے شجرۂ نسب کے بارے میں طہارت کے اظہار پر زور دیا ہے اور خاص افراد کا تعارف بھی کرواتے گئے ہیں۔ اسی میں قریش کی وجہ تسمیہ بھی بتائی ہے اور قریش کی شاخوں کو جو عہدے سپرد تھے وہ بھی بتائے ہیں۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی عداوت کے سلسلہ کے آغاز کی نشاندہی بھی کی ہے۔

آباءواجداد

حضور اکرم ﷺ کے جد اعلیٰ عبد مناف بن قصی بن کلاب کی اولادوں کے نام لکھے ہیں جن میں بیٹے اور بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ ﷺ کے قریبی اجداد کی اولادوں کا بھی ذکر کیا ہے جن میں ہاشم اور عبدالمطلب کے بیٹوں اور بیٹیوں کی تفصیل پھر والدہ ماجدہ کا شجرۂ نسب بتایا ہے۔

آباءواجداد کا ذکر نسب کے ساتھ بھی کیا ہے اور علیحدہ بھی کیا ہے۔ عبد مناف، ہاشم اور عبدالمطلب کو نہایت نیک راہ پر چلنے والے اور برائیوں سے پرہیز کرنے والے تحریر کیا ہے۔

عربوں کی خصوصیات

داناپوری صاحب کی کتاب میں عربوں کی خصوصیات کے حوالے سے کوئی خصوصی تحریر نہیں ہے جیسا کہ کاندھلوی صاحب نے مختصر اور بہترین انداز سے ذکر کیا ہے۔

عربوں کی خصوصیات کا ذکر عموماً سیرت طیبہ کی کتب کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر چہ افعال و اعمال کے لحاظ سے وہ اچھے نہ تھے مگر فطرت و استعداد ان کی بہترین تھی۔ اسی لئے جب ان کی اصلاح کی گئی تو وہ دنیا کی بہترین قوم بن گئے۔

ولادت باسعادت

عبدالرؤف داناپوری صاحب نے انتہائی مختصر ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ کے والدین کی شادی پھر والد کا انتقال، ان کے انتقال کے بعد آٹھ یا بارہ ربیع الاول کو آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ اور دادا کے زیر کفالت آنا بیان کیا ہے۔

جن خارق عادت معاملات کا کاندھلوی صاحب نے ذکر کیا ہے داناپوری صاحب نے بالکل ذکر نہیں کیا اور رضاعت کے ذکر پر آگئے ہیں۔ پھر والدہ ماجدہ اور دادا عبد المطلب کے انتقال کے واقعات لکھے ہیں۔ ان واقعات کی کاندھلوی صاحب کی کتاب میں بہت تفصیل ہے۔

ولادت باسعادت کا بیان کرنے سے قبل ولادت مبارکہ سے پہلے کے حالات کا ذکر کیا ہے۔ جس میں سب سے اہم واقعہ فیل ہے جو آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے پچاس یا پچپن روز پہلے پیش آیا۔ یہاں مصنف نے ایک خاص نکتہ کی نشاندہی کی ہے، وہ یہ کہ ابرہہ اہل کتاب تھا لیکن اس کے مقابلہ میں بت پرستوں کو تائیدایزدی حاصل ہونا حضور ﷺ کی تشریف آوری کی برکت سے تھا۔

فتح الباری کے حوالے سے تاریخ ولادت ۸ ربیع الاول صحیح بتاتے ہیں۔ پھر بوقت۔۔ ولادت مبارکہ جو خصوصی معاملات پیش آئے وہ بیان کئے ہیں۔ جن میں مکان کا نور سے بھر جانا، ایوان کسریٰ کے چودہ

	کنکروں کا گرنا، نہر ساوہ کا خشک ہو جانا، آتشکدہ فارس کا بجھ جانا وغیرہ بیان کئے ہیں۔

اسم گرامی

اصح السیر میں اسم گرامی کے حوالے سے بھی کوئی مضمون نہیں ہے۔	سیرۃ المصطفیٰ علیہ السلام میں اسم گرامی ''محمد ﷺ'' رکھے جانے کی قرآن کی روشنی میں تجزیاتی بحث کی ہے۔ پھر حضرت حلیمہؓ کے یہاں پرورش کا بیان ہے اور شق صدر اور مہر نبوت کی بحث ہے۔

حیات طیبہ کے مکی دور کے منتخب واقعات

حکیم دانا پوری صاحب کی کتاب میں اختصار پایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ تفصیلات دوسرے حصہ کیلئے چھوڑی ہوں۔ مکی دور کے واقعات میں جنگ فجار اور حلف الفضول کا واقعہ نہیں لکھا بلکہ سفر شام کا واقعہ لکھا ہے جو چچا ابو طالب کے ساتھ کرنا تھا لیکن بحیرا راہب کی گفتگو کی وجہ سے ابو طالب نے منسوخ کر دیا۔ پھر دوسرے سفر شام کا ذکر کیا ہے جو حضرت خدیجہؓ سے عقد کا باعث بنا۔ پھر اس نکاح کی تفصیلات لکھی ہیں جو دونوں کتابوں میں تقریباً یکساں ہیں۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ کی اولا د اطہار کی تفصیلات بتائی ہیں۔	مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ترپن سال گزرے۔ آپ ﷺ کے بچپن و جوانی کے سارے واقعات مکی ہیں۔ آپ ﷺ کے لڑکپن کے واقعات میں سے ایک مشہور واقعہ حرب فجار ہے۔ اس میں شرکت کا واقعہ کاندھلوی صاحب نے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد حلف الفضول جو ایک معاہدۂ امن تھا اور اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ معاہدہ خود حلف الفضول نہیں تھا بلکہ حلف الفضول کے طرز پر ہوا تھا۔ حلف الفضول بہت پہلے کوئی معاہدہ ہوا تھا۔
پھر واقعہ تحکیم بیان کیا ہے۔ اس وقت	بعد ازاں آپ ﷺ کے دیگر مشاغل کا بیان

آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) برس تھی اسی میں حرب فجار کا ذکر بھی کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس جنگ میں دو مرتبہ شریک ہوئے۔ اس وقت عمر مبارک پندرہ سولہ سال تھی۔ لیکن مصنف نے یہ ذکر بعد میں کیا ہے۔

ہے یعنی بکریاں چرانا، شغل تجارت اور اس سلسلہ میں شام کا سفر، حضرت خدیجہؓ سے عقد کے اسباب اور نکاح کا مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔

تعمیر خانہ کعبہ اور آپ ﷺ کی تحکیم کا ذکر ہے۔ قرآن حکیم کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء کرام ابتداء ہی سے کفر و شرک اور ہر طرح کی برائی سے پرہیز کرنے والے ہوتے ہیں۔

بعثت مبارکہ

حیات طیبہ کے مکی دور کے واقعات میں سب سے اہم بعثت مبارکہ کا واقعہ ہے۔ دانا پوری صاحب نے بعثت سے قبل حضور اکرم ﷺ کی جو کیفیت تھی وہ مختصر بیان کی ہے۔ استغراق اور محویت کے عالم میں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں آپ ﷺ کا رہ جانا اور حضرت خدیجہؓ کا آپ ﷺ کو تلاش کرنا۔ پھر پہلی وحی کے نزول کا واقعہ بیان کیا ہے۔

کاندھلوی صاحب نے بعثت سے قبل پیش آنے والے واقعات ارہاص، رویائے صادقہ کا ذکر کرنے کے بعد بعثت کا حال لکھا ہے۔ پہلی وحی کے نزول کی کیفیت، آپ ﷺ کا گھر پہنچنا، زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کا دلجوئی کرنا، ورقہ سے ملاقات کروانا، یہ تمام واقعات نہایت ترتیب سے بیان کئے ہیں۔

سابقین الاولین

سابقین الاولین کی ترتیب اس کتاب میں اس طرح ہے، سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر حضرت علیؓ اور پھر حضرت

سابقین الاولین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ، پھر ورقہ پھر حضرت علیؓ، پھر حضرت زیدؓ بن حارث اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ

زید بن حارثؓ اگلے پانچ مسلمان حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کوششوں سے ہوئے۔ ان تمام نیک ہستیوں کی فہرست دی ہے اور حاشیہ میں سب کا تعارف کروایا ہے۔ان میں سے جو غلام تھے ان پر کفار بڑے مظالم ڈھاتے تھے۔"تعذیب" کے عنوان سے ان کی جھلک دکھائی ہے۔

ایمان لائے۔ پہلی وحی کے نزول کی حتمی تاریخ درج نہیں کی ہے بلکہ مختلف سوالوں سے مختلف تاریخیں تحریر کی ہیں۔حضرت اسرافیلؑ کا آپ ﷺ کی معیت کیلئے مقرر ہونا بھی مذکور ہے۔

دعوت وتبلیغ

آغاز دعوت وتبلیغ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کس طرح جبرائیل امین کے ذریعہ آپ ﷺ کو سب سے پہلے وضو اور نماز کی تعلیم دی گئی۔پھر وہی تعلیم آپؐ نے اپنے قریبی لوگوں کو دی۔ بعد ازاں کفار کی وہ کوششیں بیان کی ہیں جو انہوں نے اعلانیہ تبلیغ کے ساتھ ہی شروع کردی تھیں۔ ان کوششوں کی گہرائی اور حضور اکرم ﷺ کو طرح طرح کی لالچ اور دھمکیاں دی جانے لگیں اور جو منصوبے بنائے گئے وہ سب مختصر اور جامع انداز میں بیان کئے ہیں۔

خفیہ دعوت وتبلیغ کے تین سالہ دور کا احوال اچھے انداز میں تحریر کیا ہے بعد ازاں علی الاعلان تبلیغ کا حال لکھا ہے کہ کس طرح حکم الٰہی کے مطابق اعلانیہ تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔سب سے پہلے رشتہ داروں کو دعوت حق دی۔ اعلانیہ تبلیغ کے ساتھ ہی قریش کی مخالفتوں کا آغاز ہوگیا۔ ابو طالب کے ساتھ قریش کے بحث و مباحثہ کا ذکر ہے اور ابو طالب کی حضور ﷺ کی حمایت میں ثابت قدمی کا بیان ہے۔دونوں کتب میں قریش کی مخالفتوں کے مختلف انداز تحریر کئے گئے ہیں۔

شعب ابی طالب میں محصوری

اسلام کے اثر ونفوذ کو روکنے میں ناکامی اور مسلمانوں کی ثابت قدمی سے جھلا کر قریش نے بنی ہاشم سے معاشرتی مقاطعہ کا اعلان کیا اور بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کردیا۔

حکیم دانا پوری صاحب لکھتے ہیں کہ جب قریش مکہ نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے معاشرتی مقاطعہ کا معاہدہ لکھ کر خانۂ کعبہ کے دروازے پر لٹکایا تو ابو طالب اپنے لوگوں کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے گئے اور دو تین برس وہاں رہے۔ پھر قریش کے چند اہم لوگوں کی ان کوششوں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے اس معاہدہ کو ختم کرنے کیلئے کیں۔

اس کو مولانا ادریس صاحب نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے کہ قریش مکہ کے مقاطعہ کی وجہ سے تنگ آ کر اور مجبور ہو کر ابو طالب مع اپنے خاندان کے شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہو گئے تھے اور تین سال تک وہاں رہے۔

عام الحزن

نبی کریم ﷺ کی دو عزیز ترین ہستیوں حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ الکبریٰ کی جدائی کا سال۔

تین سال مقاطعہ کی سختیاں اٹھانے کے بعد نبوت کے دسویں سال یہ دو صدمات آپ ﷺ کو پیش آئے۔

حکیم عبد الروٴف دانا پوری صاحب نے بہت سادگی سے مختصراً ان دو بڑے صدمات کا ذکر کیا ہے۔ اس کی کوئی تفصیل نہیں لکھی ہے۔

مولانا کاندھلوی صاحب نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ایک اہم نکتہ بھی واضح کیا ہے وہ یہ کہ حضرت ابو طالب کے حوالے سے یہ حکم بھی بیان کر دیا کہ مشرکین کیلئے دعائے مغفرت سے منع فرمایا گیا ہے۔ ابو طالب کے بیٹوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس وقت ان کے چار بیٹوں میں سے دو طالب اور عقیل بھی مشرک تھے۔ اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ مومن ہونے کیلئے محبت و جاں نثاری نہیں بلکہ نبوت و رسالت کی تصدیق و شہادت ضروری ہے۔

یہاں کاندھلوی صاحب نے شبلی پر تنقید کی ہے کیونکہ شبلی نے لکھا ہے کہ ابو طالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے۔ کاندھلوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح کی بات کرنا محض دھوکہ ہے اور اہلسنت میں ابو طالب کے کفر کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سفر طائف

حکیم صاحب نے سفر طائف کا تکلیف دہ واقعہ بھی مختصر بیان کیا ہے لیکن تمام ضروری معلومات کے ساتھ۔ وہاں جنات کے ایک وفد کا اسلام قبول کرنا اور پھر مطعم بن عدی کی پناہ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واپس مکہ تشریف لانے کے بارے میں لکھا ہے۔

سفر طائف کے بیان میں کاندھلوی صاحب نے وہاں کے سرداروں کی حضور ﷺ کے ساتھ بدسلوکی اور ان کی گمراہی کا ذکر کیا ہے اور بہت ہی تکلیف دہ نقشہ کھینچا ہے۔ پھر حضور ﷺ کا وہاں کے انسانوں کی ہٹ دھرمی سے مایوس ہو کر واپسی کا قصد فرمانا، جنات کا ایمان لانا اور مطعم بن عدی کی پناہ میں حضور ﷺ کا مکہ میں داخل ہونے کا حال ضروری معلومات کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

واقعہ معراج

داناپوری صاحب نے واقعۂ معراج کا ذکر بھی بہت مختصر کیا ہے کیونکہ معجزات کے ساتھ دوسرے حصہ میں معراج کی تفصیل لکھنا چاہتے تھے۔ یہاں واقعہ معراج سے متعلق کفار کی تکذیب، حضرت ابوبکر

کاندھلوی صاحب نے واقعہ معراج کا بڑا تفصیلی بیان کیا ہے۔ پہلے اس کی تاریخ کی بحث کی ہے پھر عجائبات سفر معراج اور عالم امثال کا مفصل بیان ہے۔ چند انبیاء کرام کے تحمیدی کلمات اور آخر میں نبی

صدیقؓ کی تصدیق اور ''صدیق'' کا لقب پانا، اس واقعہ کی صداقت کو جاننے کیلئے کفار کے طرح طرح کے سوالات۔ یہ سب داناپوری صاحب نے بیان کیا ہے لیکن سفر معراج میں جن مشاہدات کا ذکر کاندھلوی صاحب نے کیا ہے ان کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

آخر الزماں محمد ﷺ کے تحمیدی کلمات درج کئے ہیں۔ پھر عروج سمٰوٰت، سیر ملکوت اور آسمانوں میں انبیاء کرام سے ملاقات کا بیان ہے۔ سدرۃ المنتہٰی، مشاہدۂ جنت و دوزخ کا احوال ہے۔ واقعہ معراج کے بعد دیگر معجزات کا ذکر بھی ہے۔

بیعت عقبہ

''مقدمہ ہجرت'' کے عنوان سے بیعت عقبہ اولیٰ، ثانیہ اور ثالث کا ذکر کیا ہے۔ ایک اہم بات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ کہ نبی ﷺ موعود کا تعارف تو اہل کتاب نے کروایا لیکن جب وہ نبی ﷺ تشریف لے آئے تو ایمان کے نور سے منور ہوئے بت پرست۔ یثرب آنے والے خزرجی لوگوں کے نام دیئے ہیں۔ ایک اور بات جو یہاں معلوم ہوئی وہ یہ کہ بیعت عقبہ کے پہلے ہی سال مدینہ میں مسجد زریق قائم کر لی گئی تھی جس میں سب سے پہلے قرآن پڑھا گیا۔ بیعت عقبہ اول و دوم کے شرکاء قرآن کی تعلیم سے متعلق بالکل وہی معلومات ہیں جو کاندھلوی صاحب کی کتاب میں ہیں۔ بیعت عقبہ ثالثہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مدینہ میں حضور ﷺ کی شہرت

اس واقعہ کو ''مدینہ میں اسلام کی ابتداء'' کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ پہلی بیعت جو ۱۱ نبوی ﷺ میں ہوئی قبیلہ خزرج کے چھ افراد کے مسلمان ہونے کا بیان ہے۔ ان کے نام بھی درج کئے ہیں۔ اگلے سال ۱۲ نبوی ﷺ کی بیعت کو انصار کی پہلی بیعت لکھتے ہیں اور تفصیل میں لکھتے ہیں کہ گزشتہ افراد میں سے پانچ کے علاوہ مزید سات اصحاب آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور جب واپس جانے لگے تو حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم اور حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ہمراہ کیا گیا تاکہ دینی تعلیم دیں۔ ان کی تعلیم سے مدینہ میں جس تیزی سے اسلام پھیلا اس کے بڑے عمدہ واقعات تحریر کئے ہیں۔

پھر انصار کی دوسری بیعت کا ذکر ہے۔ جو

ہوچکی تھی لہٰذا مدینہ میں بڑی تعداد میں مسلم و کفار حضرت مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ مکہ آئے جن میں سے تہتر (۷۳) افراد مسلمان ہوئے۔ پھر حضورﷺ کے منتخب کردہ بارہ نقباء کے نام لکھے ہیں۔

یہ تفصیلات دونوں کتابوں میں یکساں ہیں۔

نبوت کے تیرہویں سال میں ہوئی۔ اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اصح السیر سے تھوڑا مختلف ہے۔ وہ اس طرح کہ "سیرۃ المصطفیٰ ﷺ" میں تحریر ہے کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ کے تقریباً چار سو افراد کو لے کر زیارت کعبہ کیلئے مکہ آئے۔ ان میں سے ۷۳ نے اسلام قبول کیا۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ تھی۔ پھر بیعت کرنے والے افراد کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے علامہ ابن جوزی کی کتاب تفقیح سے نقل کئے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کے منتخب کئے ہوئے نقباء کے نام لکھے ہیں اور پھر حضور اکرم ﷺ کا بیعت لینے کا طریقہ بیان کیا ہے۔

نماز جمعہ

حضور اکرم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے قبل مدینہ میں ۱۲ نبوی ﷺ میں صحابہ کے اجتہاد سے ہونے والی نماز جمعہ کا دانا پوری صاحب نے کوئی ذکر نہیں کیا۔

ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۲ نبوی ﷺ میں حضرت اسعدؓ بن زرارہ کی تجویز پر جمعہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ صحابہؓ کا اجتہاد تھا جس کی تائید میں وحی نازل ہوگئی۔

ہجرت

دانا پوری صاحب نے حبشہ کی طرف مسلمانوں کی دونوں ہجرتوں کا ذکر نہایت مختصر کیا ہے۔ مہاجرین کے نام درج کئے ہیں۔ دوسری ہجرت حبشہ اور اس کا سبب لکھا ہے۔ پھر کفار کے وفد کا حبشہ جانا اور نجاشی کے دربار میں ذلیل وخوار ہونے کا واقعہ بیان کیا ہے۔

پھر مدینہ کی طرف ہجرت کے ذکر کا آغاز صحابہ کرام کی ہجرت سے کیا ہے اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا واقعہ بیان کیا ہے۔ ان واقعات کے بیان میں کاندھلوی صاحب کی کتاب سے مماثلت نظر آتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ کاندھلوی صاحب نے نسبتاً تفصیل سے کام لیا ہے۔ قریش کی منصوبہ بندیوں کا ذکر مختصر اور جامع کیا ہے۔ لیکن انداز بیان ایسا ہے کہ مختصر بیان میں بھی مکمل نقشہ کشی کر دی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کو اذن ہجرت ہوتا ہے اور آپ ﷺ اپنے بیعت مبارک سے روانہ ہو کر حضرت صدیقؓ کے پاس پہنچتے ہیں اور سفر ہجرت کا آغاز ہوتا ہے تو یہ واقعات حکیم صاحب نے مدینہ پہنچنے

حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں اور ہجرت مدینہ کا بہت تفصیلی بیان ہے۔ پہلی ہجرت حبشہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ۵ نبوی ﷺ میں حضور ﷺ کا اشارہ پا کر گیارہ مرد اور پانچ خواتین حبشہ چلے گئے۔ مہاجرین کے نام بھی درج کئے ہیں۔

دوسری ہجرت حبشہ کا ذکر کیا ہے اور اس میں چھیاسی مرد اور سترہ خواتین کے نام درج کئے ہیں۔ قریش مکہ کی ان کوششوں کا ذکر ہے جو انہوں نے مہاجرین کو حبشہ سے نکلوانے کیلئے کیں۔ دربار نجاشی کا احوال لکھا ہے جس میں حضرت جعفرؓ کی تقریر اور قریش کے وفد کی ذلت کا حال لکھا ہے۔

قریش مکہ کا دارالندوہ میں جمع ہو کر رحمت اللعالمین ﷺ کے خلاف قتل کی سازش تیار کرنے کا بیان ہے۔ جس کے بعد حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت ملی۔ یہاں ایک حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ مدینہ، بحرین اور قسرین میں سے جہاں چاہیں ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ اب بقیہ مسلمانوں نے خفیہ طور پر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کی۔ سب سے پہلے

تک سفر میں پیش آنے والے حالات و واقعات کی جزئیات کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ داناپوری صاحب لکھتے ہیں کہ حضورﷺ جب حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے تو دروازے سے داخل ہوئے اور کھڑکی سے دوسری طرف روانہ ہوئے۔ ہجرت کیلئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تیاریوں اور پھر غار ثور میں آپﷺ کے قیام کا احوال لکھا ہے۔ پھر راہ کے واقعات جن میں حضورﷺ کی بددعا سے سراقہ بن مالک کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا، ام معبد کے خیمے میں قیام کا واقعہ بہت مختصر لکھا ہے، جبکہ یہ بیان کاندھلوی صاحب نے بہت تفصیل سے تمام جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اہل مدینہ کی آپﷺ کے انتظار میں بے تابی کا بیان ہے۔ پھر وہ آیت درج کی ہے جو مدینہ پہنچنے پر نازل ہوئی لیکن نہ کوئی حوالہ دیا نہ ترجمہ لکھا۔

یہاں بیان تھوڑا الجھا ہوا نظر آتا ہے۔ مدینہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ وہاں سے آپؐ قباء آئے اور مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ مسجد کی تعمیر کا بیان ہے۔

حضرت ابوسلمہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی ہجرت کا درد ناک واقعہ بیان کیا ہے۔ یہی ام سلمہؓ بعد میں ام المومنین بنیں۔

بعد ازاں رسول اللہﷺ کی ہجرت کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے اور لطائف و معارف کے عنوان سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام و مرتبہ بیان کیا ہے اور سورۃ التوبہ کی آیت ۴۰ کو آیت الغار کا نام دیا ہے جس میں رسول اللہﷺ اور آپﷺ کے ساتھیؓ کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

سفر ہجرت کے واقعات بڑے واضح انداز میں تحریر کئے ہیں۔ راہ میں ام معبد کے خیمہ میں آپﷺ کے مختصر قیام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب حضور اکرمﷺ ان کے خیمہ سے روانہ ہوگئے تو ام معبد اور ان کے شوہر نے اپنے لئے دعائیہ اشعار پڑھنے کی آواز سنی لیکن پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ یہ آواز غیب سے آئی تھی۔

پھر سراقہ بن مالک کا واقعہ تحریر کیا ہے کہ جب اس نے رسول اللہﷺ کا تعاقب کیا تو اس کا گھوڑا حضورﷺ کی بددعا سے زمین میں دھنس گیا۔

بریدہ اسلمی کا قصہ بھی لکھا ہے۔

اس کے بعد قباء میں داخلے اور مسجد قباء کی تعمیر کا بیان ہے۔ مسجد کی شان میں نازل ہونے والی آیت کا حوالہ دیا ہے جس میں طہارت و پاکیزگی کی اہمیت بھی بتائی گئی ہے۔ تاریخ ہجرت اور اسلامی کیلنڈر کے آغاز کے بارے میں بتایا ہے۔

یہ تمام واقعات ''سیرۃ المصطفیٰ'' ﷺ میں زیادہ تفصیل اور وضاحت سے لکھے گئے ہیں۔

پہلی نماز جمعہ

بنی سالم کے محلّہ میں پہلا جمعہ ادا فرمانے کا مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ دانا پوری صاحب نے مسجد قباء سے پہلے مسجد زریق اور بنو سالم کی مسجد کے الفاظ استعمال کئے ہیں جبکہ پہلی مسجد تو قباء کی ہی ہے۔

عبدالروف صاحب دانا پوری کی کتاب میں ہجرت تک کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ اتنے مختصر ہیں کہ حیات طیبہ کے مکی دور کا خلاصہ معلوم ہوتے ہیں۔

قباء سے مدینہ روانہ ہوتے ہوئے راستہ میں بنو سالم کے محلّہ میں پہلی نماز جمعہ کا ذکر ہے اور خطبۂ جمعہ بھی تحریر کیا ہے۔ پھر مدینہ منورہ میں داخلہ کا احوال لکھا ہے اور حضرت ابوایوب ؓ انصاری کے گھر قیام کا احوال بھی بیان کیا ہے۔ مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب بہت ہی کم استعمال کیا ہے۔

حیات طیبہ کے مدنی دور کے منتخب واقعات

مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آنا کفار مکہ کے لئے انتہائی پریشان کن بات تھی۔ اس کے علاوہ یثرب کے یہود بھی اپنی حیثیت کھو بیٹھے تھے لہٰذا حسد کی آگ میں ان کا جلنا فطری امر تھا۔ نبی کریم ﷺ کو ان معاملات کا اچھی طرح ادراک تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے خلاف ممکنہ سازشوں کے

سد باب کیلئے آپ ﷺ نے اقدامات فرمائے۔ اس کے علاوہ مہاجرین جو سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کرکے آئے تھے ان کیلئے بھی انتظامات ضروری تھے۔ آپؐ نے نئی مملکت کے پیش آمدہ مسائل کا اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں بہترین حل فرمایا۔

مؤاخات

''اصح السیر'' داناپوری صاحب کی ''سیرۃ المصطفیٰ'' ﷺ کے مقابلہ میں مختصر کتاب ہے۔ چنانچہ اکثر موضوعات کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔ مؤاخات کا بھی مختصر ذکر کیا ہے اور ہجرت کے آٹھ ماہ بعد کا معاہدہ بتاتے ہیں۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ صرف بین المہاجرین والانصار معاہدہ نہیں تھا بلکہ مہاجر و مہاجر اور انصار و انصار کے درمیان بھی ہوا۔ ہجرت سے قبل مکہ میں ہونے والی مؤاخات کا ذکر نہیں کیا ہے۔

محمد ادریس کاندھلوی صاحب معاہدۂ اخوت کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ پہلی مرتبہ مکہ میں معاہدۂ اخوت ہوا جو مکہ ہی کے مسلمانوں کے مابین تھا۔ اس کے شرکاء کی فہرست بھی دی ہے اور دوسری مؤاخات جو مدینہ میں انصار و مہاجرین کے درمیان قائم ہوئی اس کے شرکاء کی بھی فہرست دی ہے۔ اس معاہدہ کو ہجرت کے پانچ ماہ بعد کا واقعہ بتاتے ہیں۔ انصار کے ایثار اور مہاجرین کی غیرت وحمیت کے بارے میں اچھا بیان کیا ہے۔

میثاق مدینہ

حکیم صاحب نے میثاق مدینہ کا ذکر علیحدہ عنوان کے تحت نہیں کیا ہے۔ بلکہ ''مؤاخات وتنظیم'' کے عنوان میں ہی شامل کردیا ہے اور میثاق مدینہ کے الفاظ بھی استعمال نہیں کئے بلکہ یہ لکھا ہے کہ ایک بسیط تحریر لکھوائی گئی جس میں یہ طے کیا گیا کہ مدینہ میں رہنے والوں کے آپس کے تعلقات کیسے ہوں گے۔

کاندھلوی صاحب نے پہلے یہودیوں کی حیثیت بیان کی ہے پھر مناسب تفصیلات اور معاہدہ کی چند شقیں تحریر کی ہیں۔ اس معاہدہ سے مسلمانوں کی یہود کے مقابلہ میں مضبوط حیثیت کا واضح طور پر بیان کیا ہے اور معاہدہ کی اہمیت اجاگر کی ہے۔

تعمیر مسجد

حکیم دانا پوری صاحب نے ''قبلہ'' عنوان بنا کر ایک مختصر سے بیان میں مسجد نبوی ﷺ اور حجرات کی تعمیر، قبلۂ اول اور پھر تحویل قبلہ کا ذکر کیا ہے۔

مولانا کاندھلوی صاحب نے مسجد نبوی کی تعمیر کا بیان نسبتاً تفصیل سے کیا ہے جس میں مسجد اور حجروں کی سادگی کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ نیز خلفاء راشدین کے عہد میں مسجد میں جو کچھ توسیع کی گئی اس کا بھی بیان ہے۔ اس موقع پر اذان کی ابتداء کے بارے میں بھی لکھا ہے۔

تحویل قبلہ

دانا پوری صاحب نے علیحدہ کوئی مضمون نہیں لکھا ہے بلکہ ''قبلہ'' کے عنوان سے ہی مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے احوال کے ساتھ ہی تحویل قبلہ کا مختصر سا تذکرہ کر دیا ہے۔

کاندھلوی صاحب نے تحویل قبلہ ۲ھ کے واقعہ کو مختصر بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ ﷺ کے دل میں مسجد حرام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا شوق پیدا فرمایا اور پھر حکم نازل فرمایا کہ اپنا رخ بیت المقدس سے مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے۔

جہاد فی سبیل اللہ

کوئی مملکت قائم کرنا بہت مشکل کام ہے لیکن اس کو مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم و دائم رکھنا اس سے بھی زیادہ کٹھن معاملہ ہے۔ اسلامی ریاست قائم ہوگئی اب اس کو نہ صرف قائم رکھنے کا معاملہ تھا بلکہ اللہ کے دین کو پھیلانا مقصود تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جہاد کا حکم دے دیا۔

حکیم عبدالرؤف صاحب داناپوری نے جہاد و قتال کے مختلف مراحل بیان کئے ہیں۔ مکہ میں یہ حکم تھا کہ دلائل و حجت سے لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں۔ یہ جہاد بالقرآن تھا۔ کفار کی ایذا رسانیوں پر صبر اور برداشت کی تاکید تھی۔ دوسرا مرحلہ ہجرت کے بعد کا بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کو اتنی اجازت ملی کہ جو تم سے لڑے تم بھی اس سے لڑو یعنی مدافعت بالسیف کرو۔ تیسرے مرحلے میں مومنین پر فرض کر دیا گیا کہ اللہ کا دین پھیلانے کیلئے جہاد بالسیف پر مامور ہو جاؤ۔

ہجرت کے بعد کے جو واقعات بیان کئے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت مغازی و سرایا کو دی ہے۔ کیونکہ بقول حکیم صاحب کے مولانا شبلی اور ان جیسے دیگر سیرت نگاروں نے اس سب سے اہم موضوع کو اس کے شایان شان انداز سے بیان نہیں کیا ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی مجاہدانہ زندگی کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور غزوات پر بہت توجہ دی ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

”اہل علم اس کتاب میں کتاب المغازی کو جامع، مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے“۔

سیرۃ المصطفیٰ ﷺ میں جہاد فی سبیل اللہ پر بہت طویل مضمون ہے۔ کاندھلوی صاحب نے حیات طیبہ کے مدنی دور کے واقعات میں سب سے زیادہ اہمیت جہاد کو دی ہے اور بطور ایک فریضے کے اور رکن اسلام کے اس کی تفصیل بیان کی ہے اور اس بات کی سختی سے تردید کی ہے کہ غزوات و سرایا دفاعی جنگیں تھیں وہ واضح کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے جس کے ذریعہ شر و فساد کو دفع کیا جائے، کفر و شرک کو ختم کیا جائے اور اللہ کی وحدانیت کا بول بالا کیا جائے۔ سورۃ الانفال آیت ۴۵۔۔ ۴۷ اور سورۃ توبہ آیت ۲۵، ۲۶ کے حوالے سے آداب جہاد بتائے ہیں۔ اسلام کی خوبیاں بیان کی ہیں اور بتایا ہے کہ اسلام سلامتی ہی سلامتی ہے۔ کوئی جبریہ مذہب نہیں ہے۔

سلسلۂ غزوات وسرایا

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو سب سے پہلے تو وہاں کے یہودیوں سے واسطہ پڑا۔ چنانچہ ان ہی کی چالبازیوں کا ذکر چل رہا ہے تو داناپوری صاحب نے سلسلہ کو برقرار رکھتے ہوئے یہود کے ساتھ معاملات کا ہی ذکر شروع کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ معاہدہ، پھر اس کی خلاف ورزی اور ان کے انجام کی داستان بیان کی ہے۔

اس کے بعد غزوات وسرایا کا بیان شروع کیا ہے اور صحیح ترتیب سے چھوٹے بڑے غزوات کا تفصیلی احوال لکھا ہے۔ اس کتاب کی ''خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مغازی کی ترتیب صحیح ترین ہے''۔ [10]

سلسلۂ غزوات وسرایا کا عنوان دے کر اس عنوان کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ ''راہ خداوندی میں حضرات صحابہ کرام کی بے مثال جانبازی اور سرفروشی اور خداوند ذوالجلال سے سرتابی اور گردن کشی کرنے والوں کی سرکوبی اور گردن کشی کا ایک باب'' [9]

گویا ایک بار پھر جہاد کا مقصد بتا دیا ہے۔

اس سلسلہ میں تقریباً پچاس غزوات وسرایا کے واقعات بیان کئے ہیں۔ مستند حوالوں سے غزوات کی مختلف تعداد بتائی ہے اور علامہ سہیلی نے اس اختلاف کی جو وجہ بتائی ہے وہ بھی لکھی ہے۔ کم از کم تعداد اکیس (۲۱) اور زیادہ سے زیادہ ستائیس (۲۷) بتاتے ہیں۔ اسی طرح سرایا کی تعداد بھی چالیس (۴۰) سے چھپن (۵۶) تک بتائی ہے۔ بڑی تفصیل کے ساتھ غزوات وسرایا کا احوال قلمبند کیا ہے۔ خصوصاً بڑے غزوات کا تمام جزئیات کے ساتھ حال لکھا ہے۔ اسباب، واقعات اور نتائج نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کا واقعہ بہت تفصیل سے جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ حدیبیہ کے قریب قریش کے لوگوں کی موجودگی اور فریقین کے مابین تیروں اور پتھروں کے تبادلے کا واقعہ بھی لکھا ہے جس سے یہ افواہ اڑ گئی تھی کہ حضرت عثمان غنیؓ کو مارا جا رہا ہے۔ بعدازاں بیعت رضوان کا تفصیلی احوال قلمبند کیا ہے۔ کچھ معجزات کا بیان بھی ہے اور صلح حدیبیہ کی شرائط سے مسلمانوں کی پریشانی لیکن اس معاہدہ کا فتح مبین ثابت ہونے پر حضور اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ بصیرت کا سامنے آنا بیان کیا ہے۔

غزوات کے ساتھ ہی فتح مبین صلح حدیبیہ کا بھی تفصیلی بیان ہے۔ صحیح بخاری اور فتح الباری کے حوالوں سے مکمل تفصیل دی ہے۔ معاہدہ لکھے جانے سے پہلے قریش کے سفراء کی آمد، نبیؐ کے جاہ وجلال سے متاثر ہونا، شرائط صلح، بیعت رضوان وغیرہ کا مکمل و مؤثر حال تحریر کیا ہے۔

فوائد و لطائف اور مسائل و احکام کے حوالے سے بہت سارے نکات سمجھائے ہیں۔ کفار سے کن صورتوں میں صلح جائز ہوسکتی ہے اس کی تفصیل بتائی ہے۔

صلح حدیبیہ کے حوالے سے کاندھلوی صاحب کا مضمون دانا پوری صاحب کے مقابلہ میں زیادہ واضح اور متعلقہ تفصیلات زیادہ سموئے ہوئے ہے۔

سلاطین کو تبلیغی خطوط

حکیم صاحب نے یہ موضوع بہت اچھے انداز سے شروع کیا ہے۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے قاصدوں کا تعارف کروایا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے خطوط صحیحین کے مطابق درج کئے ہیں۔ پھر ان خطوط کے حوالے سے سلاطین کا جو ردعمل تھا اس کی تفصیلات لکھی ہیں۔

مختلف بادشاہوں کو آپ ﷺ نے جو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے ان کے عربی متون معہ ترجمہ لکھ کر اپنی کتاب کو زینت بخشی ہے اور ساتھ ہی ان سلاطین کی طرف سے جو جوابات ملے وہ بھی لکھے ہیں۔

فتح مکہ

ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے غزوہ خیبر کے بعد فتح مکہ کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مکہ کی طرف پیش قدمی کا سبب اور فتح تک کے تمام واقعات اس کتاب میں نہایت ترتیب کے ساتھ ملتے ہیں۔ پھر فتح کے بعد کے تمام واقعات بھی نہایت تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

فتح مکہ کو "فتح اعظم" کا نام دیا ہے۔ اس فتح مبین کا بہت تفصیلی بیان ابتداء سے انتہا تک لکھا ہے۔ بڑا دل آویز منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اس موقع پر قریش کے خاص خاص افراد کے قبول اسلام کی روداد رقم کی ہے۔ ایسے چند بدبختوں کا احوال بھی لکھا ہے جو اس عفو عام میں بھی محروم کرم رہے اور قتل کروا دیئے گئے۔

عام الوفود

عام الوفود کے حوالے سے دانا پوری صاحب کی تحریر بہت اہم ہے۔ سب سے پہلے تو وہ فتح مکہ کا منطقی نتیجہ قبائل عرب کا اسلام کی طرف مائل ہونا بتاتے ہیں۔ پھر حضورﷺ کے اس طریقہ کا ذکر کرتے ہیں کہ وفود سے ملاقات کے وقت آپﷺ عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے اور اپنے صحابہ کو بھی یہی تاکید فرماتے تھے۔

وفود کا احوال بیان کرتے ہوئے مصنف نے اس اہم بات کا خیال رکھا ہے کہ ان وفود سے ملاقات کی تفصیلات لکھیں جن میں نبی کریمﷺ کے ارشادات زیادہ ہوں نیز آپﷺ کی سیرت پاک سے متعلق کوئی خاص بات پائی جاتی ہو۔

مکہ مکرمہ فتح ہو چکا تھا۔ بے شمار وفود قبول اسلام کیلئے مدینہ آرہے تھے۔ کاندھلوی صاحب نے تقریباً پینتیس (۳۵) وفود کی تفصیل لکھی ہے۔

اس موضوع پر کاندھلوی صاحب کا انداز تحریر بالکل سادہ اور بیانیہ ہے جبکہ دانا پوری صاحب کے انداز تحریر میں بڑی گہرائی اور وسعت ہے اور وفود سے رسول اللہﷺ کی ملاقات کا انداز لکھ کر تو دانا پوری صاحب نے اپنی تحریر کو بہت خوبصورت بنا دیا ہے۔

حجۃ الوداع اور وصال نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

حجۃ الوداع کے بیان سے پہلے حج وعمرہ کی تفصیلات فقہی نقطۂ نظر سے بیان کی ہیں پھر حج کی فرضیت کے بارے میں لکھا ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کے حج وعمرہ سے متعلق تفصیلی مضمون ہے اور حجۃ الوداع پر تمام جزئیات کے ساتھ معلومات فراہم کی ہیں۔ حضور ﷺ کی ادائیگی حج وعمرہ پر کثیر روایات کے ساتھ اپنا مضمون قلمبند کیا ہے۔

وفات رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے کئی نکات پیش کئے ہیں یعنی حضورؐ کی وفات لازمی تھی، تمام انبیاء کرام نے وفات پائی۔ حضور ﷺ کو وفات کا علم تھا جو وفات سے قبل آپ ﷺ کے معمولات سے نظر آتا ہے۔

پھر ابتداء مرض کے دن سے ہر روز کا حال وفات تک بیان کیا ہے۔ درمیان میں ضروری مسائل بھی بیان کرتے گئے ہیں۔ یہاں دانا پوری صاحب کی کتاب کاندھلوی صاحب کی کتاب کے مقابلہ میں بڑی وسیع وبسیط ہے۔

محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے حجۃ الوداع پر بڑا تفصیلی مضمون لکھا ہے لیکن حکیم صاحب کے مضمون کے مقابلہ میں مختصر ہے اور فقہی اعتبار سے بھی دانا پوری صاحب کا بیان زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں حج وعمرہ سے متعلق بہت معلومات زیادہ دی گئی ہیں۔

حج کی ادائیگی کے بعد حضور اکرم ﷺ کی رفیق اعلیٰ کی جانب سفر کی تیاری شروع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ''سفر آخرت کی تیاری'' کے عنوان سے روز بروز کا احوال یوم وصال تک تحریر کیا ہے۔ عالم نزع کا حال بھی لکھا ہے پھر صحابہ کا اضطراب بھی بیان کیا ہے جو محبت رسول ﷺ کا لازمی تقاضہ تھا آخر میں خلافت کی بحث بھی چھیڑی ہے۔

اصح السیر اور سیرۃ المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمومی موازنہ

اردو زبان میں سیرت نگاری کے حوالے سے اصح السیر اور سیرۃ المصطفیٰ ﷺ قدیم وضع کی کتابیں ہیں۔ ان کی تصنیف و تالیف کے محرکات میں سے ایک محرک ان سے پیشتر لکھی جانے والی کتب ہیں جن میں سیرت النبی ﷺ (شبلی نعمانی)، رحمت اللعالمین (سلمان منصور پوری)، خطبات احمدیہ (سر سید احمد خاں) شامل ہیں۔

یہ دونوں مصنفین مغربی مصنفین کی کتب کو قابل توجہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی انہیں اس بات سے کوئی غرض ہے کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ صاحبان ان مسلم مصنفین کی تصنیفات پر توجہ دیتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حکیم عبد الرؤف دانا پوری دونوں بڑے عالم اور سیرت نگار ہیں۔ دونوں کی طرز فکر یکساں ہے۔ ایک ہی سوچ کے ساتھ دونوں نے سیرت طیبہ کو مرتب کرنے میں قلم اٹھایا ہے۔ دونوں کی کتب میں فرق اتنا نہیں ہے جتنی کہ یکسانیت ہے۔

دونوں مصنفین نے غزوات نبوی ﷺ کو زیادہ اہمیت دی ہے تاکہ ان کتابوں کا بدل ہو سکے جن میں جہاد کو ایک فریضہ کے طور پر نہیں بلکہ دفاعی جنگوں کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

دونوں نے فقہی مسائل کو اپنی تصانیف میں خاص اہمیت دی ہے اور ان پر جامع مکمل مبسوط بحثیں کی ہیں۔ اصح السیر میں احادیث اور فقہ کی مدد سے کتاب الاموال کو مرتب کیا گیا ہے۔

دونوں کتب کی بنیاد احادیث نبوی ﷺ پر رکھی گئی ہے۔ حکیم صاحب دانا پوری اصحاب حدیث اور اصحاب سیر کی کوششوں اور معیار تحقیق میں فرق بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ روایات کے قبول میں جتنی احتیاط

محدثین کرتے ہیں، اصحاب سیرنہیں کرتے۔وہ روایات کی تصدیق کے لئے واقعات دیکھتے ہیں۔

جبکہ کاندھلوی صاحب محدثین اور سیرت نگاروں کا معیار تحقیق ایک ہی بتاتے ہیں۔

حکیم صاحب داناپوری کا اسلوب فلسفیانہ ہونے کے ساتھ ساتھ جذباتی، منطقی اور مجاہدانہ بھی ہے۔ سوچ میں بڑی گہرائی اور وسعت پائی جاتی ہے کاندھلوی صاحب کی تصنیف ان کی خواہش کے مطابق مکمل ہے جبکہ داناپوری صاحب مزید جو مواد کتاب کے دوسرے حصہ میں بیان کرنا چاہتے تھے وہ نہ کرسکے، غالباً اسی وجہ سے ان کے مقابلہ میں کاندھلوی صاحب کی کتاب زیادہ کشادہ اور مفصل ہے۔

بہرحال دونوں صاحبان کی تصانیف پڑھنے سے ان کی علمیت، دین اور اپنے نبی ﷺ سے والہانہ محبت کا اظہار نمایاں ہے۔

فصل چہارم

نبی رحمتﷺ (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) اور الرحیق المختومﷺ (مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری) کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شہرۂ آفاق تصنیف ''نبی رحمت'' جو دراصل عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے، اسلامی دنیا میں اس کی بڑی قدر کی گئی۔ نبی رحمتﷺ کے نام سے اردو ترجمہ مولانا کے عزیز اور لائق بھتیجے سید محمد الحسنی مدیر البعث اسلامی نے کیا۔ جس کے بارے میں مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس اردو ترجمہ کو لفظاً لفظاً پڑھا، جہاں ضرورت پیش آئی اصل کتاب اور عربی ماخذ سے مقابلہ کیا اور کتاب کو طبع ثانی کیلئے پورے طور پر تیار کردیا۔ بعض مقامات پر (خصوصاً حواشی میں) چند مفید اور ضروری اضافے بھی کئے۔ [۱]

''نبی رحمتﷺ'' کے ساتھ موازنہ کیلئے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی کتاب ''الرحیق المختوم'' ہے جو رابطۂ عالم اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ میں اول آنے والی کتاب ہے۔ یہ کتاب بھی اصل میں عربی ہی میں لکھی گئی لیکن اردو داں طبقہ کے اصرار پر مولانا نے خود ہی اردو میں بھی یہ کتاب لکھی تا کہ عام لوگ بھی فیضیاب ہوسکیں۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ موازنہ چند موضوعات کو منتخب کر کے صرف یہ جائزہ لینا مقصود ہے کہ کس موضوع کو کس مصنف نے کس طرح بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے ہم حالات قبل از اسلام کا جائزہ لیتے ہیں۔ عرب اور اہل عرب کے حالات قبل از اسلام سیرت کی کتب کا لازمی حصہ ہوتے ہیں تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ آخر دنیا کے اس خطہ کی کیا خاصیت تھی کہ رب کائنات نے اپنے محبوب آخری نبیﷺ کے لئے اس خطہ کو منتخب فرمایا اور اپنا آخری اور مکمل پیغام بھیجا، جس کو قیامت تک باقی رہنا ہے۔

حالات قبل از اسلام

اصل جہالت مذہب کے بگاڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان کی ساری زندگی اس کے عقیدے کے تابع ہوتی ہے۔ ابو الحسن صاحب نے ”عہد جاہلیت“ کے عنوان سے سب سے پہلے دنیا کے مذاہب اور ان کے پیروکاروں کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے اور یہ جائزہ چھٹی صدی عیسوی سے لیا ہے یعنی وہ صدی جو نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کی صدی ہے۔

سب سے پہلے انہوں نے الہامی مذاہب یہودیت اور عیسائیت کا احوال لکھا ہے۔ مولانا نے بڑے اچھے انداز میں یہ بات اجاگر کی ہے کہ بنی اسرائیل کی دیگر شاخوں پر یہود کو جو فضیلت حاصل تھی وہ ان کے عقیدہ توحید کی بناء پر تھی جو چھٹی صدی عیسوی میں دوسری اقوام کی شرک و بت پرستی سے متاثر ہوکر بگڑ چکا تھا۔ جب عقیدہ ہی بگڑ گیا تو سب کچھ خراب ہوگیا۔ لہٰذا اب یہود کی نافرمانیوں دین کا تمسخر اڑانا اور معاشرہ کی پست ذہنیت کا ذکر کیا ہے۔

یہودیت کے بعد عیسائیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابتداء ہی میں یہ مذہب خرابیوں کا شکار ہوگیا اور توحید تثلیث میں تبدیل ہوگئی۔ پھر عیسائی

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب نے اسلام سے قبل جو حالات قلمبند کئے ہیں وہ عرب اور اہل عرب سے متعلق ہی ہیں انہوں نے پوری دنیا کا احاطہ نہیں کیا ہے اور ویسے بھی غیر ضروری تفصیل سے گریز ہی نظر آتا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ خطہ عرب میں کوئی ایسی کشش موجود نہیں تھی جو آس پاس کے ممالک کو قبضہ کرنے پر اکساتی۔ یہ ایک بے آب و گیاہ ریگستان تھا جس کی طرف دوسری اقوام متوجہ نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ یہ خطہ دوسری اقوام کی خرد برد سے خود بخود محفوظ رہا۔

عرب کا محل وقوع اور اس کی جغرافیائی حیثیت بہت عمدہ طریقہ سے سمجھائی ہے۔ اس کے بعد عرب قبائل اور قوموں کی تاریخ اور تجزیہ بھی بہت خوبصورت طریقہ سے بیان کیا ہے کہ قاری کے ذہن میں ہر بات بیٹھ جاتی ہے۔

عرب مستعربہ کی تاریخ زیادہ وضاحت سے بیان کی ہے کیونکہ ان کا تعلق ہمارے حضور ﷺ کے جداعلیٰ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے ہے۔ پھر آپؑ دونوں کے مشہور واقعات بیان کئے ہیں۔

مؤرخ کے حوالے سے بھی عیسائی سوسائٹی میں بت پرستی کے آغاز کے بارے میں بیان کیا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں عیسائیت کا مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جانا، ایک دوسرے کو کافر کہنا اور ایک دوسرے کی جان کے درپے رہنا، یہ تمام حالات بتائے ہیں۔

پھر ایران کے مذہب کا حال تحریر کیا ہے کہ وہاں عبادت کا محور و مرکز آگ تھی۔ وہاں کی آتش پرستی اور شرک کا احوال لکھا ہے۔ اس کے بعد ہندوستان کی طرف آئے ہیں اور بدھ مت اور بت پرستی کا حال قلمبند کیا ہے۔ نیز عرب دنیا میں جو بت پرستی پھیلی ہوئی تھی اس کا حال تحریر کیا ہے۔

مذہبی حالت لکھنے کے بعد ان ہی ''متمدن'' اور ''عظیم الشان'' حکومتیں رکھنے والے ممالک کے معاشرتی اور سیاسی حالات بیان کئے ہیں۔ ان میں مشرقی رومی سلطنت، ایرانی شہنشاہیت، ہندوستان اور یورپ نیز جزیرۃ العرب کا حال لکھا ہے۔

ندوی صاحب کی تصنیف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جن ممالک کے حالات کا ذکر کیا ہے وہیں کے مصنفین کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اور مذہبی

خطۂ عرب اور وہاں کی قوموں کی جغرافیائی و تاریخی تفصیل بتانے کے بعد وہاں کے سیاسی نظام کی طرف آئے ہیں اور ''عرب کی حکومتیں اور سرداریاں'' کے عنوان سے وہاں کے بادشاہوں کی حیثیتوں کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض حکمراں جو سردار تھے انہیں یہ حیثیت اپنی خصوصیات کی وجہ سے خود بخود حاصل تھی جبکہ بعض حکمراں تاجپوش تھے جو کسی بڑے بادشاہ کے باجگذار تھے۔ سب سے پہلے مبارکپوری صاحب نے ان ہی تاجپوش بادشاہوں کی سلطنتوں کا احوال تحریر کیا ہے جن میں یمن، حیرہ اور شام کی بادشاہی کا تاریخی احوال قلمبند کیا ہے اور بڑی معلومات فراہم کی ہے۔ تاریخ کے طالب علم کیلئے انتہائی دلچسپ بیان ہے۔ یمن کے بادشاہ ابرہہ کے بارے میں بھی بڑی معلومات ملتی ہے کہ وہ کون تھا، کیسے بادشاہ بنا اور کیوں خانۂ کعبہ پر حملہ آور ہوا اور کیسے اس کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

پھر قبائلی سرداروں کی امارت کا بیان ہے اور حجاز کی امارت کا خوبصورت بیان شروع کیا ہے۔ حجاز کی امارت کے حوالے سے حضرت اسماعیلؑ سے لے کر حضور اکرم ﷺ کے قریب کے آباء واجداد تک

تنزل سے باقی شعبوں میں بھی جو بدترین حالات تھے ان کا بہت جامع بیان کیا ہے۔

غرضیکہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں ہر طرف جو فساد برپا تھا اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

حضور اکرم ﷺ جزیرۃ العرب میں کیوں مبعوث ہوئے؟ اس سوال کے جواب میں عربوں کی اچھی بری خصوصیات بہت اچھے انداز میں بیان کی ہیں۔ نیز دیگر وجوہات بھی بڑے سہل طریقے سے قلمبند کی ہیں، جن میں عرب کا محل وقوع اور اس خطہ کی اہمیت کے اسباب بیان کئے ہیں۔

مذکورہ سلطنتوں کے بادشاہوں کے مافوق البشر سمجھے جانے اور ان کے حیران کن مظالم کا ذکر بھی کیا ہے۔

خطۂ عرب کی خصوصیات بھی تحریر کی ہیں۔ جزیرۃ العرب کا محل وقوع نہایت مختصر اور جامع تحریر کیا ہے طبعی حالات بتانے کے بعد وہاں بسنے والے قبائل کے طور طریقوں کا نہایت عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے تمدنی وثقافتی حالات، طبقاتی تقسیمات اور لسانی وحدت کے بارے میں لکھا ہے۔ نیز قدیم اقوام کی تاریخ میں جزیرۃ العرب کی جو اہمیت اور مقام رہا ہے وہ ذکر کو طول دیا ہے اور عرب کے سرداروں کے مناصب اور مناصب کی خاطر لڑائیوں کی تاریخ بیان کی ہے۔

قصی کی خانۂ کعبہ کی تولیت اور مکہ پر مکمل اثر و نفوذ کی داستان رقم کی ہے۔ پھر یہ بتایا ہے کہ کس طرح مناصب کی تقسیم ہوتے ہوئے سقایہ ورفادہ کا انتظام حضرت عبدالمطلب تک پہنچا۔

سیاسی حالات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد عرب کے مذہبی حالات کا آغاز کرتے ہیں۔ یہ عرب کس کس طرح کی بت پرستی اور شرک میں مبتلا تھے، بت پرستی کا آغاز کس طرح ہوا اور دین ابراہیمی کو کس طرح ان لوگوں نے شرک وبت پرستی سے تبدیل کردیا۔ اس میں ان کی جہالت اور بے عقلی کا ہی دخل تھا۔

پھر ان کی طرح طرح کی رسوم وتوہمات کا بیان کیا ہے کہ انہوں نے جانوروں کے بھی طبقات بنائے ہوئے تھے۔ قرآن کے حوالے سے ان کے بارے میں بتایا ہے۔ تیروں سے فال نکالنا، ستاروں سے قسمتوں کے فیصلے کرنا یعنی علم نجوم، پرندوں اور جانوروں سے شگون لینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ان کے جاہلی مذہب کا حصہ تھا۔

پھر ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اپنے آپ کو

بیان کیا ہے۔ مکہ میں کعبہ کی موجودگی کے اسباب تحریر کئے ہیں۔ جزیرہ نما عرب انبیاء کرام کی سرزمین رہی ہے۔ لہٰذا نبوت اور آسمانی مذاہب سے اس خطہ زمین کو جو نسبت رہی ہے وہ بیان کی ہے اور مختلف امتوں کے طور طریقے بیان کئے ہیں۔

یہ کتاب بڑے مختلف انداز میں لکھی گئی ہے۔ دریا کو کوزے میں بند کرنے کا محاورہ سو فیصد اس تصنیف پر صادق آتا ہے۔

سیرت کا مطالعہ کرنے والوں کو مصنف ایسی بنیادی معلومات فراہم کرنا چاہتا ہے کہ اس ماحول کا اچھی طرح ادراک ہو جائے جس میں حضور ﷺ مبعوث ہوئے اور جو انقلاب عظیم آپ ﷺ نے لوگوں کے قلوب میں برپا کیا اس کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

دین ابراہیمی کا پیرو کہتے تھے لیکن اس دین کو بدعات سے بھر دیا تھا۔ ان بدعات کو بیان کیا ہے۔ طواف حرم میں جو خرافات انہوں نے جمع کر دی تھیں وہ بیان کی ہیں۔ اس طرح شرک و بت پرستی اور خرافات کے علاوہ جزیرۃ العرب کے اطراف میں (یہودیت، عیسائیت، مجوسیت اور صابیت) بعض دوسرے مذاہب جو پائے جاتے تھے ان کا بھی مختصر تاریخی خاکہ پیش کیا ہے۔

یہودیوں کی تباہی و بربادی کی تاریخ بھی بتائی ہے۔ یہودی فلسطین سے نکل کر حجاز میں آ بسے تھے اور قلعہ بند بستیاں بسائی تھیں، عربوں میں بھی یہودی مذہب تھوڑا بہت پھیلا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ ظہور اسلام کے وقت حجاز میں یہودیوں کے تقریباً بیس قبیلے تھے۔

عیسائیوں پر یہودیوں کے ظلم و ستم بیان کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں پر یہودیوں کے ظلم کی انتہا کر دی جب ان لوگوں نے یہودیت قبول کرنے سے انکار کیا تو خندق کھدوا کر آگ جلائی گئی اور ان سارے عیسائیوں کو آگ میں ڈلوایا گیا۔ ان کی تعداد بیس سے چالیس ہزار تک بتائی ہے۔

بعد ازاں لکھا ہے کہ ذونواس کی اس کارروائی
کے ردعمل میں عیسائی حبشی اٹھے اور عیسائیت کو فروغ
ہوا ابرہہ اسی دوران اٹھا تھا۔

مبارکپوری صاحب نے اس وقت کے مختلف
مذاہب کا بہترین خلاصہ پیش کیا ہے۔ اس وقت جو
الہامی مذاہب تھے وہ اپنی اصل حالت میں نہیں تھے۔
مشرکین دین ابراہیمی پر عمل کے دعویدار تھے لیکن
شریعت ابراہیمؑ سے بالکل دور تھے۔ ہر طرح کی
خرافات دین میں شامل کر لی تھیں۔ یہودیت کیلئے لکھتے
ہیں کہ ریاکاری اور تحکم کے سوا کچھ نہ تھی اور عیسائیت
نا قابل فہم بت پرستی کی شکل میں تھی۔

بعد ازاں اس معاشرہ کی جہالت کا بہت صحیح
نقشہ کھینچا ہے۔ لکھتے ہیں کہ معاشرہ میں دو طبقے تھے۔
ایک اشراف دوسرا اذلال۔ دونوں طبقوں کا معیار
عورت ہی سے جانچا جاتا تھا۔ یعنی اشراف میں عورت
میں بڑی اہمیت تھی اور اذلال میں عورت ہی کی تذلیل
تھی۔ انتہائی گھناؤنے رسم ورواج بتائے ہیں۔

عربوں کی خصوصیات

مولانا ابوالحسن صاحب ندوی نے عربوں کی خصوصیات دوٹوک اور دوہرے انداز میں لکھی ہیں۔ یعنی جب وہ لکھتے ہیں کہ وہ سچے تھے تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ جھوٹے نہیں تھے۔ انہوں نے سیدھے سادے انداز سے عربوں کی خصوصیات گنوادی ہیں یعنی ان کے دلوں کی تختی صاف تھی۔ ان پر کسی تہذیب وتمدن کے نقش ونگار نہ تھے۔ ذہنوں میں نفسیاتی گرہیں اور فکر کی پیچیدگیاں نہیں تھیں یہ اپنی اصل فطرت پر تھے۔ مضبوط اور آہنی ارادہ کے مالک، حقیقت پسند، سنجیدہ وسلیم الطبع، صاف گو، سخت کوش وسخت جان، نہ کسی کوفریب دیتے تھے نہ خود فریب کھانا پسند کرتے تھے، سچی اور پکی بات کے عادی تھے، عہد نبھانے والے اور باوفا تھے۔ تہذیب وتمدن، تعیش وآرام طلبی سے بے نیاز تھے۔ صداقت بھی تھی، دیانت وشجاعت بھی، منافقت وسازش قریب بھی نہ پھٹکتی تھی، سخت قوت مدافعت اور قوت برداشت کے مالک تھے۔

مزید لکھتے ہیں کہ ان کی فکری وعملی قوتیں اور فطری صلاحیتیں محفوظ تھیں، خیالی فلسفوں، منطقی بحثوں وغیرہ میں ضائع نہیں ہوئی تھیں۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے بھی عربوں کی وہی خصوصیات بیان کی ہیں جو ندوی صاحب نے تحریر کی ہیں۔ کیونکہ عربوں کی یہ خصوصیات حقیقت ہیں۔ کوئی ان سے انکار نہیں کرسکتا اس لئے ہر مصنف نے ان کو بیان کیا ہے۔ عربوں کی ان خصوصیات کا اس انقلابی تحریک کی کامیابی سے گہرا تعلق ہے جو حضور اکرم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش فرمائی۔

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ عربوں پر کیونکہ کسی تمدن کا سایہ نہیں پڑا تھا اس لئے وہ بالکل کھرے تھے۔ مولانا کا انداز بیان بہت لاجواب ہے۔ نہایت نظم وضبط سے عنوانات دے کر یہ خصوصیات شمار کی ہیں۔

کرم وسخاوت، وفاء عہد، خودداری وغیرت، عزت نفس، عزائم کی تکمیل، حلم وبردباری، بدوی سادگی وغیرہ۔ صفی الرحمٰن صاحب نے ان خوبیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ خصائل جو جہالت کی وجہ سے شر وفساد کا باعث بن جاتے تھے لیکن اصلاح کے بعد دنیا کی قیادت کیلئے ضروری بھی یہی تھے جس کا ثبوت دنیا کے سامنے ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ عربوں کی طاقت مقامی و علاقائی خانہ جنگیوں میں ضائع نہیں ہورہی تھی جبکہ تاریخ میں ان کی انتقامی جنگوں کے سلسلوں کا حال ملتا ہے بلکہ خود سورۃ آل عمران کی آیت کا ترجمہ ہے کہ:

''اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا''۔[۱۲]

اس طرح ندوی صاحب نے عربوں کی ان خصوصیات کی بڑی واضح طویل فہرست دی ہے جس میں ہر خوبی کو مختلف الفاظ میں لکھا ہے جس سے ان کی ذہنی اور علمی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ عربوں کی یہ خصوصیات جو قبل از اصلاح قبائلی عصبیت اور جنگجویانہ صفات تھیں ان کی وجہ سے کاروبار زندگی اور تجارت لڑائی جھگڑوں کی نذر ہوجاتا تھا۔ لکھتے ہیں کہ حرمت والے مہینے بڑی نعمت سمجھے جاتے تھے جن میں کاروبار تجارت چل جاتا تھا۔

حالات قبل از بعثت

مولانا ندوی صاحب نے سب سے پہلے دنیا کے حالات بتائے پھر جزیرہ نما عرب کے اور اب خاص اس مقام یعنی مکہ مکرمہ کے حالات بیان کر رہے ہیں جو نبی ﷺ کا مولد و مسکن رہا۔ حالات و واقعات کا مختلف پہلو سے اعادہ کرتے ہوئے تاریخ کو

مولانا مبارکپوری صاحب نے بڑی منظم و مرتب کتاب لکھی ہے اور زمین سے متعلق معلومات اتنی ضروری نہیں سمجھیں جتنی کہ افراد سے متعلق۔ چنانچہ حالات قبل از بعثت میں ندوی صاحب کی طرح مکہ سے متعلق حالات بیان نہیں کئے بلکہ حضور ﷺ

آنحضرت ﷺ کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ سے شروع کیا ہے اور مکہ مکرمہ میں حضرت اسماعیلؑ کی تشریف آوری کے اسباب بتائے ہیں۔ پھر مکہ کے اعلیٰ خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔قریش کی اہمیت، مشہور و معزز افراد کا تذکرہ اور بنی ہاشم کی اعلیٰ صفات بیان کی ہیں۔ یہاں یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر و اہمیت اور مرجع خلائق ہونا درحقیقت حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا نتیجہ ہے۔

مکہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عجمی زبانوں میں لکھی گئی سیرت وتاریخ کی کتابوں میں مکہ شہر کی صحیح تصویر پیش نہیں کی جاتی۔ صحیح تصویر وہ ہے جو عرب کی تاریخی کتب اور جاہلی اشعار میں ملتی ہے۔جس میں مکہ کو اپنے وقت کے ترقی یافتہ شہر کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ یہاں کی تہذیب و تمدن، ادب وثقافت اور صنعت کا بڑا مفصل ذکر ہے۔ مکہ کے لوگوں کی جنگی طاقت کا بھی بیان ہے۔ پھر مکہ کا نظم وضبط اور باقاعدہ حکومت کا ذکر ہے۔اقتصادی معاملات بھی بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔سب سے بڑھ کر یہ خود قرآن حکیم کی روشنی میں مکہ کی اہمیت بیان کی ہے۔ ام القریٰ مکہ ہی کو قرآن میں فرمایا کے خانوادے سے متعلق لکھا ہے جن میں ہاشم اور عبد المطلب کا احوال لکھا ہے۔

اس سے قبل آپ ﷺ کے نسب گرامی سے متعلق معلومات دی ہیں، وہ یہ کہ نسب مبارک کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہ عدنان تک ہے۔ دوسرا حصہ عدنان سے اوپر حضرت ابراہیمؑ تک ہے۔اس میں اہل سیر کا اختلاف بتایا ہے۔

تیسرا حصہ حضرت ابراہیمؑ سے اوپر حضرت آدمؑ تک بتاتے ہیں۔اس پر بھی اتفاق نہیں ہے۔ یہ سب انہوں نے ابن ہشام کے حوالے سے درج کیا ہے۔

''نبی رحمت ﷺ'' میں اس طرح کی تفصیل شجرۂ مبارک سے متعلق نہیں پائی جاتی۔ ولادت مبارکہ سے قبل قریبی واقعات میں دو اہم واقعات بیان کئے ہیں۔ان میں ایک چاہ زمزم کی کھدائی کا واقعہ ہے اور دوسرا واقعۂ فیل ہے۔

چاہ زمزم کی کھدائی اور اس کی ذمہ داری کا حق عبد المطلب کے ساتھ کس طرح مخصوص تھا وہ بیان کیا ہے۔پھر عبد المطلب کی دس بیٹوں کی منت کا ذکر کچھ مختلف انداز سے کیا ہے۔

ہے۔ لکھتے ہیں کہ قرآن میں مکہ کے حوالے سے اتنی اہم معلومات ملتی ہیں جو کہیں اور سے نہیں ملتیں۔

ان تمام باتوں کے علاوہ اہل مکہ کے اخلاقی پہلو کی کمزوری بھی بیان کی ہے اور مذہبی گمراہی بھی۔

مکہ میں بت پرستی کے آغاز کی تاریخ مختصر بیان کی ہے اور حضور اکرم ﷺ کے خاندان کے بڑے لوگوں کی ذمہ داریوں اور مناصب کا ذکر کیا ہے۔

بعد ازاں بعثت مبارکہ کے ماضی قریب کا واقعہ فیل بیان کیا ہے اور اس کے اثرات و نتائج کی اہمیت بھی بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ عرب کی تاریخ کا اتنا اہم اور انوکھا واقعہ ہے کہ عربوں نے اپنی نئی تاریخ کا آغاز اسی سے کیا۔

واقعہ فیل کا تفصیلی بیان ہے۔ ابرہہ کے لشکر کا حشر بتایا ہے اور انہوں نے بھی اس نکتہ کو بیان کیا ہے کہ اہل کتاب نے کعبہ پر حملہ کیا لیکن مشرکین اس کے متولی تھے اور اللہ نے ان ہی کی مدد کی۔ یہ سب حضور ﷺ کی تشریف آوری کی برکت تھی۔

پھر آپ ﷺ کے والدین کی شادی اور والد کے انتقال کا واقعہ لکھا ہے۔

حیات طیبہ کے مکی دور کے چند واقعات
(ولادت باسعادت سے آغاز نبوت تک)

مکہ مکرمہ اور اہل مکہ کے مفصل حالات بیان کرنے کے بعد اصل مقصد کی طرف آتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی "ولادت باسعادت سے آغاز نبوت تک" کے عنوان سے اس عرصہ چالیس سال میں جو خاص خاص واقعات وقوع پذیر ہوئے وہ بیان کئے ہیں۔ آپؐ کے والدین کا مختصر تعارف ہے۔ ان

"ولادت باسعادت اور حیات طیبہ کے چالیس سال" کے عنوان سے آغاز نبوت تک کے واقعات تحریر کئے ہیں۔ سب سے پہلے تاریخ ولادت کی تحقیق کی ہے اور اس وقت پیش آنے والے معجزاتی واقعات اختلاف کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ حضرت حلیمہؓ کے زیر پرورش آنے کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے۔ پھر جب آپ ﷺ والدہ محترمہ

واقعات میں ایام رضاعت، والدہ اور دادا کی وفات، چچا ابو طالب کے زیر پرورش آنا، حضرت خدیجہؓ سے عقد، حلف الفضول اور واقعہ تحکیم شامل ہیں یہ واقعات مبارکپوری صاحب نے نسبتاً تفصیل سے تحریر کئے ہیں۔

کے پاس آئے اور والدہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے آپ ﷺ کو لے کر جاتی ہیں تو یہاں مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے دادا بھی ساتھ گئے تھے۔ پھر والدہ اور دادا کے انتقال کے واقعات کا ذکر ہے۔ استناد کے شک کے ساتھ بحیرا کا واقعہ لکھا ہے۔

جنگ فجار اور حلف الفضول

مولانا ابوالحسن صاحب ندوی نے جنگ فجار کا ذکر نہیں کیا ہے۔ حلف الفضول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک زبیدی تاجر سامان تجارت لے کر مکہ آیا۔ قریش کے ایک سردار عاص بن وائل نے سارا سامان خرید لیا لیکن اس کا حق اس کو نہیں دیا۔ زبیدی کی فریاد پر اہل مکہ کے انصاف پسند افراد عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی حمایت کرنے کا عہد کیا۔ قریش نے اس معاہدہ کا نام ''حلف الفضول'' رکھا۔ گویا انہوں نے ایک فالتو کام کیا ہے جوان کی ذمہ داری نہیں تھا۔ اس معاہدہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ محض زبیدی کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ من پسند اور باضمیر لوگ ایسے حالات سے عاجز آ چکے تھے جن

مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری نے جنگ فجار کا مختصر ذکر کیا ہے۔ پھر حلف الفضول کا ذکر اسی طرح کیا ہے جیسا کہ ''نبی رحمت ﷺ'' میں کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حرمت والے مہینے ذیقعد میں یہ معاہدہ ہوا اور اس کا سبب زبیدی کا واقعہ ہی بتاتے ہیں۔ لیکن اس معاہدہ کے نام کی مناسبت سے کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔

دیگر واقعات میں وہی سب ہیں جو ابوالحسن صاحب ندوی نے لکھے ہیں یعنی چچا کے زیر کفالت آنا، چچا کی حمایت حاصل ہونا، حضرت خدیجہؓ سے عقد، واقعہ تحکیم وغیرہ۔ دونوں مصنفین کے انداز بیان میں فرق یہ ہے کہ صفی الرحمٰن صاحب نے یہ واقعات نسبتاً تفصیل اور تحقیق کے ساتھ درج کئے ہیں۔

میں ظالم فوقیت رکھتا تھا۔لہٰذا انہوں نے یہ معاہدہ کیا۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کی تنصیب کی تفصیل نیز کعبہ کی پیمائش کا تجزیہ کرتے ہوئے بڑی معلومات فراہم کی ہیں۔

بعثت

قرب بعثت مبارکہ کے حالات بیان کرتے ہوئے ندوی صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی طبیعت میں مبہم سی اضطراری کیفیت بیان کی ہے۔ پھر آپ ﷺ کی خلوت پسندی،شہر سے دور غار حرا میں کئی کئی دن قیام فرمانا، پھر فرشتے کا آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہونا اور پھر پہلی وحی کے نزول کا واقعہ بیان کیا ہے۔اس واقعہ کی تاریخ ابن کثیر کے حوالے سے ۱۷رمضان مطابق ۱۶اگست ۶۱۰ء بیان کی ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کا اکتالیسواں سال بتاتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کا حیران و پریشان گھر تشریف لانا،حضرت خدیجہؓ سے تمام واقعہ بیان کرنا، حضرت خدیجہؓ کا اپنے بھائی ورقہ کے پاس آپ ﷺ کو لے جانا، ورقہ کا فوراً آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرنا بیان کیا ہے۔

اظہار نبوت سے قبل مولانا ندوی صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی جس اضطراری کیفیت کا بیان کیا ہے وہ صفی الرحمٰن صاحب نے پہلی وحی کے بعد کی کیفیت بتائی ہے۔اظہار نبوت سے قبل سیرت طیبہ کا اجمالی خاکہ پیش کیا ہے نبی تو پیدائشی ہوتا ہے اس لئے اس کی سیرت تو ابتداء ہی سے بے مثال ہوتی ہے۔

پھر آپ ﷺ کی خلوت گزینی کا حال بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ جاتی تھیں اور قریب ہی کسی جگہ موجود رہتی تھیں۔ بڑی تحقیق کرکے نزول وحی کا احوال لکھا ہے اور تاریخ کا تعین کیا ہے۔

قرآن واحادیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ پہلی وحی اکیسویں رمضان دوشنبہ کے روز نازل ہوئی۔ شمسی لحاظ سے تاریخ ۱۰اگست ۶۱۰ء بتائی ہے۔

آپ ﷺ کی عمر مبارک پہلی وحی کے وقت قمری لحاظ سے چالیس سال چھ ماہ اور شمسی حساب سے

اکتالیس سال تین ماہ اور بائیس دن بتاتے ہیں۔

بعد ازاں وہی واقعات بیان کئے ہیں جو ’’نبی رحمتﷺ‘‘ میں بھی بیان ہوئے ہیں۔یعنی حضورﷺ کا گھر تشریف لانا، حضرت خدیجہؓ کا آپﷺ کو تسلی دینا، ورقہ سے ملاقات وغیرہ۔

پہلی اور دوسری وحی کے درمیان کا وقفہ چند روز بتاتے ہیں اور ڈھائی تین سال والی بات کو قطعی رد کرتے ہیں۔ دوسری وحی میں نازل ہونے والی آیات سورۃ المدثر ہی کی بتاتے ہیں۔پھر مختصراً وحی کی اقسام بیان کی ہیں۔

سابقین الاولین

اسلام کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والے مقدس افراد کی ترتیب مولانا ندوی صاحب کے مطابق اس طرح ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ الکبریٰ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ بن حارث اور آخر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کوشش وتبلیغ سے کئی اصحاب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے سابقین الاولین کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ابتدائی مومنین کی ترتیب ان کے یہاں بھی وہی ہے جو ندوی صاحب کے یہاں ہے۔لیکن انہوں نے یہ بات واضح کی ہے کہ یہ چاروں اصحاب پہلے ہی دن دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی کے مطابق علی اعلان دعوت حق کا حکم سورۂ حجر آیت ۹۴ سے ملا ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے:

"پس جو حکم تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے وہ لوگوں کو سنا دو اور مشرکوں کا ذرا خیال نہ کرو"۔

ندوی صاحب نے چند آیات درج کی ہیں جن میں علی الاعلان تبلیغ کا حکم ہے۔ دوسری آیت بھی سورۃ حجر کی ہے آیت ۸۹ اور تیسری اور چوتھی آیت سورۃ الشعراء کی آیت ۲۱۴ اور ۲۱۵ ہیں۔ اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ آیا دوسری وحی میں کونسی سورۃ کی آیات نازل ہوئیں۔

علی اعلان تبلیغ دین کے ساتھ ہی مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ شروع ہو گیا حضرت بلالؓ پر ظلم کرنے والے ان کے آقا امیہ بن خلف کیلئے اس طرح لکھا ہے کہ وہ حضرت بلالؓ کو تپتی ہوئی دوپہر میں باہر لاتے، پیٹھ کے بل لٹاتے پھر حکم دیتے، پھر کہتے وغیرہ وغیرہ۔ معلوم نہیں کہ اس طرح کا صیغہ کیوں استعمال کیا ہے جو جمع کا ہوتا ہے یا احترام کا۔ اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ دوسری وحی میں سورۃ المدثر کی آیات نازل ہوئیں۔ اس سلسلہ میں مولانا نے بہترین بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ ﷺ کو دیئے وہ انتہائی گہرے مقاصد پر مشتمل ہیں۔ ان کا تعلق آپ ﷺ کی تمام پیغمبرانہ زندگی سے ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اب حضور انور ﷺ کی زندگی کے جتنے بھی مراحل ہیں وہ اسی جہد مسلسل پر مبنی ہیں۔ بعدازاں مولانا بڑے خوبصورت انداز سے حیات مبارکہ کو مختلف مراحل میں تقسیم کرکے بیان کرتے ہیں۔ ابتدائی تین سالہ خفیہ تبلیغ کی مصلحت بتاتے ہیں۔ پھر علی اعلان تبلیغ کے حکم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سورۃ الشعراء کے ذریعہ اعلانیہ تبلیغ کا حکم ملا۔ پھر اس سورۃ کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس میں حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء کرام کا ذکر ہے اور انبیاء کرام کو جھٹلانے والی اقوام کا انجام بتایا گیا ہے۔

اعلانیہ تبلیغ کے ساتھ ہی کفار کے ظلم و جور کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پھر مولانا نے قرآنی آیات کی

عام مسلمانوں پر مظالم کے واقعات لکھنے کے بعد حضور ﷺ کو جو تکالیف پہنچائی گئیں ان کا بیان ہے۔ ایسی ہی اذیتیں اٹھا کر آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور تکلیف کی وجہ سے چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ سیرت ابن ہشام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس موقع پر سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

یایھا المدثر ....

روشنی میں کفار کی حرکات کا جائزہ پیش کیا ہے قریش جتنے حربے اختیار کر سکتے تھے ان کا بیان ہے۔ کفار قریش کے گھناؤنے اعمال کا بیان ہے جو وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ روا رکھتے تھے اور وہ باتیں بیان کی ہیں جو مسلمان کیلئے انتہائی تکلیف دہ اور ناقابل برداشت ہیں۔

ہجرت حبشہ

مسلمانوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پہلی مرتبہ ۵ نبوی میں، دوسری مرتبہ ۷ نبوی میں لیکن ندوی صاحب نے دونوں ہجرتوں کے واقعات کو ملا کر بیان کیا ہے اور ایک ہی ہجرت قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پہلے ۵ نبوی میں دس افراد نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کو اپنا امیر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد تراسی (۸۳) مسلمانوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو اپنا امیر مقرر کیا اور ان کی امارت میں حبشہ ہجرت کر گئے۔ یہ بات سیرت ابن ہشام کے حوالے سے لکھی ہے۔

پھر قریش مکہ کے وفد کا نجاشی کے دربار میں آنا، حضرت جعفرؓ کی نجاشی کے دربار میں تقریر،

مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری ہجرت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہجرت کا اشارہ سورۃ کہف میں دیا گیا جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جب دی وایمان خطرہ میں ہو تو ظلم وکفر کے مراکز سے ہجرت کر جانا چاہئے۔ پھر سورۃ زمر آیت نمبر ۱۰ میں بھی یہ اشارہ ملتا ہے۔

"جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھائی کی ان کیلئے اچھائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بلاحساب دیا جائے گا"۔

لہٰذا مسلمانوں نے ترک وطن کا ارادہ کیا اور نبوت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بیان بڑے غور وفکر اور مدبرانہ انداز سے لکھا گیا ہے۔

پھر قریش کے وفد کا دربار سے نکالا جانا، یہ تمام واقعات نہایت سیدھے سادے انداز میں مولانا نے بیان کئے ہیں۔

مولانا یہاں یہ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خود مسلمانوں کی ہجرت کا حکم دیا تھا۔ مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ مسلمانوں کے امیر تھے مہاجرین کی تعداد یقین کے ساتھ سولہ بتائی ہے۔

پھر دوسری ہجرت حبشہ کا ذکر کرتے ہیں۔

مہاجرین کی تعداد ۸۲ یا ۸۳ مرد اور خواتین کی تعداد علامہ منصور پوری کے حوالے سے ۱۸ لکھی ہے۔

پھر ان مہاجرین کے خلاف قریش کی سازش کا بیان ہے کہ کس طرح انہوں نے بادشاہ حبشہ کو تحفے تحائف سے رام کرنا چاہا لیکن مسلمانوں کے امیر حضرت جعفرؓ کی تقریر کے بعد انہیں ذلت و خواری ہی نصیب ہوئی۔

شعب ابی طالب میں محصوری

قریش نے اپنی جھنجھلاہٹ کا اظہار اس طرح کیا کہ بنو ہاشم سے معاشرتی مقاطعہ کا معاہدہ تحریر کیا اور خانۂ کعبہ میں آویزاں کردیا۔ یہ واقعہ ندوی صاحب نے نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا وادی میں محصور ہوجانا اور تین سال تک یہ مشقت اٹھانا، پھر قریش

شعب ابی طالب میں محصوری کا بیان نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ کفار کی حسد و جلن کی آگ کا احوال تحریر کیا ہے۔ جس کا اظہار بنو ہاشم سے مکمل بائیکاٹ کی صورت میں کیا گیا۔ پھر اس تین سالہ عرصہ کے کٹھن حالات بیان کئے ہیں۔ بعد ازاں اس مقاطعہ کے خاتمہ کا حال لکھا ہے۔ تقریباً وہی

کے کچھ باضمیر لوگوں کی ہمت سے اس معاہدہ کی تنسیخ کے واقعات بیان کئے ہیں۔

مضمون ہے جو ندوی صاحب نے لکھا ہے لیکن انداز بیان زیادہ واضح اور تفصیلی ہے۔

عام الحزن

عام الحزن کا بیان ندوی صاحب نے نہایت مختصر کیا ہے۔ جبکہ مبارکپوری صاحب نے بہت وضاحت کے ساتھ اور تحقیقی و تجزیاتی انداز سے بحث کی ہے اور بڑے نکات واضح کئے ہیں۔

مبارکپوری صاحب نے عام الحزن کا بیان نہایت تفصیل سے کیا ہے۔ انداز تحقیقی ہے۔ ابو طالب کے حوالے سے مشرکین کیلئے دعاء مغفرت سے منع کرنے کا حکم درج کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی دو عزیز ترین ہستیوں کی جدائی کا سال ہے یہاں مولانا مبارکپوری نے بڑا اچھا نکتہ بیان کیا ہے کہ ان دونوں عزیز ہستیوں کے مرتبہ میں فرق ہے۔ حضرت خدیجہؓ جوار رحمت میں ہیں اور ابو طالب جہنم کے ایک طبقہ میں ہیں۔ یہ فرق ایمان اور شرک کا فرق ہے۔

سفر طائف

مولانا ندوی کا انداز بیان نہایت سادہ ہوتا ہے۔ تبلیغ اسلام کیلئے سفر طائف اور وہاں حضور ﷺ پر کی گئی سختیوں کا بیان بھی اسی طرح کیا ہے۔ زیادہ تر مولانا مقامات کی حیثیت و ماحول کی کتابت بیان کرتے ہیں۔ یہاں بھی طائف کی اہمیت بتائی ہے وہاں کی آبادی، خوشحالی اور فارغ البالی کا ذکر کیا

سفر طائف کا تکلیف دہ واقعہ مبارکپوری صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا ہے۔ وہاں کے سرداروں سے آپ ﷺ کا ملنا اور ان کی بدسلوکی کا حال بیان کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے درد بھرے دل سے اللہ کے حضور جو دعا مانگی وہ تحریر کی ہے۔ یہاں ایک بات دیگر کتب سے مختلف ہے وہ یہ

ہے۔نیز بتوں کے حوالے سے بھی طائف کی اہمیت بیان کی ہے۔پھر اہل طائف کی رسول اللہﷺ کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کا تکلیف دہ بیان ہے۔	پہاڑوں کے فرشتے نے آپﷺ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ اہل مکہ کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس ڈالا جائے جبکہ یہ بات اس موقع پر اہل طائف کیلئے تھی۔
جنات کے ایمان لانے کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ مبارکپوری صاحب نے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔	جنات کے ایمان لانے کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے۔

بیعت عقبہ

عقبہ کے مقام پر جو بیعتیں ہوئیں وہ حضور اکرمﷺ کے مشن میں کامیابیوں کا سنگ میل تھیں۔اسلام کو مکہ میں سنگ دل اور ضدی لوگوں کا سامنا تھا۔ان لوگوں سے مایوس ہوکر رسول اللہﷺ تبلیغ دین کیلئے طائف تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں پر بھی آپﷺ کی دعوت کا کوئی اثر نہ ہوا۔آپﷺ بہت پریشان اور تکلیف میں تھے کہ اللہ نے آپﷺ پر کرم فرمایا اور یثرب کے لوگوں کو آپﷺ کی قدم بوسی کیلئے حاضر کردیا۔مسلسل تین سال حج کے موقع پر وہ لوگ آپﷺ کے حضور آتے اور مشرف بہ اسلام ہوتے رہے۔ تیرہ سالوں میں مکہ میں اتنے لوگ مسلمان نہ ہوئے جتنے کہ تین سالوں میں یثرب کے لوگ مسلمان ہوئے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب نے بڑے سلجھے ہوئے انداز میں یثرب کے بت پرست قبائل کے لوگوں کا حج کے زمانہ میں مکہ آنا،حضور اکرمﷺ سے ملاقات اور قبول اسلام میں یہودیوں سے سبقت لے جانے کے جذبے کے تحت فوراً مسلمان ہوجانا بیان کیا ہے۔	عقبہ کی بیعت سے متعلق یہی تفصیلات مبارکپوری صاحب نے بھی بیان کی ہیں۔ندوی صاحب کے مقابلہ میں زیادہ تفصیل سے ہر بات تحریر کی ہے تقریباً وہی سارے نکات واضح کئے ہیں جو ندوی صاحب کے یہاں ملتے ہیں۔اس کے علاوہ ایک بات جو مبارکپوری صاحب نے واضح کی
بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ کا وضاحتی بیان ہے	ہے وہ یہ کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو ان واقعات

جس میں شرکاء کے ناموں کی فہرست، پہلے مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغی کامیابیاں، سورۃ حشر کے حوالے سے اہل یثرب کی خصوصیات، ہجرت کیلئے یثرب کے انتخاب کی حکمتیں اور اس شہر کا جنگی و جغرافیائی حیثیت سے مستحکم ہونا بیان کیا ہے اور اس اہم نکتۂ کو اجاگر کیا ہے کہ نبی موعود کا تعارف تو اہل کتاب یعنی یہودیوں نے کروایا لیکن بت پرست ایمان لانے میں سبقت لے گئے۔ پھر یہ بات بیان کی ہے کہ مدینہ میں اسلام کا فروغ مکہ کے مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا چنانچہ مکہ سے یثرب کی جانب ہجرت کا آغاز ہوا۔

سے کس قدر تقویت حاصل ہورہی تھی تو دوسری طرف مشرکین کی مارے پریشانی کے حالت غیر ہورہی تھی۔

واقعہ معراج

ندوی صاحب نے معراج کا عظیم الشان واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ آپ ﷺ پر ہونے والے کفار کے مظالم اور حزن و ملال کا مداوا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو معراج عطا کرکے کیا۔ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ بہت سارے پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ صرف جنت و دوزخ کا مشاہدہ اور آسمانوں کی سیر ہی نہ تھی بلکہ خاتم النبیین کا مقام و مرتبہ واضح کرنا بھی مقصود تھا۔ بہت خوبصورت اور

مبارکپوری صاحب نے واقعہ معراج جیسا وقوع پذیر ہوا ویسا بیان کردیا ہے۔ جزئیات اور حکمتوں کیلئے وہ کہتے ہیں کہ کتب شریعت کافی ہیں معراج کی تاریخ کے بارے میں کافی تحقیق کی ہے۔ چند انبیاء کرام سے ملاقات کا ذکر ہے، جنت و دوزخ کے مشاہدات کے دل ہلا دینے والے واقعات بیان کئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی معراج کو اس بات کی

سلیس انداز سے حضورﷺ کے مقام و مرتبے کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ پانچ وقت نماز کی فرضیت کا ذکر بھی کیا ہے۔

علامت کے طور پر بیان کیا ہے کہ کیونکہ آپﷺ ہی تمام انبیاء کے امام ہیں اس لئے تمام اقوام کے قائد بھی آپﷺ اور صرف آپﷺ ہیں۔ دوسری اقوام کی قیادت اور تمام سابقہ شریعتیں اب منسوخ ہوگئیں۔

حضور اکرمﷺ کی ہجرت مدینہ

رسول اللہﷺ کی ہجرت کا سبب یعنی آپﷺ کے خلاف قتل کی سازش کا احوال لکھا ہے اور آپؐ کا گھر سے باہر تشریف لے جانا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر تک پہنچنے کا بڑا مختصر بیان ہے۔ پھر غار ثور تک جانا اور حضورﷺ کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فکرمندی اور احتیاطیں بتائی ہیں پھر اس غیبی امداد کا تذکرہ کیا ہے جو مکڑی کے جالے اور کبوتر کے گھونسلے کی صورت میں تھی۔ پھر کفار کا غار کے منہ تک پہنچنا لیکن آپ صاحبان تک نظر کا نہ پہنچنا۔ یہ واقعات نہایت سادگی سے مختصراً بیان کئے ہیں۔ راہ ہجرت کے واقعات میں سراقہ بن جعشم اور ام معبد کے واقعات بھی مختصر بیان کئے ہیں۔

حضور اکرمﷺ کی ہجرت کا مکمل تفصیلی بیان ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اذن ہجرت کی خبر دینا، کفار کا آپﷺ کے مکان کو گھیرنا اور گھات لگا کر بیٹھنا اور حضورﷺ کا اللہ کی مدد سے ان کے درمیان سے نکل جانا اور صدیق اکبر کے پاس پہنچنا، پھر غار ثور میں قیام فرمانا، کبوتر کے گھونسلے اور مکڑی کے جالے کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کیڑے کا کاٹنا اور حضورﷺ کے لعاب دہن سے اس تکلیف کا دور ہو جانا بیان کیا ہے۔ پھر کفار کا غار کے منہ تک پہنچنا لیکن آپ صاحبان کو نہ دیکھ پانا، دونوں کتب میں ایک جیسے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ لیکن مبارکپوری صاحب کا انداز تحریر زیادہ اچھا ہے۔

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں عبد اللہ بن

ابو بکرؓ بھی آپ حضرات کے ساتھ رات گزارتے تھے۔اس کے بعد قریش کی تگ و دو کا بیان ہے۔ مبارکپوری صاحب نے عبداللہ بن اریقط کی رہنمائی میں مدینہ کی طرف سفر کا بہت اچھا نقشہ کھینچا ہے۔ راستہ کے واقعات میں ام معبد کے علاوہ ایک چرواہے کا واقعہ بھی لکھا ہے۔

مکہ میں ایک جن کی آواز کا بھی بیان کیا ہے جو کچھ اشعار پڑھ رہا تھا اور دکھائی نہیں دیتا تھا۔اس کی آواز سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اہل خانہ کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کس طرف تشریف لے گئے ہیں۔

ایک ایسی آواز کا ذکر ندوی صاحب نے بھی کیا ہے لیکن ذرا سے فرق کے ساتھ انہوں نے لکھا ہے کہ جب حضورؐ ام معبد کے خیمے سے تشریف لے گئے تو ایک آواز ام معبد اور ان کے شوہر کو سنائی دی جس میں ان کی خوش بختی پر مبارکباد دی جا رہی تھی۔

مبارکپوری صاحب نے راستہ کے کئی واقعات بیان کئے ہیں۔سراقہ بن جعشم کا واقعہ بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔

پھر حضور ﷺ کے قباء میں ورود کا دلکش احوال لکھا ہے۔مختلف روایات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قباء میں صرف چار دن قیام فرمایا تھا۔پھر حضور ﷺ کے مدینہ میں داخلہ کا منظر بھی اسی خوبصورتی میں پیش کیا ہے۔

حیات طیبہ کے مدنی دور کے منتخب اہم واقعات
(ہجرت مدینہ کے وقت مدینہ کے حالات)

جس وقت رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو ایک مختلف معاشرہ سے آپؐ کا سابقہ پڑا۔مکہ میں صرف ایک فریق دشمن تھا اور وہ قریش مکہ تھے لیکن مدینہ میں کئی فریق مخالف اسلام تھے۔ان میں مشرکین،منافقین اور یہودی شامل تھے۔اس کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی عادات واطوار میں ایک دوسرے سے مختلف تھے اگر یہ کہ اسلام کے ذریعہ وہ بھائی چارہ کے رشتہ میں بندھے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ جب یہاں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان تمام مختلف النوع گروہوں کو کنٹرول کیا اور جو قوم جس سلوک کی مستحق تھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔

مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی نے ''مکی اور مدنی معاشروں کا فرق'' کے عنوان سے مدینہ کے حالات تحریر کئے ہیں اور مکی اور مدنی معاشروں کا فرق بیان کیا ہے تا کہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ حضور اکرم ﷺ کی یہاں تشریف آوری اور اسلامی ریاست کا قیام کس طرح ممکن ہوا یہاں کے مختلف معاشرتی و مذہبی گروہوں کے درمیان آپ ﷺ نے

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے ہجرت کے وقت مدینہ کے حالات کا بڑے عمدہ انداز سے تجزیہ پیش کیا ہے۔ دونوں کتب میں اس مضمون کا بنیادی مواد ایک ہی ہے۔لیکن انداز بیان میں فرق ہے۔مبارکپوری صاحب کا انداز بہت صاف اور واضح ہوتا ہے۔

کس اعلیٰ ترین بصیرت سے مسلمانوں کو یہاں صحیح مقام دلایا اور مخالف گروہ خود بخود راہ سے ہٹتے چلے گئے۔

نئے معاشرہ کی تشکیل

مدینہ میں ایک نیا معاشرہ تشکیل دیا جارہا تھا جس کی بنیاد اللہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر تھی۔ اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی، اس کے تحفظ کی ذمہ داری مسلمانوں پر تھی۔ اس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے کئی اقدامات فرمائے۔

اسلامی ریاست کے قیام کے بعد حضور اکرم ﷺ کا مدنی دور شروع ہوتا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی ترتیب کے ساتھ سیدھے سادے انداز میں واقعات بیان کرتے ہیں۔ سارے واقعات حقائق پر مبنی ہیں اس لئے دونوں ہی کتب میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ندوی صاحب کا انداز بیانیہ ہے۔ جبکہ مبارکپوری صاحب نے تجزیاتی اسلوب اختیار کیا ہے۔ ندوی صاحب نے مدنی دور کے واقعات ترتیب کے ساتھ مسلسل بیان کئے ہیں۔

مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری نے مدنی عہد کو تجزیاتی انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ اس عہد کو تین مرحلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلا مرحلہ ا ہجری سے ۶ ہجری تک دوسرا مرحلہ ۶ ہجری سے ۸ ہجری تک اور تیسرا مرحلہ ۸ ہجری سے ۱۱ ہجری تک پھیلاتے ہیں۔

پہلے مرحلے میں اندرونی انتظامی و دفاعی معاملات ہیں۔ دوسرے مرحلے کے تعلق اسلام کی ترقی وعروج سے ہے اور تیسرا مرحلہ وہ ہے جب رسول اللہ ﷺ اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریوں تک تکمیل کے بعد دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں۔

تعمیر مسجد

اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اسلامی شعار مسجد کی بڑی اہمیت ہے۔لہٰذا ندوی صاحب نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قباء میں صرف چار دن قیام فرمایا لیکن مسجد کی بنیاد رکھی۔ جب مدینہ تشریف لائے تو فوراً ہی مسجد نبوی ﷺ کی بنیاد رکھی گئی۔

مسجد نبوی ﷺ اور امہات المومنین کیلئے حجروں کی تعمیر کا بہت مختصر ذکر کیا ہے۔

مبارکپوری صاحب نے بھی سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے جس جوش وخروش سے حصہ لیا وہ اس کام کی اہمیت سمجھنے کیلئے کافی ہے۔مولانا نے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی آشکار کی ہے کہ مسجد صرف عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ وہ تمام دینی و دنیاوی سرگرمیوں کا مرکز تھی اور مملکت کے تمام انتظامی امور مسجد ہی میں طے پاتے تھے اور تمام فیصلے بھی وہیں ہوتے تھے۔

اخوت

مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی کی مؤاخات کے بارے میں بھی مختصر تحریر سامنے آتی ہے۔ انصار کے ایثار اور مہاجرین کی خودداری و استغناء کا مختصر اور جامع انداز سے ذکر کیا ہے۔ نیز مؤاخات کی اہمیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ معاہدہ عالمی اسلامی اخوت کی بنیاد بنا۔

مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری لکھتے ہیں کہ نئے معاشرہ کی تشکیل میں دوسرا کام مسلمانوں کے درمیان رشتۂ اخوت کا قیام تھا۔مولانا نے بہت اچھے انداز سے یہ مضمون لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ معاشرہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت، ہمدردی اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت پر مبنی تھا۔مہاجرین جو سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر کے خالی ہاتھ آئے تھے ان کی آبادکاری کا انتظام کرنا تھا۔ انصار جو اپنے مہاجر بھائیوں کیلئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے

مگر مہاجرین کی غیرت وخودداری اس بات کو گوارہ نہیں کرتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ معاہدۂ اخوت کے ذریعہ طے فرمادیا۔

میثاق مدینہ

مولانا ابو الحسن علی صاحب ندوی نے میثاق مدینہ کا صرف ذکر ہی کیا ہے۔ کوئی تفصیل اس کتاب میں نہیں ملتی۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اس معاہدہ کو نسبتاً تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کی تمام اہم شرائط بھی تحریر کی ہیں۔ اس کی اہمیت کو اس لحاظ سے اجاگر کیا ہے کہ مدینہ میں مسلمانوں کی آمد سے قبل یہودی یہاں اہم مقام رکھتے تھے جو اب ختم ہوگیا تھا۔ لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ بغض و حسد تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے معاہدہ کر کے ان کو ایک لحاظ سے پابند کردیا۔

جہاد وقتال

جہاد وقتال کے سلسلہ میں مولانا ندوی نے صرف ایک آیت جو سورۃ الحج کی آیت ۳۹ ہے، کا حوالہ دیا ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ اس میں جہاد فرض نہیں کیا گیا بلکہ فرمایا گیا ہے کہ جب کفار تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ بعد ازاں غزوۂ بدر سے پہلے چھوٹے غزوات وسرایا میں

مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری نے مسلح کشاکش کے عنوان سے جہاد وقتال کے احکام کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اس سے قبل مسلمانوں کے خلاف قریش اور منافقین کی سازشیں بیان کی ہیں۔ پھر آیات کا حوالہ دینا شروع کیا ہے۔ سب سے پہلے تو سورۃ الحج ہی کی آیت ۳۹ جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے، درج کی ہے پھر غزوۂ بدر

سے صرف سریہ عبداللہ بن جحش اور غزوہ ابواء کا ذکر کیا ہے۔ بڑے اور مشہور غزوات کا احوال تفصیل سے لکھا ہے جن میں غزوۂ بدر، احد، خندق، خیبر، موتہ، حنین، طائف اور غزوۂ تبوک شامل ہیں۔ ان کے درمیان واقع ہونے والے چھوٹے غزوات و سرایا کا ذکر بھی اپنے اپنے وقت پر کرتے گئے ہیں۔

سے قبل واقع ہونے والے آٹھ سرایا وغزوات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ بعد ازاں جہاد کے سلسلے میں نازل ہونے والے احکامات بیان کئے ہیں۔

مبارکپوری صاحب نے بڑے غزوات کا احوال زیادہ تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے چھوٹے غزوات وسرایا کا احوال بھی بتاتے گئے ہیں۔

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کا عظیم الشان واقعہ ابوالحسن علی صاحب ندوی نے خلاف معمول بہت تفصیل سے جزئیات کے ساتھ لکھا ہے۔ جو عنوان جتنی وضاحت کا متقاضی تھا اس کو ویسا ہی لکھا ہے اس واقعہ کے تقریباً تمام عنوانات ندوی صاحب نے مبارکپوری صاحب سے زیادہ تفصیل سے تحریر کئے ہیں۔ مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کا قبول اسلام کے سلسلہ میں ذکر آیا ہے تو ندوی صاحب نے دونوں اصحاب کا مختصر تعارف بھی کروایا ہے جبکہ مبارکپوری صاحب نے محض ذکر کیا ہے۔

صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری نے بھی صلح حدیبیہ کا واقعہ بہت خوبصورت انداز سے بیان کیا ہے۔ ندوی صاحب کی نبی رحمت اور مبارکپوری صاحب کی الرحیق المختوم دونوں میں صلح حدیبیہ کا مضمون تقریباً ایک ہے۔ عنوانات مختلف ہیں۔ انداز تحریر اپنا اپنا ہے۔ مبارکپوری صاحب نے ایک عنوان زائد شامل کیا ہے اور وہ ہے ''مہاجرہ عورتوں کی واپسی سے انکار'' باقی مضمون تقریباً یکساں ہے۔

سلاطین کو دعوت اسلام

''سلاطین و امراء کو دعوت اسلام'' تاریخ اسلام کا یہ بھی بڑا اہم موضوع ہے ندوی صاحب نے اس موضوع کو بڑے اعلیٰ طریقہ سے قلمبند کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ان دعوتی خطوط سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دین اسلام تمام عالم کیلئے ہے۔ ندوی صاحب نے ان سلاطین کے بارے میں بھی لکھا ہے اور ان کی جو شان و شوکت، رعب و داب اور رعونت تھی اس کا حال تفصیل سے لکھا ہے۔ نیز یہ بات اجاگر کی ہے کہ ان بادشاہوں کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جراٗت نہیں ہوتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو دعوت حق دے کر ثابت کر دیا کہ آپ ﷺ تمام عالم انسانیت کیلئے اللہ کے پیغمبر ہیں اور تبلیغ دین آپ ﷺ کا مشن ہے۔

پھر ان سلاطین کا جو ردعمل سامنے آیا اور اس ردعمل پر خود ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا وہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کے خطوط کا عربی متن مع اردو ترجمہ کے نبی رحمت ﷺ میں موجود ہے۔

اس موضوع پر ندوی صاحب کا مضمون زیادہ اعلیٰ نظر آتا ہے۔ مبارکپوری صاحب نے اس مضمون میں بہت سادگی اختیار کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے خطوط مبارک کا صرف اردو ترجمہ لکھا ہے۔ عربی متن نہیں لکھا۔ البتہ ان بادشاہوں کی طرف سے جو رویہ سامنے آیا اس کو بہت اچھی طرح بیان کیا ہے۔ ندوی صاحب نے صرف چار حکمرانوں کو دیئے گئے دعوتی خطوط کا ذکر کیا ہے جن میں قیصر روم، کسریٰ ایران، نجاشی حبشہ اور مقوقس مصر شامل ہیں جبکہ مبارکپوری صاحب نے مزید حکمرانوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

عمومی موازنہ

مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی کہتے ہیں کہ انہوں نے سیرت کے عربی ماخذوں پر جب توجہ مرکوز کی تو اس میں سرفہرست "السیرۃ النبویہ" (ابن ہشام) اور زادالمعاد (امام ابن قیم) تھیں۔لہٰذا ان کی کتاب میں بنیادی طور پر ان ہی کتب کے حوالہ جات کثرت سے ملتے ہیں۔ندوی صاحب نے سیرت لکھتے وقت جن باتوں کا خیال رکھا ہے ان میں عصری، علمی اسلوب اور قدیم وجدید مآخذ سے استفادہ اور سب سے بڑھ کر قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔اس کتاب کی جو خصوصیت قاری کو فوراً نظر آ جاتی ہے وہ اس کی سادگی ہے جس کے بارے میں خود ندوی صاحب کہتے ہیں کہ:

"منہ بولتی صداقتوں اور زندہ حقیقتوں کو فلسفہ کا رنگ دینے، واقعات کی تاویل کرنے اور اس کیلئے طویل وعریض مضمون باندھنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔اس لئے کہ سیرت نبوی ﷺ کسی انداز نگارش یا رنگینی بیان کی محتاج نہیں۔اس کیلئے زیادہ سے زیادہ ایک مصنف کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ حسن بیان، حسن ترتیب اور حسن انتخاب ہے"۔۱۳

ان کا نظریہ یہ ہے کہ سیرت مرتب کرتے وقت جذبۂ ایمان اور عقل سلیم دونوں کی موجودگی ضروری ہے۔سیرت کی کتاب میں جذبۂ ایمانی اور والہانہ محبت کا اظہار نہیں ہے تو بقول ندوی صاحب وہ چوب خشک کا مصنوعی ڈھانچہ ہے جس میں زندگی کی حرارت نہیں اور نہ ہی سیرت کی کتاب میں عقیدہ اور تقلید پر مبنی ایسا خراج عقیدت ہو کہ صرف قوی الایمان مسلمان ہی سمجھ سکتے ہوں اور عاقلین سمجھنے سے قاصر رہیں۔جبکہ عصر حاضر میں عقل و منطق کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ آپ ﷺ تمام عالمین کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔اس لئے آپ ﷺ کی سیرت ہر طبقہ کے سامنے پیش کرنا ہے۔

مولانا ندوی کی کتاب ان کی اس سوچ کی نمائندہ ہے اور اپنے وقت کے خاص اسلوب بیان اور زبان کی ترجمان ہے۔

۱۔ نئی نسل کے فہم اور نفسیات کا خیال رکھا گیا ہے۔

۲۔ اس دور کے تقاضوں، ضرورتوں، طرز تحقیق اور طرز کلام کی رعایت رکھی گئی ہے۔

۳۔ یہ کتاب بڑے منفرد انداز میں لکھی گئی ہے اور دریا کو کوزے میں بند کرنے کا محاورہ اس تصنیف پر سو فیصد صادق آتا ہے۔

۴۔ بڑا مختصر لیکن پر معنی انداز بیان ہے۔ کہیں کہیں یہ اختصار قاری کے ذہن پر زور پڑنے کا باعث بنتا ہے۔

۵۔ انداز بیان میں تاریخیت اور علمیت نمایاں ہے۔

الرحیق المختوم بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں لکھی گئی بہترین کتاب ہے۔ کتاب کے نام سے ہی اس کی انفرادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتب سیرت کے ناموں میں عموماً لفظ ''سیرت'' استعمال ہوا ہے لیکن مبارکپوری صاحب نے اتنا خوبصورت نام رکھا ہے جو ان کے ذہن رسا کا آئینہ دار ہے۔

سیرت کی کتب کا بنیادی ماخذ قرآن و احادیث ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کتب سیرت کی طرف آتے ہیں تو سیرت ابن ہشام ام الکتاب ہے۔ ہر مصنف نے اس سے رہنمائی لی ہے۔ ابوالحسن علی صاحب ندوی ہوں یا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری، سب سے زیادہ حوالہ جات سیرت ابن ہشام ہی کے لیتے ہیں۔

مبارکپوری صاحب کی کتاب میں قرآن و احادیث کے حوالے زیادہ ہیں۔ جبکہ ندوی صاحب کی کتاب میں دیگر مذاہب کی کتب کے حوالے بھی موجود ہیں۔

دونوں کتابوں کی علمیت میں کوئی کلام نہیں۔ زبان و بیان میں بھی کافی مماثلت پائی جاتی ہے جس کا سبب غالباً مصنفین کا ہم وطن اور ہمعصر ہونا ہو سکتا ہے۔

فصل پنجم

سیرت سرور عالم ﷺ (مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی) اور سیرت رسول عربی ﷺ (علامہ نور بخش صاحب توکلی) کے منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ

سیرت طیبہ پر بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں۔ان میں مولانا مودودی صاحب کی کتاب ''سیرت سرور عالم ﷺ'' بھی شامل ہے۔ یہ کتاب دیگر کتب ہائے سیرت سے بالکل مختلف ہے۔مودودی صاحب نے سیرت طیبہ کے حوالے سے بے شمار مضامین لکھے۔ جب ان کو تالیف کیا گیا تو ایک بے مثال کتاب مرتب ہوگئی۔مؤلفین بھی قابل تعریف ہیں جنہوں نے اس خوبصورتی سے ان مضامین کو تالیف کیا۔مضامین کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کو چار جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ پہلی جلد میں منصب نبوت اور نظام وحی، بعثت آنحضور ﷺ اور ماقبل بعثت کا ماحول، دعوت کی مخاطب اقوام اور عرب کے مختلف گروہوں کا احوال بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری جلد حضور اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ سے لے کر ہجرت تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

۳۔ تیسری جلد نبی کریم ﷺ کی اس سرگرم تحریکی زندگی سے تعلق رکھتی ہے جو ہجرت سے لحہ وصال تک حضور ﷺ نے مدینہ میں گزاری۔

۴۔ چوتھی جلد جو ابھی مرتب نہیں ہوسکی ہے، اس میں حضور اکرم ﷺ کی اصلاحات، تعلیمات اور نظام زندگی کے مختلف شعبوں میں لائے جانے والے تغیرات کا نقشہ پیش کرنا مطلوب ہے۔

اس نادر کتاب کی صرف دو جلدیں میسر آسکی ہیں۔ تلاش بسیار کے باوجود تیسری جلد تک رسائی حاصل نہ ہوسکی۔لیکن کتاب اتنی معیاری ہے کہ اس کا انتخاب ضروری معلوم ہوا تاکہ یہ کتاب مقالہ کی زینت بنے اور اس کتاب کو بھی حیات نو مل جائے۔

''سیرت سرور عالم ﷺ'' کی پہلی جلد بنیادی مباحث سے تعلق رکھتی ہے جس میں سلسلہ نبوت و

رسالت کی حقیقت اور دنیا میں بنی نوع انسان کیلئے اس کی ضرورت واہمیت کو بہترین طریقہ سے بنایا گیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ انسان کی سب سے بڑی بنیادی ضرورت نبوت ورسالت ہی ہے۔ یہ خدائی ہدایت کا سلسلہ ہے۔ نبوت ورسالت، انبیاء کرام اور وحی سے متعلق اتنے اہم مضامین کا مجموعہ کسی اور کتاب میں نظر نہیں آتا۔

بے شمار انبیاء کرام کی تشریف آوری کے بعد ختم المرسلین ﷺ کی ضرورت کے دلائل پیش کئے ہیں۔ اس کے بعد نبوت محمدی ﷺ کے ثبوت میں عقلی وقرانی دلائل دیئے ہیں اور بھرپور دلائل کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا سرورِ عالم ہونا ثابت کیا ہے اور ختم نبوت پر بحث کی ہے۔ پھر نبی آخر الزماں ﷺ کی شخصی اور نبوی حیثیت پر ہر پہلو سے استدلال کیا ہے۔ آخر میں قرآن اور صاحب قرآن کے متعلق مستشرقین کے رویوں سے بحث کی ہے۔

جلد اول کے دوسرے حصہ میں حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل کا ماحول بہت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے اقوام ماضیہ کے حالات اور ان کی تباہی کے اسباب بیان کئے ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل جو مذاہب پائے جاتے تھے ان کا جلد اول کے حصہ ۳ میں بڑا تفصیلی بیان ہے۔ چوتھے حصہ میں بعثت سے قبل جزیرۃ العرب کی جغرافیائی اور تمدنی حیثیت واہمیت بتائی ہے۔ جلد اول کا آخری باب ''سیرت کا پیغام'' کے عنوان سے ہے جو حضور اکرم ﷺ سے متعلق دراصل ان آیات کی تشریح ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ط

اور

فمن یطع الرسول فقد اطاع اللہ o

''سیرت سرور عالم ﷺ'' جلد دوم میں حضور اکرم ﷺ کی مکی زندگی سے متعلق مضامین جمع کئے گئے ہیں۔ اس بارے میں مولانا مودودی صاحب کہتے ہیں کہ:

''اس دوسری جلد کیلئے میرے جو مضامین انہوں نے جمع کئے تھے، ان کے درمیان جگہ جگہ ایسے خلاء باقی رہ گئے تھے جن کی موجودگی میں یہ کسی طرح سیرت کی کتاب نہ بن سکتی تھی۔

اس لئے میں نے اس میں بکثرت اضافے کر کے اسے ایک مسلسل اور مربوط کتاب سیرت بنادیا ہے''۔ دیباچہ جلد دوم

توکلی صاحب کی ''سیرت رسول عربی ﷺ'' اردو کتب سیرت میں ایک ایسی کتاب ہے جس کا اصل مقصد تالیف مسلمانوں کے دلوں میں حب رسول ﷺ کو پورے جوش وخروش کے ساتھ اجاگر کرنا ہے۔ اسی لئے کتاب کا زیادہ حصہ حضور اکرم ﷺ کے حسن خلق اور معجزات پر مشتمل ہے۔ ''سیرت رسول عربی ﷺ'' کا انداز سیرت کی دیگر عام کتب جیسا ہی ہے۔ البتہ مباحث میں جدت پیدا کرنے کی اچھی کوشش کی گئی ہے۔ حیات طیبہ کے واقعات نظم وترتیب اور تسلسل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اظہار نبوت سے قبل کے واقعات اختصار کے ساتھ بیان کئے ہیں اور بعد کے واقعات بہت تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

اکثر کتب سیرت کی طرح ''سیرت رسول عربی ﷺ'' کا بھی سب سے بڑا ماخذ سیرت ابن ہشام ہے۔ دیگر ماخذوں میں ابن قیم کی زاد المعاد، زرقانی کی شرح مواہب اور طبقات ابن سعد کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

اب سیرت سرور عالم ﷺ اور سیرت رسول عربی ﷺ کے چند منتخب موضوعات کا تقابلی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

حالات قبل از اسلام

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے پہلی جلد میں مکمل طور پر وہ حالات درج کر دیئے ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے تھے اور اتنی وسعت کے ساتھ لکھے ہیں کہ دوسری جلد میں اس حوالے سے مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے نہ صرف ماضی قریب کا احوال لکھا ہے بلکہ قدیم اقوام کی عروج وزوال کی داستان، ان کی نافرمانیوں کا احوال اور اللہ کی گرفت سب بیان کر دی ہے پھر بعثت سے قبل کا عرب کا ماحول بیان کیا ہے اور ہر پہلو سے اس کا جائزہ لیا ہے۔

علامہ نور بخش صاحب توکلی کی کتاب ''سیرت رسول عربیؐ' سیرت پر لکھی گئی دیگر روایتی کتب سے مماثل ہے لہٰذا اس میں تاریخی انداز سے واقعات درج ہیں۔ سب سے پہلے مقدمہ میں ملک عرب کا جغرافیہ بتایا ہے اور دوسرے مقدمہ میں عرب کی قدیم تاریخ کا جائزہ پیش کیا ہے۔قبل از اسلام عرب کی مذہبی ومعاشرتی حالت بیان کی ہے جس میں بت پرستی کے آغاز کے حوالہ سے بتایا ہے اور کن کن چیزوں کی پوجا کی جاتی تھی، معاشرہ میں کس قدر گھناؤنے رسم ورواج تھے، شراب و قمار کس طرح لوگوں کی فطرت میں داخل تھا بہت سادگی سے یہ سب بیان کیا ہے۔

حیات طیبہ کے مکی دور کے منتخب واقعات

حیات طیبہ کا مکی دور نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت سے شروع ہو کر ہجرت تک ترپین (۵۳) سال کے عرصے پر محیط ہے۔اس میں اسم گرامی رکھا جانا، رضاعت،حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے پاس چار سال گزارنا، شق صدر، والدہ ماجدہ کا انتقال، دادا عبد المطلب کے زیر کفالت، دادا کے انتقال کے بعد چچا ابو طالب کی کفالت میں،سفر شام اور راہب بحیرا کا واقعہ،حرب فجار،حلف الفضول،حضرت خدیجہؓ سے عقد،کعبہ کی تعمیر نو،حضور اکرم ﷺ کا دور تحنث، غار حرا میں خلوت گزینی ،ابتداء وحی، تین سالہ خفیہ تبلیغ ،اعلانیہ تبلیغ ،کفار کے ظلم و ستم ،ہجرت حبشہ (اول و دوم)،معاشرتی مقاطعہ ، عام الحزن ،سفر طائف ،معراج ،بیعت عقبہ،یثرب میں تبلیغ ،

ہجرت مدینہ۔

یہ واقعات ''سیرت سرور عالمؐ'' اور ''سیرت رسول عربیؐ'' دونوں کتابوں میں ترتیب وار موجود ہیں لیکن انداز بیان بالکل مختلف ہے نور بخش صاحب توکلی نے محض واقعات بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے جبکہ مودودی صاحب نے تمام واقعات پر فلسفیانہ انداز سے روشنی ڈالی ہے، اس کی توجیہات پیش کی ہیں، اس کے نتائج بیان کئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقبولیت اور معیار میں سیرت سرور عالمؐ کا مقام بہت بلند ہے۔ یہاں چند واقعات منتخب کر کے ان کا تقابلی مطالعہ کیا جا رہا ہے۔

حرب فجار اور حلف الفضول

یہ واقعات حضور اکرمؐ کی نوجوانی کے وقت کے ہیں۔ یہ اس معاشرہ کی تصویر بھی پیش کرتے ہیں اور حضورؐ کی شخصیت کے بعض پہلو بھی اس سے سامنے آتے ہیں۔

مودودی صاحب نے حرب فجار کا سبب اور اس کی تفصیل تاریخی انداز سے لکھی ہے۔ حضور اکرمؐ کی جنگ میں شرکت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس حد تک تھی کہ دشمن کی طرف سے آنے والے تیر اٹھا کر چچا کو دیتے جاتے تھے۔ ابن ہشام کے حوالے سے آپؐ کی عمر مبارک ۱۴۔۱۵ سال بتاتے ہیں۔ ابن سعد کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضورؐ فرماتے تھے کہ میں اس لڑائی میں اتنی بھی شرکت نہ کرتا تو اچھا ہوتا۔

یہاں حضورؐ کی شخصیت کا یہ پہلو نظر آیا

علامہ توکلی صاحب نے حرب فجار کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ اس کا سبب دو قبیلوں کے افراد کی انفرادی لڑائی اور ان میں سے ایک کا قتل تھا۔ پھر قریش و کنانہ اور ہوازن میں جنگ چھڑ گئی۔ یہ ماہ رجب تھا اس لئے حرب فجار کہلائی۔ حضورؐ کی عمر مبارک اور شرکت کے بارے میں وہی معلومات ہے جو مودودی صاحب کی کتاب میں بھی ہے۔ البتہ توکلی صاحب کے یہاں بغیر کسی حوالہ کے ایک بات کا اضافہ ہے وہ یہ کہ بعض کہتے ہیں کہ حضورؐ نے تیر پھینکے بھی تھے۔

کہ آپ ﷺ کولڑائی اور جنگ سے نفرت تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کو کسی جنگ کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ دور نبوت میں غزوات کی سپہ سالاری اور سرایا میں جنگی حکمت عملی، یہ سب حضور ﷺ کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتی تھی۔

حلف الفضول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بیس (۲۰) سال تھی۔ یہ آپ ﷺ کا بہت پسندیدہ معاہدہ تھا کیونکہ مظلوموں کی دادرسی کیلئے تھا۔ اس کے نام کے متعلق وضاحت کرتے ہوئے ابن اثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ دراصل بنو جرہم کے زمانہ میں ایسا معاہدہ ہوا تھا اور اس کے شرکاء کا نام فضل تھا اس لئے اس معاہدہ کا نام حلف الفضول ہوا۔ دوسری وجہ جس کو ترجیح دیتے ہیں وہ حافظ ابن کثیر کے حوالہ سے ہے۔ وہ یہ کہ یہ معاہدہ اس بات پر ہوا کہ حقداروں کو ان کے فضول دلوائیں گے۔ فضول سے مراد حقوق ہیں۔ یہاں تاجر زبیدی کا واقعہ بھی لکھا ہے، جس کے حق کا معاملہ تھا۔

حلف الفضول کے حوالے سے تاجر زبیدی کا واقعہ ہی لکھا ہے کہ یہ معاہدہ قریش کے شرفاء نے کیا تھا اور اس معاہدہ کے مشابہ تھا جو بنو جرہم کے وقت میں ہوا تھا اور اس کے شرکاء کے ناموں میں فضل آتا تھا اس لئے حلف الفضول کہلاتا تھا۔ بس اتنی ہی معلومات دی ہیں۔

کعبہ کی تعمیر نو

کعبہ کی تعمیر نو کا واقعہ اس لئے منتخب کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اعلیٰ بصیرت اور قوم میں آپ ﷺ کے عزت واحترام کا خوبصورت پہلو سامنے آتا ہے۔

مودودی صاحب نے یہ واقعہ جس انداز سے شروع کیا ہے وہ بہت بہترین ہے کعبہ کی پرانی عمارت کی منظر کشی، پھر دوبارہ تعمیر کی وجوہات جس میں سیلابوں کی وجہ سے دیواروں کی بوسیدگی کے علاوہ یہ بھی بتایا ہے کہ کعبہ کا خزانہ اس وقت ایک کنوئیں میں تھا جو عمارت کے اندر بنا ہوا تھا۔ لوگ دیواروں سے کود کر اندر پہنچ جاتے تھے اور چوری کرتے تھے چنانچہ دیواریں بلند اور پختہ بنانے اور اوپر چھت بھی ڈالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اللہ کے حکم سے ماہر تعمیرات اور تختوں کا انتظام ہو جانا بیان کیا ہے۔ ایک رومی تاجر کا جہاز جدہ یا شعیبہ کی بندرگاہ سے ٹکرا کر ٹوٹ جانے سے تختے میسر آئے جو خریدے گئے، جہاز میں ایک رومی معمار باقوم بھی تھا، تعمیر میں اس کی مہارت سے بھی فائدہ اٹھایا گیا۔

اس واقعہ سے ایک اور بات کی طرف نشاندہی کی ہے کہ قریش کے لوگوں میں کعبہ کا کتنا احترام تھا کہ یہ اعلان کیا گیا کہ کوئی غلط کمائی کا پیسہ

توکلی صاحب نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے جو معلومات دی ہیں وہ بھی نہایت قیمتی ہیں لیکن انداز بیان اتنا شگفتہ نہیں ہے جتنا کہ مودودی صاحب کا ہے۔

توکلی صاحب نے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے جو تعمیر فرمائی تھی اس کا ذکر کیا ہے خانہ کعبہ کی پیائش بتائی ہے۔ پھر حضرت جبرائیلؑ کا حجر اسود لے کر حاضر ہونا اور پھر حضرت ابراہیمؑ کا اس کو ایک خاص مقام پر نصب کرنا جس کا مقصد یہ تھا کہ ایک نشانی ہو جہاں سے طواف کا آغاز کیا جائے۔

اب قریش جو تعمیر نو کر رہے تھے اس سلسلے میں تمام معلومات وہی ہیں جو مودودی صاحب نے بھی بیان کی ہیں۔ لیکن انداز بیان جدا جدا ہے۔

اس تعمیر میں نہیں لگے گا۔

حجر اسود کی تنصیب کا واقعہ لکھا ہے کہ اس موقع پر تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ ابو الامیہ مخزومی کی تجویز کہ کل صبح جو سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو گا وہ ہمارا فیصلہ کرے گا۔ پھر حضور ﷺ کا سب سے پہلے داخل ہونا اور سب کا پکار اٹھنا کہ صادق وامین ہمارا حکم ہو گا۔

پھر حضور ﷺ نے کتنی آسانی سے تنازعہ حل فرما دیا۔

بعثت مبارکہ

مودودی صاحب کی تصنیف کی یہ خصوصیت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں جب کوئی بات لکھتے ہیں تو دیگر انبیاء کرام کے حوالے سے بات شروع کرتے ہیں آپ ﷺ کی رسالت کے آغاز پر لکھنے سے پہلے ان عنوانات پر گفتگو کی ہے۔

"بعثت سے قبل انبیاء کا ذہنی سفر"

"عقلی معرفت سے الہامی ایمان تک"

پھر حضور ﷺ کے دور تحنث کا بیان شروع کیا ہے۔ غار حرا میں خلوت گزینی کی وجہ، سچے خواب، ابتداء وحی، نزول وحی کے کیا نتائج نکلے، پہلی وحی کا

توکلی صاحب نے سب سے پہلے عرب کے گھناؤنے معاشرہ میں حضور ﷺ کے اعلیٰ کردار اور پاکیزگی کا ذکر کیا ہے۔ پھر ابتداء وحی کا بیان ہے، رویاء صادقہ کا ذکر ہے۔ پھر پہلی وحی کے نزول کا حال لکھا ہے۔ اس کے بعد دوسری وحی کا ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ سورۃ المدثر کی آیات نازل ہوئیں اور قم فانذر سے آپ ﷺ پر دعوت الی اللہ فرض ہو گئی لیکن ابھی علی الاعلان تبلیغ کا حکم نہیں آیا تھا۔

مضمون اس مضمون کی تشریح، نزول وحی کی ابتداء کب ہوئی، تاریخ نزول قرآن کے بارے میں معتبر احادیث۔ ان تمام موضوعات پر اس کتاب میں سند کے ساتھ تفصیل موجود ہے۔ پہلی وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ کی جو کیفیت تھی اور جو خدشات آپ ﷺ کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ نے جو کہا اور ورقہ نے جس خیال کا اظہار کیا یہ تمام باتیں تجزیہ کے ساتھ بیان کی ہیں جو انسان کے عقل وشعور میں جذب ہو جاتی ہیں۔

سابقین الاولین

پہلے چار ایمان لانے والوں میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے ایمان لائیں۔ مودودی صاحب نے یہی بات لکھی ہے لیکن تینوں مردوں میں پہلے کون مسلمان ہوئے اس میں اختلاف ہے۔

مولانا لکھتے ہیں کہ دوسری وحی میں سورۃ المدثر کی سات آیات نازل ہوئی ہیں اور آپ ﷺ نے خفیہ تبلیغ کا آغاز کر دیا جو تقریباً تین سال تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں جو مسلمان ہوئے مودودی

مولانا نور بخش توکلی کی تحریر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب قـم فـانـذر کا حکم آیا تو آپ ﷺ نے اپنے معتمد لوگوں کو دعوت اسلام دی جس کے نتیجہ میں سب سے پہلے وہ چار ہستیاں مسلمان ہوئیں جو آپؐ سے قریب ترین تھیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے پانچ صحابہ اور مسلمان ہوئے ان کے علاوہ بارہ (۱۲) صحابہ کرام اور نو (۹) صحابیات کے نام دیئے ہیں اور ان کو سابقین الاولین میں شمار کیا ہے۔

صاحب نے ان کی فہرست دی ہے جس میں ان مسلمانوں کی تعداد ۱۲۹ ہے۔

اعلانیہ تبلیغ

تبلیغ دین کے حوالے سے مودودی صاحب کا مضمون بے مثال ہے۔عام دعوت اسلام کی ابتداء کے مضمون سے پہلے انہوں نے قرآن میں حضورﷺ کو دعوت حق کے جو طریقے بتائے گئے ہیں وہ بیان کئے ہیں اب یہ بتایا جارہا ہے کہ نبیﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق خفیہ تبلیغ کی،پھر سورۃ الشعراء آیت ۲۱۴ کے حکم کے مطابق رشتہ داروں کو دعوت حق دی۔اس کے بعد جب اعلانیہ تبلیغ کا حکم آیا تو کوہ صفا پر چڑھ کر تمام عرب قبائل کو دعوت حق دی۔یعنی ہر قدم ہدایت الٰہی کی روشنی میں اٹھتا ہے۔کفار کی شدید مخالفت کے باوجود نبیﷺ تن تنہا حرم میں نماز ادا کرتا ہے اور اللہ اس کا محافظ ہوتا ہے۔

آپﷺ کے سگے چچا دشمن اسلام ابولہب کے بارے میں لکھا ہے اور یہ باور کرایا ہے کہ ابولہب اتنا شدید دشمن تھا کہ اللہ نے اس کا نام لے کر اس کو عذاب دیا ہے۔

اعلانیہ تبلیغ کے ساتھ ہی کفار کی دشمنی بھی کھل

توکلی صاحب لکھتے ہیں کہ تین سال خفیہ تبلیغ کے بعد اعلانیہ تبلیغ کا حکم سورۃ حجر اور سورۃ الشعراء کی آیات میں آیا اور حضورﷺ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔

اس کے بعد توکلی صاحب نے وہی تمام واقعات قلمبند کئے ہیں جو مودودی صاحب کی کتاب میں بھی ہیں اور سیرت کی تقریباً ہر کتاب میں ملتے ہیں۔ابولہب مخالفت اسلام میں کس قدر بڑھا ہوا تھا۔اس کا کیا انجام ہوا،پھر قریش کے سرداروں کا حضرت ابوطالب کے پاس آنے کا واقعہ لکھا ہے اور آخر میں حضورﷺ کو دی گئی تکالیف کا بیان ہے۔

کر سامنے آ گئی اور رسول اللہﷺ کے ساتھ جو اذیتیں روا رکھی گئیں ان کا بیان ہے۔

ہجرت حبشہ (اول و دوم)

مولانا مودودی صاحب نے ہجرتوں کا بیان بھی بڑا تفصیلی قلمبند کیا ہے۔ سب سے پہلے دین میں ہجرت کی اہمیت بتائی ہے پھر وہ آیات درج کی ہیں جن میں مسلمانوں کو ہجرت کے لئے آمادہ کیا گیا ہے:

"اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے۔ تم میری ہی بندگی کرو"۔

پھر مسلمانوں کو ہجرت کے موقع پر جو ہدایات دی گئیں ان کا بیان ہے کہ اہل کتاب سے عمدہ طریقہ سے بحث کرو کیونکہ مسلمان ہجرت کر کے عیسائی ملک کی طرف جا رہے تھے تو اللہ نے انہیں ہدایت دی کہ جو ظالم ہیں ان کے تو منہ ہی نہ لگو لیکن جو سمجھدار ہیں ان سے عمدہ طریقہ سے بات کرو۔ اس کے علاوہ ہجرت سے پہلے سورۂ مریم بھی اللہ نے نازل فرما دی۔ مودودی صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ سب ہجرت حبشہ کی تیاری تھی جو مسلمانوں کو کروائی گئی۔

مولانا نور بخش صاحب توکلی نے نہایت سادگی کے ساتھ ۵ نبویﷺ میں حبشہ کی پہلی ہجرت کا مختصر ذکر کیا ہے مودودی صاحب کا بیان جتنا تفصیلی ہے توکلی صاحب کا اتنا ہی مختصر ہے اور حبشہ کی دوسری ہجرت کا ذکر شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے بھی دوسری ہجرت کا سن ٦ نبوی ہی لکھا ہے۔ مہاجرین کی تعداد تراسی (۸۳) مرد اور اٹھارہ (۱۸) خواتین لکھی ہے۔

باقی بیان وہی ہے جو مودودی صاحب کی کتاب میں بھی ہے۔ توکلی صاحب لکھتے ہیں کہ قریش کا وفد تحفے تحائف لے کر نجاشی کے دربار میں جاتا ہے۔ حضرت جعفرؓ کی تقریر اور سورۃ مریم کا حوالہ دیتے ہوئے نہایت سادگی سے یہ واقعہ بیان کر دیا ہے۔

پھر نجاشی کا متاثر ہونا اور قریش کے وفد کا دربار سے نکلوا دینا حسب معمول نہایت سادہ طریقہ سے یہ مضمون لکھا ہے۔

ہجرت کا واقعہ بیان کرنے سے قبل مودودی صاحب نے یہ نہایت خوبصورت ذکر فرما کر اپنی علمیت و قابلیت کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ پھر ہجرت حبشہ اولیٰ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ۵ نبوی میں حضورؐ نے مسلمانوں کو حبشہ چلے جانے کی تلقین فرمائی۔ پھر گیارہ مردوں اور چار خواتین نے ہجرت کی۔ ان کے نام تحریر کئے ہیں۔ پھر حبشہ میں مسلمانوں کے ساتھ اچھے سلوک کا ذکر ہے۔ اس کے بعد قریش کے وفد کا ان کے پیچھے جانا لیکن حبشہ سے ناکام واپس آنا بیان کیا ہے۔ بعد ازاں دوسری ہجرت حبشہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا سال ۶ نبوی لکھا ہے اور مہاجرین کی تعداد ۸۰ مرد اور ۱۸۔ ۱۹ خواتین بتائی ہے۔ تفصیلی اور تحقیقی بیان ہے۔ مہاجرین کی فہرست بھی دی ہے۔

پھر اس ہجرت کا مکہ میں ردعمل بتایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مکہ کے تقریباً ہر گھر میں کہرام مچا ہوا تھا اس لئے کہ ہر گھر کا کوئی نہ کوئی فرد ایمان لا چکا تھا اور ان مہاجرین میں شامل تھا۔ پھر قریش کا وفد نجاشی کے دربار میں شکوہ کرتا ہوا پہنچا لیکن حضرت جعفرؓ کی تقریر اور اللہ کا عطا کردہ ہتھیار جو سورۂ مریم کی صورت میں تھا کام آیا اور قریش کے لوگ دربار سے نکال دیئے

گئے۔ یہ مضمون مولانا مودودی صاحب نے بڑا تفصیلی،معلوماتی اور بہت دلچسپ قلمبند کیا ہے۔

شعب ابی طالب میں محصوری

مولانا مودودی صاحب نے اس واقعہ کا آغاز بڑے عمدہ طریقہ سے کیا ہے۔قریش کی مسلسل ناکامیوں کا بیان ہے۔اس پس منظر کو پڑھ کر کفار کے ارادوں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔پھر حضور اکرم ﷺ پر ان کی دست درازیوں کا بیان ہے یہاں تک کہ (نعوذ باللہ) وہ آپ ﷺ کو ابو طالب سے مانگتے ہیں تاکہ قتل کردیں۔

اب ابو طالب کا جو فیصلہ تھا اس کا بہت ترتیب اور وضاحت سے بیان کیا ہے۔خاندان والوں کو جمع کرنا اور آپؐ کو بغرض حفاظت اپنے درہ شعب ابی طالب میں لے جانا۔اس بات کا قریش پر جو اثر ہوا وہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم سے معاشرتی مقاطعہ کرلیا اور ایک دستاویز لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کردی۔پھر اس مقاطعہ کے خاتمہ کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی ہے قریش کے بعض لوگوں کے دلوں کو اللہ نے نرم کردیا نیز قدرت الٰہی کے ایک کرشمہ کا بیان ہے کہ دیمک نے وہ دستاویز چاٹ لی اور جہاں لفظ اللہ لکھا تھا وہ باقی رہ گیا۔

علامہ توکلی کی کتاب میں بھی یہ واقعہ نسبتاً ترتیب اور وضاحت سے ملتا ہے۔ بڑے مختصر اور جامع انداز میں پورا واقعہ بیان کردیا ہے کہ حضور ﷺ کی ثابت قدمی،مسلمانوں کو حبشہ میں جائے پناہ ملنے اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے قریش کا حواس باختہ ہوجانا اور آنحضرت ﷺ کے خلاف قتل کی سازش کرنا۔جس کی وجہ سے ابو طالب کا آپؐ کو حفاظت کی خاطر شعب ابی طالب میں لے جانا۔پھر قریش کا معاشرتی مقاطعہ کرلینا اور اس کی شرائط لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دینا۔پھر دیمک کا اس معاہدہ کو چاٹ جانا اور اس کی خبر اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کو ہوجانا بالآخر تین سال بعد مقاطعہ کا ختم ہوجانا یعنی دونوں کتابوں میں یہ مضمون ایک جیسی معلومات فراہم کرتا ہے لیکن مودودی صاحب کا انداز بیان تفصیلی ہے۔ایک بات میں سے کئی نکات نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جبکہ توکلی صاحب مختصر الفاظ میں واقعات بیان کردیتے ہیں۔

عام الحزن

۱۰ نبوی ﷺ میں شعب ابی طالب میں محصوری کے خاتمہ کے بعد حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ الکبریٰ کا انتقال ہوا مودودی صاحب نے اس سلسلہ میں دونوں ہستیوں کی تاریخ وفات پر بات کی ہے اور مختلف حوالوں سے دونوں کی وفات کے درمیان وقفہ یا کس کا انتقال پہلے ہوا کس کا بعد میں اس بات پر تفصیلی بحث کی ہے۔

توکلی صاحب نے عام الحزن کے بارے میں صرف یہ لکھا ہے کہ ۱۰ نبوی ماہ رمضان میں ابو طالب کی وفات ہوئی اور تین دن بعد حضرت خدیجہؓ الکبریٰ نے انتقال فرمایا۔

سفر طائف

مودودی صاحب نے حضور اکرم ﷺ کے سفر طائف کا احوال تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ وہاں کے سرداروں سے ملاقات، ان کے مایوس کن جوابات پھر بدمعاشوں کو آپ ﷺ کے ساتھ گستاخی کیلئے لگا دینا، ان کا آپ ﷺ کے ساتھ انتہائی تکلیف دہ رویہ، پھر حضور ﷺ کی اس بے بسی کے موقع پر رقت آمیز دعا بھی تحریر کی ہے۔ پھر حضور ﷺ کے رحم و کرم کا بیان ہے جب پہاڑوں کا فرشتہ ان ظالموں کو کچلنے کی اجازت لینے آیا۔ عتبہ اور شیبہ کے باغ میں آپ ﷺ کا پناہ لینا، عداس نصرانی کا قبول

توکلی صاحب نے بھی سفر طائف کافی تفصیل سے بیان کیا ہے تقریباً یہی تمام معلومات ان کے مضمون میں بھی ہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ پر اہل طائف کے ظلم و ستم، عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لینا، پہاڑوں کے فرشتے کا حاضر ہونا، یہ بیانات دونوں کتابوں میں تقریباً یکساں ہیں۔

توکلی صاحب نے حضور ﷺ کی دعا کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مطعم بن عدی کی پناہ میں حضور ﷺ کا مکہ میں داخلہ کا بیان بھی مولانا مودودی جیسا ہی ہے۔ بلا اختلاف یہ واقعہ ۱۰ نبوی ﷺ کا ہے۔

اسلام، وادی نخلہ میں جنات کا قرآن سننا جبکہ آپ ﷺ سورہ رحمٰن کی تلاوت فرما رہے تھے اور ایمان لانا۔ یہ تمام واقعات علیحدہ علیحدہ سرخیوں کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ جنات کے حوالے سے مختلف روایات بیان کی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ جنات کے بارے میں حضور ﷺ کو کچھ علم نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آپ ﷺ کو اس سے آگاہ فرمایا تھا۔ پھر مطعم بن عدی کی پناہ میں واپس مکہ آنا۔

یہ واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ موثر انداز میں تحریر کیا ہے۔

مودودی صاحب نے اس سفر کا ہر مرحلہ سرخی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

بیعت عقبہ

"مکی دور کے آخری تین سال" کے عنوان سے مودودی صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی تبلیغ دین کیلئے بھرپور جدوجہد کا احوال لکھا ہے۔ موسم حج میں بڑی تعداد میں قبائل عرب کا مکہ آنا، مکہ میں میلے ٹھیلے لگنا، حضور اکرم ﷺ کا ان بازاروں میں تشریف لے جانا اور لوگوں کو دعوت اسلام دینا، ابولہب اور ابوجہل کا آپ ﷺ کے کام میں رکاوٹیں ڈالنا بالآخر آپ ﷺ کی جدوجہد کا بارآور ہونا اور اوس وخزرج کے چھ

علامہ توکلی صاحب نے ۱۱ تا ۱۳ نبوی کے حالات جمع کرکے بیان کر دیئے ہیں اور ان سالوں میں بیعت عقبہ کے بارے میں لکھا ہے۔ معلومات تمام وہی ہیں جو سیرت سرور عالم ﷺ میں ہیں، بیان مختصر اور سادہ ہے۔ ہر سال حج کے موسم میں مکہ میں میلوں ٹھیلوں کا لگنا، دور دور سے قبائل کا زیارت کیلئے آنا۔ ادھر یثرب کے بارے میں بتایا ہے کہ کب اور کس طرح یہود اور دیگر مشرک قبائل۔ یہاں آکر بسے۔ نبی کریم ﷺ مکہ آنے والے قبائل کے پاس جا

افراد کا مسلمان ہو جانا۔ یہ سارا پس منظر بیان کیا ہے بیعت عقبہ کا۔ اگلے سال یعنی ۱۲ نبویؐ میں یثرب کے بت پرست قبائل کے ۱۲ افراد کا ایمان لانا، ان لوگوں کو قرآن سکھانے کیلئے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ یثرب بھیجنا۔	جا کر کس طرح دعوت حق دیتے تھے۔ پھر عقبہ کے مقام پر یثربی قبائل کے افراد سے مسلسل تین سال تک ملاقات ہوئی اور وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان تینوں بیعت عقبہ کے بارے میں لکھا ہے۔ مہاجرین کی تعداد لکھی ہے۔ سب کے نام نہیں دیئے ہیں۔
عقبہ کی آخری بیعت کا ذکر کرتے ہوئے اس کے شرکاء کی تعداد مختلف حوالوں سے مختلف بتائی ہے لیکن ہر جگہ ستر (۷۰) سے زیادہ ہے۔	آخر میں یہ بتایا ہے کہ یہ تمام واقعات سیرت ابن ہشام سے ماخوذ ہیں۔
مودودی صاحب نے عقبہ کی ان بیعتوں کا صرف ذکر ہی نہیں کیا ہے بلکہ ان کی اہمیت بھی واضح کی ہے۔ مکہ اور طائف کے لوگوں نے مایوس کیا تو اللہ نے یثرب کے بت پرستوں کو آپ ﷺ کے قدموں میں لا ڈالا۔ بالآخر یہ شہر یثرب دارالہجرۃ بنا۔ یہ تمام واقعات مودودی صاحب نے انتہائی عمدہ انداز سے بیان کئے ہیں۔	

اسراء و معراج

مولانا مودودی صاحب نے ''سیرت سرور عالم ﷺ'' میں اسراء و معراج کا مضمون تفصیل سے قلمبند کیا ہے اور اس غیر معمولی اور انتہائی اہم واقعہ کو پوری تفصیلات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے	علامہ توکلی صاحب نے اپنی کتاب ''سیرت رسول عربی ﷺ'' کا ساتواں باب نبی کریم ﷺ کے معجزات کیلئے مخصوص کیا ہے۔ اسی میں اسراء و معراج کا بیان بھی ہے۔ مختصر اور جامع مضمون ہے۔ وہ لکھتے

اس کی تاریخ سے متعلق تحقیق کی ہے اور متعدد روایات سے مختلف تاریخیں بتائی ہیں۔

بعد از اں معراج کے مقصد کے حوالہ سے بڑا خوبصورت نکتہ بیان کیا ہے اور بڑے عمدہ طریقہ سے معراج کی حقیقت سمجھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں نبی کی حیثیت گورنر کی سی ہے، جس کو بعض امور سمجھانے کیلئے حاکم سلطنت اپنے پاس بلاتا ہے کیونکہ یہاں بھی ایک اہم موقع آنے والا تھا، اسلامی سلطنت قائم ہونے جارہی تھی اس وقت حاکم اصلی واعلیٰ نے آپ ﷺ کو بلایا تاکہ کچھ ہدایات دی جائیں۔

قرآنی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو عالم بیداری میں معراج جسمانی عطا ہوئی۔ اس حوالے سے منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات دیئے ہیں۔ معراج کو خواب قرار دینے والوں کے دلائل کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ جنت و دوزخ کا مشاہدہ، انبیاء کرام سے ملاقات اور سفر معراج کی روداد بیان کی ہے۔ لوگوں پر اس واقعہ کے جو اثرات مرتب ہوئے وہ بھی بیان کئے ہیں۔

ہیں کہ تمام انبیاء کرام کے تمام فضائل کا مجموعہ حضور اکرم ﷺ کی اس ایک فضیلت جو معراج کی صورت میں ہے، کے برابر نہیں ہوگا۔

قرآنی آیات کے حوالے سے دلیل پیش کی ہے کہ معراج شریف حالت بیداری میں روح وجسم دونوں کے ساتھ حاصل ہوئی۔ اگر یہ خواب کا معاملہ ہوتا تو کسی کو اعتراض نہ ہوتا۔ کیونکہ خواب میں انسان مشرق ومغرب کی قیود سے آزاد ہوتا ہے۔

ہجرت مدینہ

مودودی صاحب نے واقعہ ہجرت بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ہجرت کے اذن عام کے بعد جو لوگ مدینہ جاسکتے تھے انہوں نے کس طرح چھپ چھپا کر ہجرت کرنا شروع کردیا۔ بہت سارے مہاجرین کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ایک ایک گھر کا احوال، گھروں کی ویرانی کا نقشہ کھینچا ہے۔ کئی مہاجرین کی تو پوری سرگزشت بیان کی ہے۔ جو لوگ ہجرت نہ کرسکے ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ پھر قریش کو جو پریشانی لاحق ہوئی اس کا بیان ہے۔ کفار نے حضور اکرم ﷺ کے قتل کا جو منصوبہ بنایا اس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ کو اذن ہجرت ملنا اور جو تیاریاں آپ ﷺ نے کیں ان کا بیان ہے۔ امانتیں واپس کرنے کا انتظام جو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے سپرد کیا، اللہ تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۸۰ نازل فرمائی جس کو دعاءِ ہجرت کا نام دیتے ہیں۔ بعد ازاں کفار کی منصوبہ بندی کو عملی جامہ پہنانے والی رات کا احوال لکھا ہے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو انتظام کیا ہوا تھا وہ بیان کیا ہے۔ غار ثور میں پناہ لینے کی حکمت بیان کی ہے۔ صدیق اکبرؓ آپ ﷺ کیلئے جو

علامہ نور بخش توکلی صاحب نے ہجرت کا واقعہ بہت ترتیب سے مختصر اور جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ وہی واقعات بیان کئے ہیں جو مودودی صاحب کے یہاں بھی پائے جاتے ہیں، مسلمانوں کی تکالیف کی وجہ سے ان کو حضور اکرم ﷺ نے یثرب ہجرت کر جانے کی اجازت عطا فرمائی تو جو ہجرت کر سکتے تھے وہ خاموشی سے ہجرت کر گئے۔ پھر دار الندوہ میں قریش کے سرداروں کا مع ابلیس کے اجتماع ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کا منصوبہ تیار کرنا جس میں ہر قبیلہ کا آدمی شامل ہو لیکن اللہ تعالیٰ کا آپؐ کو کفار کی چالوں سے آگاہ فرمانا۔ آیت کا حوالہ دیا ہے۔

پھر سفر ہجرت کا بیان ہے۔ اس سفر کیلئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو تیاریاں کی ہوئی تھیں وہ بیان کی ہیں۔ تیز رفتار اونٹنیاں، خدمت کیلئے عامر بن فہیرہ، راستہ دکھانے کیلئے عبداللہ بن اریقط۔

یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ اتنی دشمنی کے باوجود لوگ ابھی بھی آپ ﷺ کے پاس امانتیں رکھواتے تھے۔

غار ثور میں قیام کے دوران اللہ کی مدد اور خدائی پہرہ کا ذکر کیا ہے کہ مکڑی کا غار کے منہ پر جالا

احتیاطیں کررہے تھے وہ بیان کرتے گئے ہیں۔ غارِ ثور کی سرگزشت کے عنوان سے ان تین راتوں اور دنوں کا احوال لکھا ہے جو غارِ ثور میں گزرے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مدد جو مکڑی کے جالے اور کبوتری کے گھونسلے کی شکل میں ہوئی وہ بھی بیان کی ہے۔

بعد ازاں سفرِ ہجرت کے احوال میں راستہ کے واقعات بیان کئے جن میں چرواہے کا ملنا جس سے آپ حضرات نے دودھ لے کر نوش فرمایا۔ ام معبد کا واقعہ، سراقہ بن جعشمؓ اور بریدہ اسلمی کے واقعات بیان کئے ہیں۔ ام معبد اور ان کے شوہر کا اسلام قبول کرنا بھی بتاتے ہیں۔ پھر ام معبد کی زبانی حضورِ اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا ہے۔

مدینہ منورہ میں جس بے تابی سے نبی کریم ﷺ کا انتظار تھا اس کا احوال لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ انتظار ظاہر کررہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی لوگوں میں تشریف لا رہے ہیں۔ پھر جب حضور ﷺ تشریف لے آتے ہیں تو ایک یہودی جو کسی بلندی پر کھڑا تھا چیخ کر اعلان کرتا ہے کہ اے لوگو تمہارے سردار آ گئے۔ یعنی اہل یثرب جانتے تھے کہ یہی ہمارے فرمانروا ہوں گے۔

بنا لینا، کبوتری کا گھونسلہ بنا کر انڈے دینا۔

پھر راستہ کے وہی واقعات بیان کئے ہیں جو مودودی صاحب کی کتاب میں بھی ملتے ہیں یعنی راستہ میں ایک چٹان کے سائے میں کچھ دیر قیام، وہاں ایک چرواہے کا آنا اور آپ حضرات کو دودھ فراہم کرنا، پھر سراقہ بن جعشمؓ کا واقعہ، اس کے بعد ام معبد کے خیمہ پر حضورِ اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور برکات و انوار کا ظہور ام معبد کا اسلام قبول کرنا بھی بیان کیا ہے۔ پھر راستہ میں بریدہ اسلمی کا ستر (۷۰) افراد کے ساتھ اسلام قبول کرنا اور حضور ﷺ کے ساتھ سفرِ ہجرت میں شامل ہو جانا۔

پھر آپ ﷺ کا قباء پہنچنا اور حضرت کلثومؓ بن ہدم کے یہاں قیام اور مسجد قباء کی تعمیر جس کا قبلہ حضرت جبرائیل نے بتایا۔ قباء میں مدت قیام میں چار، چودہ اور بیس دن کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد مدینہ میں نزول کا احوال لکھا ہے اور لوگوں نے جو والہانہ استقبال کیا اس کا مختصر لیکن پُراثر احوال لکھا ہے۔

توکلی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے عبداللہ بھی تینوں راتیں غارِ ثور

پھر قباء پہنچنے کی تاریخ پر تحقیق کی ہے اور راویوں کے مختلف بیانات درج کئے ہیں۔ قباء میں قیام کے حوالے سے دو نام بتائے ہیں، ایک حضرت کلثومؓ بن ہدم دوسرے حضرت سعد بن خثیمہؓ پھر صراحت کی ہے کہ مردوں سے ملاقات کے وقت آپ ﷺ حضرت سعدؓ کے گھر ہوتے تھے۔ ویسے قیام حضرت کلثوم بن ہدم کے یہاں تھا۔ مسجد قباء کی تعمیر کا بیان ہے۔	میں آپ حضرات کے ساتھ سوتے تھے۔ گو واقعات دونوں کتابوں میں سارے ہی بیان کئے گئے ہیں اور کوئی بھی بات ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہے لیکن انداز بیان الگ الگ ہے۔

سیرت سرور عالم ﷺ (مولانا مودودی) اور سیرت رسول عربی ﷺ (علامہ نور بخش توکلی) کا عمومی موازنہ:

دونوں کتب کا موضوعاتی تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کئی موضوعات پر دونوں کتب میں یکساں واقعات بیان کئے گئے ہیں اور ایک جیسی معلومات ملتی ہیں۔ مثلاً ہجرت کے حوالے سے دونوں کتابوں میں ایک ہی طرح کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ راستہ کا ہر وہ واقعہ جو ''سیرت رسول عربیؐ'' میں ہے۔ وہ ''سیرت سرور عالم ﷺ'' میں بھی ہے۔ لیکن اسلوب نگارش مختلف ہے۔ توکلی صاحب نے ہر واقعہ تاریخی انداز میں بیان کر دیا ہے لیکن مودودی صاحب نے ہر واقعہ پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اس کے رموز بھی بیان کئے ہیں۔ گویا علامہ نور بخش توکلی کا اسلوب تاریخی ہے جبکہ مولانا مودودی صاحب کا اسلوب فلسفیانہ ہے۔

دونوں کتابوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ''سیرت رسول عربی ﷺ'' سیرت طیبہ پر لکھی گئی عام کتاب ہے، جس کا انداز روایتی ہے۔ واقعاتی لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک مکمل کتاب ہے جو ولادت با سعادت سے وصال تک کے واقعات پر مبنی ہے۔ نیز بعثت مبارکہ سے قبل کے دنیا کے حالات کا جائزہ بھی جامع انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال، اخلاق و عادات، وضع قطع

اور طریق معاشرت کے بارے میں مستند معلومات ملتی ہیں۔ جبکہ مولانا مودودی صاحب کی کتاب مختلف مواقع پر سیرت طیبہ کے حوالے سے لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا ہر عنوان پر مکمل تفصیلی مضمون ہے۔ ہر بات کا پس منظر، اس کے نتائج اور اس سے متعلقہ بہت سارے نکات پیش کرتے ہیں۔

''سیرت رسول عربی ﷺ'' میں قبل از بعثت کے حالات مختصر بیان کئے گئے ہیں، بعد کے حالات بہت تفصیل سے ہیں۔ تیسرے باب تک مکی زندگی کے حالات ہیں۔ بقیہ ابواب بعثت کے بعد کے حالات و واقعات سے متعلق ہیں۔ جبکہ ''سیرت سرور عالم ﷺ'' میں قبل از بعثت اور بعد از بعثت ہر عہد کا احوال انتہائی تفصیل اور جزئیات کے ساتھ موجود ہے۔

مولانا مودودی صاحب ''سیرت سرور عالم ﷺ'' سے قبل تفہیم القرآن مرتب کر چکے تھے تو جو انسان قرآن کی تفسیر لکھ چکا ہو اس کیلئے صاحب قرآن کی سیرت مرتب کرنا یقیناً آسان ہے کیونکہ سیرت کا بنیادی مآخذ قرآن ہی ہے۔ مودودی صاحب نے کیا خوبصورت بات کہی ہے کہ ''اسلام کا صحیح فہم انسان کو اگر حاصل ہو سکتا ہے تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ وہ قرآن کو محمد ﷺ سے اور محمد ﷺ کو قرآن سے سمجھے''۔

سیرت طیبہ کے ان مضامین میں تفہیم القرآن سے بے شمار حوالہ جات ہیں۔ کتب سیرت میں سیرت ابن ہشام اولین مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان دونوں کتب میں بھی سیرت ابن ہشام کے حوالے کثرت سے ہیں۔

دونوں مؤلفین کے سامنے اپنی اپنی کتاب لکھنے کا الگ الگ مقصد تھا۔ توکلی صاحب کا مقصد ایک ایسی کتاب لکھنا تھا جو مستند معلومات پر مشتمل ہو اور مسلک اہلسنت کی صحیح ترجمانی کرے۔ جبکہ مودودی صاحب کا مطلوب و مقصود اس دور میں مغرب کی ملحدانہ اور مادہ پرستانہ فکر کے امنڈتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ کرنا تھا۔ لہٰذا انہوں نے پرزور دلائل کے ساتھ اسلام کی بنیادی صداقتوں اور مکمل نظام تہذیب کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا ہے۔

''سیرت رسول عربی ﷺ'' اپنے وقت کی مقبول کتاب ہے، جس کا سبب زبان کی سادگی اور موثر اسلوب بیان ہے۔اس کتاب کا پہلا اڈیشن ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا یعنی ''سیرت سرور عالم ﷺ'' کی زبان انتہائی شگفتہ اور سلیس ہے، تحریر میں بالغ النظری نمایاں ہے، بیان میں بڑی روانی اور گہرائی پائی جاتی ہے، ہر لفظ اور ہر جملہ قاری کے ذہن میں اترتا اور دل میں بیٹھتا چلا جاتا ہے۔

توکلی صاحب کے مقابلہ میں مودودی صاحب کے بیان میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔ دونوں کتابوں کے ناموں کا اگر موازنہ کریں تو اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔توکلی صاحب نے اپنی کتاب کا نام ''سیرت رسول عربی ﷺ'' رکھا ہے۔رسول ﷺ صرف عرب کے نہیں تھے بلکہ وہ تو ''سرور عالم ﷺ'' تھے۔

حوالہ جات باب ششم

۱۔ سیرت النبی ﷺ/شبلی نعمانی / ج ا/ص ۲۵۸

۲۔ ایضاً /ص ۲۷۰

۳۔ ایضاً /ص ۸۴

۴۔ Muhammad & Muhammadism / P.63

۵۔ سیرت النبی ﷺ/شبلی نعمانی / ج ا/ص ۹۲

۶۔ محمد ﷺ/ مارگولیتھ/ دیباچہ:ص ا

(بحوالہ: سیرت النبی ﷺ/شبلی نعمانی / ج ا/ص ۹۲

۷۔ القرآن/الاحزاب، آیت ۶

۸۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ/ محمد ادریس کاندھلوی / ج ا/ص ۴، ۵

۹۔ ایضاً / ج ۲/ص ۴۴

۱۰۔ اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ/ ڈاکٹر انور محمود خالد/ص ۶۲۹، ۶۳۰

۱۱۔ نبی رحمت ﷺ/ابوالحسن علی ندوی/ص ۱۵

۱۲۔ القرآن/آل عمران، آیت ۱۰۳

۱۳۔ نبی رحمت ﷺ/ابوالحسن علی ندوی/ص ۲۰

اختتامیہ

اردو زبان میں نثر میں با قاعدہ سیرت نگاری کا آغاز درحقیقت بیسویں صدی ہی میں ہوا۔ سیرت نبوی ﷺ پر پہلی مستند کتاب مولانا شبلی کی سیرت النبی ﷺ ہے، جو ۱۹۱۸ء میں اشاعت پذیر ہوئی اور بعد ازاں لکھی جانے والی دیگر کتب کیلئے بنیادی حوالے کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے محمد بن اسحاق نے دوسری صدی ہجری میں سیرت طیبہ پر کتاب تصنیف کی جس کو تقریظ وتشقیف کر کے ابن ہشام نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لہٰذا آئندہ آنے والے سیرت نگاروں کیلئے سیرت ابن اسحاق نہیں بلکہ سیرت ابن ہشام بنیادی حوالہ بن گئی۔ موازنے کیلئے منتخب کتب میں سیرت کے تمام گوشوں پر مستند حوالوں سے بڑی احتیاط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ طرز نگارش میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ تاریخی اور واقعاتی ترتیب میں تسلسل اور ربط قائم رہے اور پڑھنے والے کا محمد رسول اللہ ﷺ کی عظیم الشان شخصیت سے خصوصی تعلق اور محبت واطاعت میں پختگی پیدا ہو اور یہ کہ آپ ﷺ جیسی جلیل القدر ہستی دنیا میں اور کوئی پیدا ہوئی نہ ہوگی۔ صرف آپ ﷺ ہی رب ذوالجلال کے محبوب ترین بندے اور رسول ﷺ ہیں، جن پر اتمام نبوت ورسالت ہوا۔ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے بہترین نمونہ بنایا ہے، سے مکمل رہنمائی حاصل کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ امت محمدی ﷺ دوبارہ سرخرو اور سربلند نہ ہو۔

کتابیات

(الف)

۱۔ اثبات نبوۃ النبی ﷺ، احمد بن الحسین، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن (سن ندارد)۔

۲۔ اجداد النبی ﷺ، مولوی ظفر احسن علوی، دہلی، درویش پریس، س ن۔

۳۔ احسان مصطفیٰ ﷺ، محمد صدیق، کراچی، لکی میڈیکل اسٹور، س ن۔

۴۔ احیاء القلوب فی مولد المحبوب، مولانا عبد الجلیل حسنی، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۶۸ء۔

۵۔ اخلاق نبوی ﷺ، مولانا شمس الحق، رنگون، حافظ محمد یحییٰ و محمد رنگونی، س ن۔

۶۔ آداب نبی ﷺ، مفتی محمد شفیع، لاہور، ادارہ اسلامیات، س ن۔

۷۔ اسوۂ حسنہ، مولانا عبد الرزاق ندوی، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۹ء۔

۸۔ اسوۂ حسنہ قرآن کی روشنی میں، راجہ محمد شریف، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۲ء۔

۹۔ اسوۂ رسول اکرم ﷺ، محمد عبد الحیٔ بن علی عباس، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۴۰۲ھ۔

۱۰۔ اصح السیر فی حدی خیر البشر، مولانا عبد الرؤف داناپوری، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۹ء۔

۱۱۔ اصح السیر، حکیم ابو البرکات عبد الرؤف، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۲ء۔

۱۲۔ اطیب النعم فی مدح سید العرب، شاہ ولی اللہ، دیوبند، مطبع قاسمی، س ن۔

۱۳۔ آغاز اسلام، میمونہ سلطان شاہ بانو، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء۔

۱۴۔ آفتاب نبوتؐ کی کرنیں، مولانا محمد حسین صدیقی، کراچی، دار الاشاعت، س ن۔

۱۵۔ افصح العرب والعجم، شاہ حسن عطاء، کراچی، مستفیض احمد صدیقی، س ن۔

۱۶۔ اللہ کے رسول ﷺ، شرافت حسین، لکھنؤ فردوس منزل، س ن۔

۱۷۔ الجرح والتعدیل، عبدالرحمٰن بن محمد، حیدر آباد دہند، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۲۷۱ھ۔

۱۸۔ الرسول فی بیتہ ﷺ، عبدالوہاب، قاہرہ، دار القلم، س ن۔

۱۹۔ الرسول فی بیتہ ﷺ، عبدالعظیم قطر، المؤتمر العالمی الثالث للسیرۃ، ۱۴۰۰ھ۔

۲۰۔ السیرۃ النبویہ ﷺ، عبدالملک بن ہشام، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۷۵ھ۔

۲۱۔ العمل بالسنۃ، برکت علی، کراچی، دار الاشاعت اردو بازار، س ن۔

۲۲۔ الفصول فی سیرۃ الرسول ﷺ، اسماعیل بن عمر ابن کثیر، ریاض، مکتبۃ المعارف، ۱۴۲۰ھ۔

۲۳۔ النبی خاتم ﷺ، مولانا مناظر احسن گیلانی، کراچی، اسلامی کتب خانہ، ۱۹۵۰ء۔

۲۴۔ انسان کامل ﷺ، محمد منیر قریشی، لاہور، نذیر سنز پبلشرز، س ن۔

۲۵۔ انسان کامل ﷺ، ڈاکٹر خالد علوی، لاہور، الفیصل اردو بازار، ۲۰۰۲ء۔

۲۶۔ انسانیت کا آخری نجات دہندہ، حافظ ارشاد احمد، رحیم یار خان، افضل لائبریری طاہر پریس، ۱۴۰۳ھ۔

(پ)

۲۷۔ پیارے نبی کی پیاری باتیں، پروفیسر افضل حسین، پشاور، این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ، ۱۹۸۲ء۔

۲۸۔ پیغمبر اسلام کے پیغام کی آفاقیت، جماعت الزعماء (سیرت کانفرنس)، اسلام آباد، وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، ۱۴۰۶ھ۔

۲۹۔ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ نصیر احمد ناصر، لاہور، فیروز سنز، س ن۔

(ت)

۳۰۔ تاجدار دو عالم ﷺ، مولانا ظہوری وجدانی، حیدر آباد ہند، نفیس اکیڈمی، ۱۹۴۸ء۔

۳۱۔ تاریخ الاسلام، محمد میاں، کراچی، دارالاشاعت، س ن۔

۳۲۔ تسہیل نشر الطیب، مولانا عبداللہ بھوپالی، سہارن پور، مکتبہ امداد الغرباء، س ن۔

۳۳۔ تاریخ ملت، قاضی زین العابدین، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۳۷۰ھ۔

۳۴۔ تواریخ حبیب الٰہ، مفتی عنایت احمد، کراچی، محمد سعید اینڈ سنز، ۱۳۶۹ھ۔

(ج)

۳۵۔ جمال رسول ﷺ، قلندر علی، لاہور، مجلس سروردیہ، س ن۔

۳۶۔ جمال مصطفیٰ ﷺ، عبدالعزیز عرفی، کراچی، گیلانی پبلشرز، ۱۳۹۸ھ۔

۳۷۔ جوامع السیرۃ، علی بن احمد، گوجرانوالہ، ادارۂ احیاء السنۃ، س ن۔

(ح)

۳۸۔ حضور ﷺ کے شب و روز، المؤلف مجہول، لاہور، حافظ محمد حامد عمر قذانی مارکیٹ، س ن۔

۳۹۔ حیات رسالت مآب ﷺ، راجہ محمد شریف، جوہر آباد، زاہد اکیڈمی، ۱۹۷۲ء، ۱۴۰۴ھ۔

۴۰۔ حیات رسول ﷺ، علی اصغر چودھری، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۹۲ء۔

(خ)

۴۱۔ خاتم النبیین ﷺ، محمد بن احمد، قطر، خلیفہ بن حمد آل عثمان، ۱۴۰۰ھ۔

۴۲۔ خاتم النبیین ﷺ، قاری محمد طیب، لاہور، ادارۂ اسلامیات، ۱۹۷۷ء۔

۴۳۔ خصائص مصطفیٰ ﷺ، مولانا محمود احمد، لاہور، ادارۂ رضوان، س ن۔

۴۴۔ خصائص مصطفیٰ ﷺ، مفتی محمد سلیمان، سہارن پور، مکتبہ حمیدیہ، ۱۴۱۶ھ۔

۴۵۔ خلاصہ سیرت سید البشرؐ، احمد بن عبداللہ، مکہ مکرمہ، مکتبہ نزار، ۱۴۱۸ھ۔

۴۶۔ خلق عظیم، غلام حیدر، کراچی، ڈیسنٹ لیڈرورکس، س ن۔

(د)

۴۷۔ داعی اسلام ﷺ، صادق بستوی، کراچی، الرحیم اکیڈمی، س ن۔

۴۸۔ دلائل النبوۃ البیہقی ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، احمد بن الحسین، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن۔

۴۹۔ دنیا کے بہترین تریسٹھ سال محمد نجم احسن، کراچی، عزیز دواخانہ، ۱۳۹۷ھ۔

(ذ)

۵۰۔ ذکر النبی ﷺ، مولانا مسیح اللہ شروانی، لاہور، ادارۂ اسلامیات، ۱۴۰۴ھ۔

۵۱۔ ذکر النبی ﷺ، بیگم ظریف احمد، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۹۰ء۔

۵۲۔ ذکر حبیب ﷺ، مولانا محمد عبدالشکور، کراچی، مکتبۂ فاروقیہ، س ن۔

۵۳۔ ذکر مبارک، میمونہ سلطان شاہ بانو، ہند فرمانروائے بھوپال، س ن۔

(ر)

۵۴۔ رحمت اللعالمین ﷺ، محمد سلیمان منصور پوری، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۳۵۳ھ۔

۵۵۔ رحمت عالم ﷺ، علامہ سید سلیمان ندوی، کراچی، مجلس نشریات اسلام، س ن۔

۵۶۔ رحمت عالم کی شان جہانبانی، طالب الشافعی، کراچی، صدیقی ٹرسٹ، ۱۹۸۲ء۔

۵۷۔ رسالت خاتم النبیین ﷺ، سید عبدالحمید (وزیر مختار سعودی عرب برائے پاکستان)، خان بہادر، خان بہادر حاجی وجیہ الدین ایم بی ای، س ن۔

۵۸۔ رسول اکرم پیغمبر امن وسلامتی کی حیثیت سے، مفتی محمد شفیع، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۴۰۲ھ۔

۵۹۔ رسول اکرم ﷺ کا بیویوں کے ساتھ حسن سلوک، مولانا اخلاق حسین، کراچی، دارالاشاعت، س ن۔

۶۰۔ رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب، سید اسعد گیلانی، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۱ء۔

۶۱۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، محمد حمید اللہ، کراچی، دارالاشاعت، ۱۳۸۰ھ۔

۶۲۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات وخطبات، عبدالقیوم ندوی، کراچی، مطبع ہاشمی، ۱۹۵۵ء۔

۶۳۔ رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات ومعاہدات، سید محبوب، دیوبند، علمی مرکز ادارۂ تاریخ، س ن۔

۶۴۔ رسول رحمت ﷺ، احمد بن خیر الدین آزاد، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۰ء۔

۶۵۔ رسول عربی ﷺ، پروفیسر جی ایس، لاہور، سیرۃ اکیڈمی، ۱۹۸۹ء۔

۶۶۔ رسول کریم ﷺ، مفتی عبدالرؤف، کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، ۱۹۹۶ء۔

۶۷۔ رسول کریم ﷺ کی سیرت وصورت، مفتی عبدالرؤف سکھروی، کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، ۱۳۸۰ھ۔

۶۸۔ رؤف الرحیم ﷺ، مولانا محمد حمید اللہ بیگ دہلوی، کراچی، ماہر بک ڈپو، ۱۳۸۱ھ۔

۶۹۔ رہبر اعظم ﷺ، جماعت العلماء، کراچی، انجمن محبان اسلام، س ن۔

(ز)

۷۰۔ زادالمواد فی خیر العباد، محمد بن ابی بکر الحنبلی کراچی، نفیس اکیڈمی، اردو بازار، ۱۹۶۵ء۔

۷۱۔ زندہ اور کامل نبی، اسوۂ حسنہ خواجہ کمال الدین، لاہور، منشی عبدالحق فاہ عام اسٹیم پریس، س ن۔

(س)

۷۲۔ سب کا سب سے بڑا رہنما، عبدالقادر آزاد، لاہور محکمۂ اوقاف پنجاب، ۱۴۰۰ھ۔

۷۳۔ سراج منیر ﷺ، غلام مصطفیٰ خان، کراچی، صدیقی ٹرسٹ، ۱۹۸۵ء۔

۷۴۔ سرور المحزون، شاہ ولی اللہ، چاٹگام، دارالعلوم معین الاسلام، س ن۔

۷۵۔ سرور دو عالم ﷺ، سید عزیز حسن بقائی، دہلی، گلستان دفتر رسالہ پیشوا، ۱۳۷۴ھ۔

۷۶۔ سرور دو عالم ﷺ، سید عزیز الرحمٰن، دہلی، گلستان دفتر رسالہ پیشوا، ۱۳۷۴ھ۔

۷۷۔ سرور دو عالم ﷺ، مولانا محمد بشیر، سیالکوٹ، تعلیمی پریس محمد سرور قریشی، س ن۔

۷۸۔ سفر المعاد، محمد بن یعقوب الشافعی، مصر، دارالعصور، ۱۳۳۲ھ۔

۷۹۔ سیرت احمد مجتبیٰ، شاہ مصباح الدین شکیل، کراچی، پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی، س ن۔

۸۰۔ سیرت اقدس رحمت اللعالمین ﷺ، ظہیر احمد تاج، دہلی، گلستان دفتر رسالہ پیشوا، ۱۳۷۴ھ۔

۸۱۔ سیرت النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی، کراچی، دارالاشاعت، س ن۔

۸۲۔ سیرت پاک حضرت محمد ﷺ، بشیر محمد شارق دہلوی، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ۱۴۰۴ھ۔

۸۳۔ سیرت پاک رسول ﷺ، مولانا عمار احمد خلیفہ، کراچی، کتب خانہ مظہری، ۱۴۱۳ھ۔

۸۴۔ سیرت خاتم الانبیا ﷺ، مفتی محمد شفیع، کراچی، دارالاشاعت، ۱۳۶۸ھ۔

۸۵۔ سیرت خاتم الانبیا ﷺ، محمد انوری، لائل پور، پاکستان الیکٹرک پریس، س ن۔

۸۶۔ سیرت خاتم النبیین ﷺ، علی بن عبدالحئی ندوی، بیروت، مؤسستہ الرسالہ، ۱۴۲۲ھ۔

۸۷۔ سیرت خیر البشر ﷺ، محمد علی، لاہور، کریمی پریس، س ن۔

۸۸۔ سیرت خیر البشر ﷺ، مولانا محمود حسن گنگوہی، کاندھلہ، مکتبۂ نور، ۱۴۲۲ھ۔

۸۹۔ سیرت رسول اکرم ﷺ، مفتی محمد شفیع، لاہور، ادارۂ اسلامیات انارکلی، ۱۴۰۴ھ۔

۹۰۔ سیرت رسول عربی ﷺ، مولانا محمد نور بخش، کراچی، مکتبۂ رضویہ، ۱۳۷۷ھ۔

۹۱۔ سیرت سرور عالم ﷺ، ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور، ادارۂ ترجمان القرآن، ۱۳۹۸ھ۔

۹۲۔ سیرت سید دو عالم ﷺ، محمد رفیق (ہیڈ ماسٹر) لاہور، سید خلیق احمد ساجد، ۱۴۱۰ھ۔

۹۳۔ سیرت طیبہ ﷺ، مولانا عبدالشکور فاروقی، کراچی، صدیقی ٹرسٹ، س ن۔

۹۴۔ سیرت طیبہ ﷺ، مولانا فقیر اللہ، لورالائی، طالبان کتب خانہ، س ن۔

۹۵۔ سیرت طیبہ ﷺ مثالی زندگی، الحاج امیر الدین، ملتان، مکتبۂ امدادیہ، ۱۴۰۰ھ۔

۹۶۔ سیرت فخر دو عالم ﷺ، عطاء اللہ خان، دہلی، دفتر رسالہ بانو، ۱۳۷۰ھ۔

۹۷۔ سیرت کبریٰ، مولانا رفیق، ملتان، مکتبۂ صدیقیہ، س ن۔

۹۸۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، لاہور، مکتبۂ عثمانیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۹۹۔ سیرت مقدس سید الانبیا محمد ﷺ، ظہیر احمد تاج، کراچی، نسیم احمد عثمانی، ۱۹۸۲ء۔

۱۰۰۔ سیرت نبوی ﷺ، علامہ فیروزالدین روحی، کراچی، ادارۂ تبلیغ قرآن، س ن۔

۱۰۱۔ سیرت نبوی ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں، وصی مظہر ندوی، کراچی، قمر سعید قریشی، ۱۴۰۲ھ۔

۱۰۲۔ سیرت نبوی ﷺ کے تمدنی اثرات، رشید احمد ارشد، ملتان، عالمی ادارۂ اشاعت علوم اسلامیہ، س ن۔

(ش)

۱۰۳۔ شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن، احمد یار خان، کراچی، ازھر بک ڈپو، س ن۔

۱۰۴۔ شان رسالت ﷺ، قاری محمد طیب، ملتان، کتب خانہ صدیقیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۱۰۵۔ شان رسول ﷺ، صوفی محمد سرور زلفی، راولپنڈی، الیاس شیرانوالہ، س ن۔

(ض)

۱۰۶۔ ضیاء النبی ﷺ، پیر کرم شاہ الازھری، لاہور، ضیاء القرآن، س ن۔

(ط)

۱۰۷۔ طبقات ابن سعد، علامہ ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۳ء۔

(ع)

۱۰۸۔ عہد نبوت ﷺ کے ماہ و سال، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۰ء۔

(غ)

۱۰۹۔ غریبوں کا والی ﷺ، حافظ سعد اللہ، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، ۱۹۹۴ء۔

(ف)

۱۱۰۔ فارقلیط ﷺ، عبدالعزیز خالد، کراچی، ایوان پبلشرز، ۱۳۸۵ھ۔

۱۱۱۔ فخر دو عالم ﷺ، حبیب اللہ مشیر، لاہور، اسلامی کتب خانہ، ۱۳۶۷ھ۔

۱۱۲۔ فقہ السیرۃ النبویہ ﷺ، منیر بن محمد، مکہ مکرمہ، جامعہ ام القریٰ، ۱۴۱۰ھ۔

(ق)

۱۱۳۔ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ، بشیر احمد، کراچی، مکتبۂ اشاعت ادب، ۱۹۶۵ء۔

(ک)

۱۱۴۔ کاروان مدینہ، ابوالحسن علی ندوی، کراچی، مجلس نشریات اسلام، س ن۔

۱۱۵۔ کتاب خلیلی سیرۃ رحمۃ اللعالمین ﷺ، محمد رضائے غوث، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۲۰۰۱ء۔

(م)

۱۱۶۔ مجموعۂ سیرت رسول ﷺ، محمد اسلم رمزی فاضل دیوبند، دیوبند، کتب خانۂ قاسمی، س ن۔

۱۱۷۔ محسن اعظم و محسنین، سید وحید الدین فقیر، کراچی، فقیر اسپننگ ملز لمیٹڈ، ۱۹۶۴ء۔

۱۱۸۔ محسن انسانیت ﷺ، نعیم صدیقی، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، س ن۔

۱۱۹۔ محاضرات حدیث، ڈاکٹر محمود احمد غازی، لاہور، الفیصل/غزنی اسٹریٹ ۲۰۰۴ء۔

۱۲۰۔ محمد رسول اللہ ﷺ، سید محمد میاں، لاہور، مکتبہ محمودیہ بیت الحمد جامعہ مدینہ، ۱۹۹۸ء۔

۱۲۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ، شیخ محمد رضا، کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۶۱ء۔

۱۲۲۔ محمد رسول اللہ و خاتم النبیین ﷺ محمد الخضر حسین، تونس علی الرضا التونسی، ۱۳۹۱ھ۔

۱۲۳۔ محمد عربی ﷺ (انسائیکلوپیڈیا)، ذوالفقار کاظم، لاہور، بیت العلوم، س ن۔

۱۲۴۔ مختصر سیرت الرسول ﷺ، شاہ ولی اللہ، کراچی، دارالاشاعت، س ن۔

۱۲۵۔ مختصر سیرت نبویہ ﷺ، مفتی عبدالشکور ترمذی حیدرآباد سندھ، مکتبۂ اصلاح وتبلیغ، س ن۔

۱۲۶۔ مدارج النبوت، مفتی جمیل احمد تھانوی، لاہور، ادارۂ اشرف التحقیق دار العلوم اسلامیہ، ۱۴۱۵ھ۔

۱۲۷۔ مقالات سیرت، عبدالحق محدث دہلوی (حصہ دوم) ترجمہ: مفتی علوم معین الدین نعیمی، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، س ن۔

۱۲۸۔ مقصود کائنات ﷺ، علامہ محمد ایوب دہلوی، کراچی، مکتبۂ رازی، س ن۔

۱۲۹۔ مناھج النبوت ترجمہ مدارج النبوت، مظہر میاں، کانپور، نول کشور مینشن، س ن۔

۱۳۰۔ میلاد و وفات، حافظ محمد اسحاق، کراچی، دارالاشاعت، س ن۔

(ن)

۱۳۱۔ نبی رحمت ﷺ، مولانا ابوالحسن علی بن عبدالحئی ندوی، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۱ھ۔

۱۳۲۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ، مولانا اشرف علی تھانوی، لاہور، تاج کمپنی، س ن۔

۱۳۳۔ نقش سیرت ﷺ، نثار احمد، کراچی، ادارۂ نقش تحریر، ۱۹۶۸ء۔

۱۳۴۔ نقوش (رسول ﷺ نمبر) محمد طفیل، لاہور، ادارۂ فروغ اردو، ۱۹۸۲ء۔

۱۳۵۔ نور البصر فی سیرۃ خیر البشر، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، لاہور، سنی پبلیکیشنز، ۱۳۰۰ھ۔

(ہ)

۱۳۶۔ ہادی عالم ﷺ، مولانا محمد ولی رازی، کراچی، دارالعلوم، ۱۴۰۳ھ۔

۱۳۷۔ ہمارے حبیب ﷺ، حبیب اللہ مشیر، لاہور، اسلامی کتب خانہ، س ن۔

۱۳۸۔ ہمارے حضور ﷺ، عابد نظامی، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۲ء۔

۱۳۹۔ ہمارے حضور ﷺ، امتہ اللہ تسنیم، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۰ء۔

۱۴۰۔ ہمارے حضور ﷺ، اہلیہ ڈاکٹر سہراب انور، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۳ء۔

۱۴۱۔ ہمارے نبی ﷺ، ایچ آئی احمد، کراچی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۶ء۔